اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ

علمی دینی اصلاحی اور معلوماتی

اللطیف ویلور

دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سالنامہ ۱۴۳۲ھ | م 2011ء | شمارہ نمبر ۵۰

اللطیف ویلور

بیادگار

شیخ المشائخ اعلیحضرت مولانا مولوی

ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری رحمۃ اللہ علیہ

سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور۔

مولانا مولوی

ابو صالح عماد الدّین سیّد شاہ محمّد ناصر قادری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف بہ میران پاشاہ

مدیر موسس

حضرت اقدس مولانا مولوی

ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر قادری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ اجراء، ۱۱ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ م ۱۳ جولائی 2011ء بروز چہارشنبہ

سرپرست

مولانا مولوی ڈاکٹر **ابو محمد سید شاہ محمد عثمان قادری**

یم،اے،پی،ایچ،ڈی،

ناظم دارالعلوم لطیفیہ۔حضرت مکان۔ویلور

معاون

سید شاہ محمد طاہر قادری

مدیرانِ مسئول

حضرت مولانا مولوی **پی، محمد ابوبکر ملیباری** لطیفی قمری

مدرس دارالعلوم لطیفیہ ویلور۔

مولانا مولوی حافظ ڈاکٹر **ابو النعمان بشیر الحق قریشی** یم،اے،پی،ایچ،ڈی؛

مدرس دارالعلوم لطیفیہ۔ویلور۔

نمائندگان طلباء

۱	یم،نواز خان	بنگلور	کرناٹک
۲	یم،کے،محمد نصیر	کوئی کوڈ	کیرلی
۳	یس،وی،محمد حسین	اندرروت	لکشدیپ
۴	پی،حمزہ	ملپرم	کیرلہ
۵	کے،سید شہاب الدین	کوئی کوڈ	کیرلہ
۶	محمد عمر	ترپاتور	تملناڈو
۷	ٹیپوسلطان	ویلور	تملناڈو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین سالنامۂ اللطیف ویلور ۱۴۳۲ھ مطابق 2011ء

منظومات

مناجاتِ قربیؒ



پیشکش :
سید شاہ محمد طاہر قادری

قدوۃ السالکین حضرت سید شاہ ابوالحسن قربی علیہ الرحمہ (۱۱۱۸ھ ۱۱۸۲ھ) نے اپنی زندگی میں اپنا دیوان ۱۱۵۱ھ مطابق ۱۷۴۰ء میں مرتب کیا تھا۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۳۴ سال تھی۔

آپ کے دیوان میں پہلے حمد ہے پھر نعت ہے۔ اسکے بعد ۸۸ غزلیات ہیں، ابیات تقریباً ۱۹۷۶ ہیں۔ دیوان مناجات اور دعا پر اختتام پذیر ہے۔ حضرت قربیؒ کا کلام آپ کے دیوان سے ترتیب وار ناظرین اللطیف کی خدمت میں پیش ہے۔

ردیف الف (۱)

ثنا کہتا ہوں صدق دل سوں میں مولیٰ تعالیٰ کا　　اگر چہ ہو نہیں سکتا ثنا اس ذاتِ اعلا کا
وہی ہے گلشن ہستی میں مالی اسکی قدرت کا　　گل ترو جہ گل رُخ کا صنوبر قد دلارا کا
صدف میں ایک قطرے سوں کیا ہے لولوولالا　　دو قطرے سوں کیا شاداب قد شمشاد بالا کا
اسی کی حمد میں دایم زباں بھرتی ہے عالم کی　　اگرچہ کوئی ثنا کہتا ہے ماہِ مہر سیما کا
عبادت میں اسی کے ہیں سبی ذرات عالم کے　　اگرچہ کوئی کیا پوجابت بی دست وبی پا کا
ہریک ذرّہ اشارت ہے یہی توحید برحق ہے　　اگرتوں ہے اشارت فہم، کر ادراک معنا کا
اپس کی ذات کوں لاکر کہ ہووے کشف الا اللہ　　بغیر از لا کے نا کہہ لے تجے اسرار الاّ کا
دسے گا وجہ اس کا ہر ذرے سوں گر کریگا حل　　یقیں سوں ثمّ وجہِ اللہ کے مشکل مُعمّا کا
ذرات خلق نیں ہے غیر ذاتِ لم یزل ہرگز　　تو ہر یک ذات کوں پر تو سمج اس ذاتِ والا کا
صفت ہور اسم ہر شی کا صفت ہور اسم حق کا ہے　　کہ ہے اسم و مسمّیٰ عکس اس اسم و مسمّا کا
تجلّی ہے یوں سب غیبِ ہویت ہور وحدت کی　　اگر ہے جہل جاہل کا وگر ہے علم دانا کا
بغراز عاجزی قربیؔ تجے چارہ ثناسوں نیں　　کہ جیوں کہنا اتھاتیوں نیں کہے کوئی حمد مولا کا

رُباعیاتِ امجدؔ

حضرت امجدؔ حیدر آبادی

حضرت امجد حیدرآبادی علیہ الرحمہ رباعیات کی دنیا میں اپنی ایک مستقل اور جداگانہ شناخت رکھتے ہیں ان کی رباعیات میں تصوف کا عنصر بھی پایا جاتا ہے۔ حضرات صوفی منش امجد کے کلام کو حرزِ جان سمجھتے ہیں۔

اہل دل حضرات کی خدمت میں رباعیات امجد حصہ اول مطبوعہ ۱۳۸۸ھ کے نسخہ سے چار رباعیات پیش ہیں۔

هُوَ الْبَاقِیْ

〈وہی باقی ہے〉

واجب ہی کو ہے دوام باقی فانی
قیُّوم کو ہے قیام باقی فانی
کہنے کو زمین و آسمان سب کچھ ہے
باقی ہے اسی کا نام باقی فانی

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ

〈تو جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے〉

ہر ذرّہ پہ فضل کبریا ہوتا ہے
اک چشم زدن میں کیا سے کیا ہوتا ہے
اَصنام دبی زباں سے یہ کہتے ہیں
وہ چاہے تو پتھر بھی خدا ہوتا ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیَامَۃ

〈اے خدا ہم کو قیامت کے دن رسوا نہ کر〉

ضایع فرما نہ سر فروشی کو مری
مٹی میں ملا نہ گرمجوشی کو مری
آیا ہوں کفن پہن کے اے ربِّ غفور!
دھبّہ نہ لگے سپید پوشی کو مری

فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُم

〈تم مجھے یاد کرو تو میں تم کو یاد کروں〉

غم سے ترے اپنا دل نہ کیوں شاد کروں
جب تو سنتا ہے۔ کیوں نہ فریاد کروں
میں یاد کروں تو۔ تو مجھے یاد کرے
تو یاد کرے۔ تو میں نہ کیوں یاد کروں

افتتاحیہ

ادارہ

انسان پیدا ہوتے ہی اسکے ساتھ علم کا رشتہ قائم ہوجاتا ہے۔ علم کا معنی ہے دانستن جاننا، اسکی شروعات یہ ہے کہ جب وہ آنکھیں کھولتا ہے تو آس پاس کی چیزوں کو دیکھنے لگتا ہے اور اپنے کانوں سے آوازوں کو سننے لگتا ہے اور اسکے جسم سے کوئی چیز مس ہوجائے تو لمس کو محسوس کرنے لگتا ہے اور جب کھانے پینے لگتا ہے تو اپنی زبان سے کھانے پینے کے ذائقہ کو محسوس کرنے لگتا ہے اور اپنی ناک سے بو سونگھنے لگتا ہے اور جب بولنے لگتا ہے تو ہر چیز کے بارے میں پوچھنے لگتا ہے۔ یہ علم کا فطری اور طبعی آغاز ہے۔ حواس (آنکھ، کان، ناک، زبان، لمس) کے ذریعہ حاصل ہونے والے یہ فطری ذرائع تادم زیست اسے حاصل رہتے ہیں۔ ان ذرائع کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ اپنی جانب سے راست طور پر انسان کو علم عطا فرماتا ہے۔ جسکی مدد سے وہ حقائق کا علم حاصل کرلیتا ہے یہ علم ایک نور ہے جو بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف داخل کیا جاتا ہے۔

علم، انسان کی زندگی سے جڑا ہے ان دونوں کے درمیان حقیقی جدائی موت سے واقع ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ہدایت دی ہے علم گود سے لے کر گور تک حاصل کرتے رہو، زندگی کی کسی بھی منزل میں اس سے دوری اور بعد اختیار نہ کرو۔

علم، انسان کی فطرت میں ہے یہ وہ ملکہ ہے جو صرف انسان میں موجود ہے، دوسرے حیوانات اس سے عاری

اور خالی ہیں۔ اسلام دین فطرت ہے اسی فطرت کا تقاضا ہے کہ اسلام نے علم سے متعلق مختلف جہتوں سے وضاحت کی۔ نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے پہلی وحی کی روشنی میں علم اور قلم کی اہمیت اور افادیت واضح ہو جاتی ہے۔ آپؐ نے تحصیل علم کو امت پر فرض قرار دیا۔ اور اس فرضیت میں عورت اور مرد کی کوئی تخصیص نہیں کی، عورتوں کے لئے بھی علم ضروری قرار دیا۔

مسلمانوں کو حصول علم کی ترغیب ان پہلوؤں سے دی۔ علم وحکمت تمہاری گم شدہ پونجی ہے۔ یہ جہاں کہیں اور جس کسی سے بھی ملے۔ حاصل کرو اور اسکے حصول کے لئے دنیا کے دور دراز ملکوں کا بھی سفر کرنا پڑے تو سفر کرو اور علم حاصل کرنے میں پیچھے نہ رہو، ان ہدایات اور تاکیدات کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کے براہ راست فیض یافتگان نے علم کو اوڑھنا اور بچھونا بنالیا۔ ان کے بعد ان کے اخلاف بھی ان ہی کی روش پر گامزن رہے۔ بعض صحابہ کرام تو تحصیل علم کی خاطر رات دن مقام صفہ ہی میں رہتے تھے۔ جن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت نمایاں اور معروف ہے۔

بعض وہ صحابہ جن میں تحریر کی صلاحیت تھی قرآن کریم کی کتابت میں مصروف ہوگئے اور اسکے نسخے دوسروں تک پہنچاتے رہے۔ چالیس کے قریب ایسے کاتب تھے جو رات دن دربار نبوی سے وابستہ رہے اور یہ ہمیشہ مستعد رہتے تھے کہ نبی کریمؐ پر جیسے ہی وحی نازل ہوگی اسکی کتابت کا کام انجام دیں۔

اس تحریری صورت حال کے باعث قرآن کریم، نبی کریمؐ کی زندگی ہی میں مختلف گھروں کی زینت بن گیا۔ نبی کریمؐ نے دنیا سے پردہ فرمایا تو اس وقت قرآن کریم مختلف اجزاء کی شکل میں منتشر حالت میں تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد میں قرآن کریم ایک مدون اور مجلد کتاب کی صورت اختیار کر گیا۔ جمع وتدوین کی یہ تمام کاروائی مہاجرین، انصار اور تمام مسلمانوں کے علم اور ان کی حاضری میں ہوئی۔ زمانہ کچھ آگے بڑھا تو نبی کریمؐ کی حدیثیں جو لوگوں کے سینہ میں محفوظ تھیں ایک دو صحابی کے پاس تحریر کی شکل میں تھیں، اس سلسلہ حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص کا نام خاص طور پر لیا جاتا ہے کہ انہوں نے نبی کریمؐ کی زندگی میں اور آپ کی اجازت سے حدیثوں کو لکھا اور ایک مجموعہ تیار کر لیا جسکو وہ صادقہ کہتے تھے۔

اس طرح روایت اور کتابت کی راہ سے احادیث جمع وتدوین کے مرحلہ میں آگئیں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے عہد خلافت میں مدینہ منورہ کے حاکم حضرت ابوبکر بن حزم کو حکم دیا کہ جہاں کہیں سے بھی احادیث دستیاب ہوں، ان کو ضبط تحریر میں لاؤ۔ چنانچہ احادیث جو راویوں اور حفاظ کے سینہ میں تھیں، وہ سب کی سب قرطاس پر بکھر گئیں ،اس طرح احادیث ضائع اور تلف ہونے سے بچ گئیں، پھر صحاح ستہ کی تدوین ہوئی۔ یہ کتب احادیث آج بھی عالم اسلام میں مرکز اور محور بنی ہوئی ہیں۔ پھر راویوں کے حالات سے متعلق تحقیق وتدقیق کا عمل شروع ہوا۔ روایت اور درایت ساتھ

ساتھ چلتے رہے اور اسماء الرجال کا فن وجود میں آیا۔ اہل اجتھاد اور اصحاب استنباط میدان میں چلے آئے۔ قرآن وحدیث اور آثار صحابہ سے مسائل اور احکام کے استخراج کا عمل شروع ہوا۔ مستنبط شدہ مسائل اور احکام کی تدوین کی تحریک شروع ہوئی۔ صحابہ، تابعین، اتباع تابعین کے فتاوئی و آراء اور قرآن وحدیث کی تفسیرات اور ائمہ مجتھدین کی فقہی تصریحات مدون ہونے لگے۔ فقہ کے اصول منضبط ہوے۔ کتابیں تصنیف ہوئیں۔ ائمہ اربعہ نے عام لوگوں کو دین پر چلنے اور اس پر قائم رہنے کے لئے مسالک اور مذاہب کی تشکیل دی۔ چاروں ائمہ کرام اور ان کے اتباع کی تشریحات اور تعبیرات سے متعلق ایک کتب خانہ وجود میں آگیا۔

اس طرح تسلسل اور تواتر کے ساتھ کتاب وسنت اور فقہی مذاہب کا ذخیرہ قلم کے ذریعہ محفوظ ہوگیا۔ اور اسی قلم نے مفسرین کی تفسیرات وتاویلات اور محدثین کی تشریحات وتعبیرات اور صوفیہ کے مجاہدات واجتہادات اور اصلاحات کو محفوظ کردیا۔ اور یہ مختلف علوم وفنون نسلاً بعد نسلاً منتقل ہوتے رہے۔ تاریخ کے کسی دور میں اور کسی ملک میں علماء نے اس امانت کی حفاظت وصیانت اور اسکی منتقلی میں سستی وغفلت اور مداہنت سے کام نہیں لیا۔ اور ہر دور اور ہر ملک میں دینی وشرعی علوم اور ان سے متعلق ضروری اور مفید علوم وفنون پر مشتمل لاکھوں کتابیں تصنیف کیں اور ایک ایک فن اور ایک ایک موضوع پر کتب خانے وجود میں آگئے، بلاشبہ ان علماء کی یہ قلمی کاوشیں اور محنتیں، مجاہدین کی شمشیری کوششوں سے کم نہیں ہیں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا یوزن یوم القیامة مداد العلماء ودم الشهداء فیرجح علیهم مداد العلماء علی دم الشهداء۔

علماء نے جس سیاہی سے کتابیں لکھی ہیں وہ سیاہی اور شہیدوں کے خون قیامت کے دن وزن کئے جائیں گے۔ اس وقت ان کی سیاہی کا وزن غالب ہوگا علامہ مولانا شاہ محمد انوار اللہ فضیلت جنگ حیدرآباد نے لکھا ہے۔

مجاہدوں نے جو ملک اپنی جان بازی سے فتح کیا تھا۔ علماء کی جان فشانیوں سے اس میں اسلام باقی رہتا ہے یہی وجہ ہے کہ طالب علم، مجاہد فی سبیل اللہ سے بھی افضل ہوتا ہے۔ اور علم، عبادت سے افضل ہے اور وہ اسلام کی حیات اور دین کا ستون ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ طالب العلم افضل من المجاهد فی سبیل الله، العلم افضل من العبادة، العلم حیاة الاسلام وعماد الدین۔ (کنز العالی)

ہندوستان میں اسلامی علوم وفنون میں تصنیف وتالیف کے باب میں جنوبی ہند کو اولیت کا شرف حاصل ہے۔ اسکا سبب یہ ہے کہ یہاں کی زمین پر اسلام کی پہلی کرن عہد نبوت میں پڑی اور یہاں کا راجہ نبی کریمؐ کا معجزہ شق القمر دیکھ کر

مشرف باسلام ہوا۔

ملیبار کے اس راجہ کے بارے میں مولانا فیضان المصطفیٰ قادری کا یہ بیان ملاحظہ فرمائیے۔

جامعہ سعدیہ کاسرکوٹ میں ہماری ملاقات جامعہ کے شیخ حضرت عبد القادر مصلیار سے ہوئی۔ انہوں نے اپنی لائبریری سے ایک قدیم رسالہ نکالا اور اسکی فوٹو کاپی کرواکر ہمیں عنایت فرمایا۔

سرورق پر رسالے کا نام یہ درج ہے۔الکننز العرش فی مناقب الشیخ مالك بن محمد القرشی۔

یہ حضرت سید حامد بن سید محمد جلال بخاری کی تصنیف ہے۔ جس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ ہم نے جو کچھ اس مین درج کیا ہے۔اسکے لئے فضلائے فنانی کی تصنیف اور روایتوں پر اعتماد کیا ہے۔سن تصنیف درج نہیں۔

ہم زیر نظر تحریر میں اس کتاب کے کچھ اقتباسات درج کریں گے۔

واقعہ یوں ہے کہ کدنگلو دعہد رسالت میں ملیباری دارالسلطنت تھا یہاں ایک بادشاہ تھا جس کا نام چیراماں، پیراماں تھا۔

الکنز العرشی میں اس بادشاہ کا نام فرماض لکھا ہے۔

مشہور ہے کہ اس بادشاہ نے عہد رسالت میں اپنے دارالسلطنت سے ہی معجزہ شق القمر کا ٹھیک اسی شب مشاہدہ کیا تھا۔جسکی تحقیق حاصل کرنے کے بعد اس واقعہ سے متاثر ہوکر وہ اپنے اہل وعیال اور دولت وسلطنت چھوڑ کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوا۔

اور چیراماں سے تاج الدین بن گیا۔ جب واپس آنے لگا تو اسکی گذارش پر حضور اقدس ﷺ نے چند صحابہ کرام کو ان کی رفاقت میں بھیج دیا تاکہ دیار ملیبار میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کا کام کیا جاسکے یہ قافلہ چلا تو قریبی ”ظفار“ نامی بندرگاہ تک پہنچ کر بادشاہ بیمار ہوگیا۔ (ہوسکتا ہے کہ یہ وہی ظفار ہو جسکا ذکر بخاری شریف میں واقعہ افک میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جو ہار گر گیا تھا وہ ظفار کے موتیوں کا تھا۔ من جزع ظفار۔

بادشاہ کی بیماری نے شدت اختیار کی تو اس نے اپنی حکومت کے اہل کاروں کے نام ایک تحریر تیار کی۔ جس میں بادشاہ نے انہیں اس مقدس قافلہ کی آمد آمد کی بشارت دی، اور انہیں وصیت کی کہ شاہانہ عزت وشوکت کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے اور ان مقدس مہمانوں کو فلاں فلاں مقام پر اس قدر زمینیں، مکانات اور ضرورت کے

سامان وغیرہ نذر کئے جائیں۔

بادشاہ کا تو وہیں انتقال ہوگیا اور قافلہ نے اس مقام پر کچھ دنوں تک قیام کیا۔ پھر بادشاہ کا نوشتہ لے کر اپنی منزل کی طرف چلے۔ کدنگلور (کیرالا) تشریف لائے، اور بادشاہ کا نوشتہ سلطنت کے اہل کاروں کے حوالہ کیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے بادشاہ کے حکم اور وصیت کے مطابق ان کا استقبال کیا، ان کی ضیافت اور اقامت کا پورا اہتمام کیا اور زمین و مکان کے متعلق بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی۔

مہاجرین کی اس جماعت میں درج ذیل افراد تھے۔

(۱) حضرت مشرف بن مالک

(۲) حضرت مالک بن حبیب

(۳) حضرت مالک بن دینار

(۴) حضرت مالک بن حبیب کے دس لڑکے اور پانچ لڑکیاں اور ان حضرات کی والدہ

(۵) حضرت حبیب

(۶) حضرت محمد

(۷) حضرت علی

(۸) حضرت حسین

(۹) حضرت تقی الدین

(۱۰) حضرت عبدالرحمٰن

(۱۱) حضرت ابراہیم

(۱۲) حضرت فاطمہ

(۱۳) حضرت عائشہ

(۱۴) حضرت زینب

(۱۵) حضرت طاہرہ

(۱۶) حضرت حلیمہ

(۱۷) حضرت قمریہ بنت شرف بن مالک رضی اللہ عنہم اجمعین

ان مہاجرین کے ساتھ خدام اور لشکری بھی تھے، بقول صاحب ''الکنز العرشی'' اس مقدس جماعت نے اس خطہ میں اسلام کی اشاعت فرمائی۔ یہاں اور دیگر علاقوں میں دین کے شعائر کو مستحکم کیا۔ یہاں تک کہ اللہ کے دین میں کثیر لوگ داخل ہوے۔

ایک قیام پر مصنف نے لکھا ہے۔

اس واقعہ میں راجہ کا اپنا دار السلطنت چھوڑ کر حجاز مقدس جانا، اس علاقے میں خبر مشہور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس واقعہ کے بیان میں لوگوں نے صحیح وسقیم اور رطب ویابس کا امتزاج کر دیا ہے (الکنز العرشی فی مناقب الشیخ مالک بن محمد العرشی بحوالہ جامعہ نور دہلی ستمبر ۲۰۰۹)

ملیبار کے راجہ چیرامال کے واقعہ کی صحت اور عدم صحت سے قطع نظر اتنی حقیقت تو مسلّم ہے کہ صحابہ کرام کے مبارک قدم جنوب کی سرزمین پر پڑے ہیں۔ مدراس میں حضرت تمیم انصاری اور کاسرکوڈ کیرلا میں حضرت مالک بن دینار کی معروف ابدی قیام گاہیں دلالت کرتی ہیں کہ ان کے علاوہ بھی ان کے ہمراہ صحابہ کرام یہاں پہنچے ہیں۔ حضرات صحابہ کے بعد ارباب تصوف کی آمد ایک تاریخی حقیقت ہے۔ حضرت نطہر اولیا، حضرت بابا فخر الدین گنج الاسرار، حضرت شیخ عبد القادر ناگوری کی آمد اور ان کی زبان وقلم سے صدور پذیر علمی خدمات ناقابل انکار حقیقتیں ہیں۔

گیارہوں صدی ہجری میں جنوبی ہند کے اندر سیاسی افراتفری پھیل گئی۔ بیجاپور کے علماء ومشائخ نے ویلور، آرکاٹ، پیارم پیٹ، آمبور وغیرہ کا رُخ کیا۔ اور ان شہروں میں بود وباش اختیار کر لی اور ان مہاجرین سے یہاں مستقل خاندانوں کی بنیاد پڑی، جن سے اولاد کا سلسلہ اور اولاد سے علم کا سلسلہ چل پڑا۔ بیجاپور سے ہجرت کرنے والوں میں حضرت سید شاہ عبد اللطیف قادری بیجاپوری بھی ہیں جن کی ذات گرامی سے ویلور میں ایک خانوادہ وجود میں آیا جسکے باکمال اور باتوفیق افراد نے عربی، فارسی اور اردو میں گران قدر تصانیف کا سلسلہ جاری رکھا۔

آرکاٹ کے نوابوں کے دور اقتدار میں عربی اور فارسی میں مختلف اسلامی علوم وفنون پر بڑی عمدہ کتابیں لکھی گئیں وہ آج بھی مخطوطات کی شکل میں موجود ہیں۔ ان کا بڑا ذخیرہ کتب خانہ مدرسہ لطیفیہ ویلور، کتب خانہ مدرسہ محمدی مدراس، امانتی کتب خانہ خاندان شرف الملک مدراس، کتب خانہ سعیدیہ مدراس، اس میں اور بعض شخصیات کے ذاتی کتب خانوں میں موجود ہے۔

اس علاقہ میں ابتدأء عربی زبان میں تصنیف و تالیف کا کام شروع ہوا اور بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ اور علماء وفضلاء نے کتابوں کے نقل اوران کے تحفظ کا نظم ونسق بھی برقرار رکھا۔جسکی وجہ سے مختلف تصانیف اوران کے نقول کی بڑی تعداد جمع ہوگئی۔فارسی سرکاری زبان تھی سرکاری سرپرستی نے کئی ایک صاحبان قلم کو فارسی میں تصنیف وتالیف کی جانب مائل اورراغب کردیا۔اس طرح فارسی میں تصنیفی عمل کے باعث بے شمار کتابیں معرض وجود میں آگئیں۔اوران کے نقول اور تحفظ کا سلسلہ بھی جاری رہا۔

اس طرح سے فارسی زبان میں اسلامی اورادبی علوم وفنون کا خاصا ذخیرہ ہوگیا۔عربی سے فارسی اور فارسی سے عربی میں تراجم کا سلسلہ بھی وسیع پیمانہ پر چل پڑا۔دکنی زبان عوامی زبان تھی،صوفیہ نے عوام کی تعلیم اورتربیت کے خیال سے دکنی زبان میں تصنیف وتالیف کا آغاز کیا،اس وقت دکنی زبان خواص کے لئے قابل اعتناء نہ تھی اوراہل علم کا بڑا طبقہ اسکی جانب التفات نہیں کررہا تھا۔عربی اور فارسی میں تحریر وتصنیف کو اہمیت دی جارہی تھی۔اہل دل حضرات نے دکنی زبان کو گلے لگایا اسی میں تقریری اورتحریری کا کام شروع کیا۔ان بزرگوں کی عنایات والطاف سے عربی و فارسی کی بہت ساری کتابیں دکنی زبان میں منتقل ہوگئیں۔اس طرح اردو زبان میں علوم وفنون کا ذخیرہ جمع ہونے لگا۔حضرت قربی،حضرت ذوقی،حضرت محوی اورحضرت قطب ویلور علیھم الرحمہ نے عربی فارسی کے علاوہ اردو زبان میں بھی کتابیں تصنیف کیں۔

حضرت ذوقی علیہ الرحمہ کی بے شمار فارسی تصانیف ہیں ہنوز مخطوطات کی شکل میں ہیں انشائے لطف الٰہی،تفسیر لطیفی،معجزہ مصطفیٰ،چہار فصل،نجیب نامہ۔

حضرت قربیؒ کا معراج نامہ اورحضرت قطب ویلور کے مکتوبات کی اشاعت ہوجائے تو علمی دنیا کا بہت بڑا فائدہ ہوجائے گا۔

حضرت ذوقی نے بے شمار ضخیم اور مبسوط کتابوں کو نقل کیا ہے،اپنی تصنیف معجز مصطفیٰ میں تقریباً پچاس کتابوں کی فہرست دی ہے جوانہوں نے اپنے ہاتھوں سے نقل کیا ہے۔

حضرت باقر آگاہ مدراسی کی تصنیفات جومخطوطات کی شکل میں ہیں وہ عربی زبان میں پندرہ ہیں۔فارسی میں چالیس ہیں اوراردو مین ان کا ایک مبسوط دیوان اورکئی ایک کتابیں ہیں جن کی فہرست ان کے تذکرہ میں ملتی ہے۔یہ تمام قلمی کتابیں مدرسہ محمدی دیوان صاحب باغ مدراس کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

حضرت مولانا محمد غوث شرف الملک،حضرت مولانا قاضی عبید اللہ،حضرت مولانا عبدالقادر بن محمد صادق،قاضی

بدرالدولہ کی طرح بیسوں علماء اور فضلاء ہیں جن کی بے شمار تصانیف ہنوز قلمی ہیں۔ اسلامی علوم وفنون سے متعلق عربی اور فارسی کا یہ ایک ایسا بیش بہا خزانہ ہے اگر اسے اردو قالب میں نہیں ڈھالا گیا تو اسکی کوئی افادیت نہ ہوگی۔ اس ذخیرہ کی کرم خوردگی کے باعث اس میں موجود علوم ومعارف کی موت واقع ہوجائے گی۔

تحریر کی اہمیت اور افادیت تاریخ کے ہر دور میں رہی ہے موجودہ زمانہ میں اسکی ضرورت واہمیت اور افادیت میں غیر معمولی اضافہ ہوچکا ہے۔ آج کسی بھی فکر وخیال کی پرورش اور اسکی نشر واشاعت کے لئے تحریر ایک شدید ترین ضرورت بن چکی ہے۔ پرنٹنگ کی جدید سہولیات اور ان کی فراوانی نے مشرق اور مغرب کی دوریاں ختم کردی ہے۔ ایسی صورت میں اسلام کی نشر واشاعت کے لئے تحریر کا دامن تھامے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اس ضرورت کو قدیم زمانے میں بھی ہمارے علماء نے محسوس کیا۔ ان حضرات کے لئے کتابوں کی تصنیف وتالیف کے لئے مواد کی فراہمی ایک مشکل ترین مرحلہ تھا۔ علم اور اسکی اشاعت کے خاطر دور دراز ملکوں اور شہروں کے سفر اختیار کرتے تھے۔ سفر کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی کے ساتھ جھیلتے تھے۔ لیکن آج اللہ تعالیٰ نے سفر کی ایسی ایسی آرام دہ سہولتیں بخشی ہیں کہ دنیا کے کسی بھی گوشہ میں آدمی بڑی آسانی کے ساتھ پہنچ رہا ہے۔ اور تیز رفتار سواریوں نے ساری دنیا کو سمیٹ کر رکھ دیا کہ دوریاں، نزدیکیاں بن گئی ہیں۔ علاوہ ازیں ماضی میں کتابوں کی نقل کا مسئلہ بھی انتہائی دشوار صبر آزما تھا اور ایک لمبے وقت کا متقاضی تھا۔ لیکن آج انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کی مدد سے دنیا کے کسی بھی کتب خانہ میں موجود ضخیم سے ضخیم کتاب کی نقل منٹوں میں لی جارہی ہے۔ اللہ نے علم کے فروغ اور اسکی اشاعت میں ایسی ایسی سہولتیں اور آسانیاں فراہم کردی ہے کہ ماضی میں اسکا تصور بھی نہیں کیا گیا اور ہمارے بزرگوں کو اس کا عشر عشیر بھی میسر نہ ہوسکا۔ لیکن بڑی حیرت ہے کہ آج بہت سارے علماء تصنیف وتالیف اور اشاعت کی طرف التفات نہیں کررہے ہیں۔ جسکی وجہ سے عمومی سطح پر لوگ ان کے علم وفضل سے سیراب نہیں ہورہے ہیں۔ بے شک درس وتدریس اور تقریر وخطابت کے ذریعہ علم کی اشاعت ہوتی ہے لیکن تحریر کے ذریعہ علم کی جو اشاعت ہوتی ہے وہ دیرپا ثابت ہوتی ہے اور دور دراز تک اسکا فیضان پہنچتا ہے اور تقریر سے صرف سامنے موجود افراد کو نفع پہنچتا ہے۔ اور قلم، علم کو محفوظ کردیتا ہے۔ اور دوسروں تک منتقل کرتا ہے اور نزدیک ودور سب کو یکساں طور پر فائدہ پہنچاتا ہے۔

الحمدللہ دارالعلوم لطیفیہ ویلور کے بزرگوا کابرین نے کبھی کسی دور میں تحریر سے بے اعتنائی نہیں برتی، خود بھی تصنیف وتالیف سے وابستہ رہے اور دوسروں کی بھی تصنیفی تربیت فرمائی۔

حضرت قربی نے عقائد، تصوف اور فقہ کے موضوع پر بہت ساری کتابیں تصنیف کی اور فارسی واردو میں

ضخیم دیوان یادگار چھوڑا۔آپ مصنفوں اور شاعروں کی سرپرستی اور رہنمائی فرماتے تھے اوران کے کلام کی اصلاح فرماتے تھے،حضرت باقرآ گاہ جب تک ویلور میں رہے،آپ سے برابر اصلاح اور مشورہ لیتے رہے۔ جب ترچنا پلی چلا گئے تو خطوط کے ذریعہ استفادہ کرتے رہے۔حضرت قربیؒ نے باقرآ گاہ کوایک خط میں لکھا ہے اگر آپ ویلور تشریف لائیں تو بعض اصلاح طلب مقامات کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔بعض محال اصلاح طلب است اگر درحضوری بودند ظاہر کردہ می باشد۔

حضرت قربیؒ کی اس قلمی تربیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت باقرآ گاہ کے قلم سے بیسوں منظوم اور منثور کتابیں وجود میں آئیں۔

حضرت ذوقی لکھتے ہیں ہم اپنی اکثر تحریریں حضرت قربی کی نظر سے گذرنے کے بعد تسوید کرتے تھے۔اوراپنا کلام آپ کی نظروں سے گذارنے کے بعد ہی دیوان میں شامل کرتے تھے۔ماہرسخن کہ می گفتیم اول بسمع شریف آں حضرت (قربیؒ) می رسانیم ،بعدازاں داخل مجموعۂ اشعاری کردیم۔

یہ تصنیفی سرپرستی اور قلمی تربیت کا نتیجہ تھا کہ حضرت ذوقی کے قلم سے تین لاکھ سے زائد اشعار وجود میں آئے اور مختلف علوم وفنون پر ساٹھ سے زائد مبسوط اور ضخیم کتابیں معرض وجود میں آئیں۔بقول نواب غوث خان اعظم۔

زیادہ ازسہ لک بیت نظماً ونثراً افکاراوست، بقول حضرت احقر

ساٹھ سے بھی زیادہ ہیں رکھ یاد   اور تصانیف اس کے درتعداد

حضرت قطب ویلور نے عربی فارسی اوراردو میں کتابیں لکھیں جن میں سے بعض آپ کی حیات میں زیور طباعت سے آراستہ ہوگئیں بعض ہنوز قلمی ہیں۔

حضرت قطب ویلور نے بھی علماء وفضلاء کی تصنیفی تربیت اور قلمی سرپرستی فرمائی،آپ کے شاگردوں میں علامہ عبد الحئی احقر بنگلوری کو غیر معمولی مقبولیت تصنیفی جہت سے حاصل ہوئی۔آپ کے قلم سے سو سے زائد کتابیں وجود پذیر ہوئیں۔

موجودہ زمانہ میں حضرت سید شاہ عبداللطیف بیجاپوری کی صلبی اولاد میں آخری فرزند دارالعلوم لطیفیہ کے آخری ناظم حضرت مولانا ابوالحسن سید شاہ صدرالدین محمد طاہر قادری المعروف حضرت پیر قادری علیہ الرحمہ نے اپنے آباءواجداد کے تصنیفی عمل کی تجدید کی ایک روشن مثال قائم کی۔آپ نے اپنے دورنظامت میں نہ صرف طلباء کی تصنیفی تربیت فرمائی بلکہ دارالعلوم لطیفیہ کے اساتذہ کرام کو بھی تصنیف وتالیف کی جانب مائل اور راغب کردیا،یہ آپ کی

مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا کہ حضرت قربی کے فارسی رسائل کے مجموعہ کا ترجمہ ہوا۔ حضرت ذوقی علیہ الرحمہ کی فارسی تصنیف انشائے عقائد ذوقی کا ترجمہ ہوا۔ حضرت قطب ویلور کی کتاب جواہر السلوک، فصل الخطاب، غایۃ التحقیق کا ترجمہ ہوا۔ حضرت محوی علیہ الرحمہ کی فارسی کتاب، ''بیعت غائب وحاضر'' کا ترجمہ ہوا۔ اوران کتابوں کے تراجم منظر عام پر آگئے۔ اس طرح سے فارسی میں موجود یہ علمی ذخیرہ زندگی سے ہم کنار ہوا۔ آپ نے سال نامہ اللطیف جاری کیا۔ جواس وقت اپنی عمر کے اکاون 51 سال مکمل کرلئے ہیں۔ ۱۹۶۹ء میں بیادگار میں حضرت قطب ویلور نمبر شائع ہوا ۱۴۰۴ھ میں سلور جوبلی نمبر شائع ہوا۔ ۲۰۰۹ء میں گولڈن جوبلی نمبر شائع ہوا۔ اسکے تینوں خصوصی شمارے تاریخی علمی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ راقم الحروف کی حتی الامکان کوشش رہی ہے کہ یہ سال نامہ اسکے مدیر مؤسس حضرت ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر قادری کے حسین وجمیل خوابوں کی تعبیر بنا رہے الحمدللہ اللطیف اپنی سابقہ روایات کے ساتھ پوری شان اورآن کے ساتھ منظر عام پر آرہا ہے۔ میں اپنے اس ادارتی پیغام میں یہ پہلوا جاگر کرنا چاہتا ہوں کہ علماء حضرات تصنیف وتالیف اورنشرواشاعت کی جانب اپنی گراں قدر توجہات مبذول فرمائیں اور پرنٹ میڈیا کے ذریعہ اسلام کی تعلیمات کو عام کریں جوآج وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

وما علینا الاالبلاغ۔

روئداد دارالعلوم لطیفیہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول کریم ﷺ نے کہ زمین و آسمان کی پیدائش سے ایک ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے مجمع عام میں سورۂ طٰہٰ اور سورۂ یٰسٓ کی تلاوت فرمائی اللہ تعالیٰ کی زبان مبارک سے فرشتے اللہ تعالیٰ کا کلام سن کر اس قدر محظوظ و مسرور اور متاثر ہو گئے کہ آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ وہ امت کسی قدر خوش بخت ہوگی جس پر یہ کلام نازل کیا جائے گا وہ سینے کتنے خوش نصیب ہونگے جس میں یہ کلام محفوظ ہوگا وہ زبانین کس قدر خوش قسمت ہونگی جو اس کلام کی تلاوت کریں گی۔ فرشتوں نے حفاظ قرآن اور علمائے کرام کے مقام و مرتبہ کا اعتراف کیا اور خراج تحسین بھی پیش کیا۔

آغاز سال نو طلبۃ العلوم کا داخلہ مورخہ ۱ شوال المکرّم ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۰ ماہ ستمبر ۲۰۱۰ء بروز دوشنبہ کو ہوا۔

دورۂ حدیث مورخہ ۲۵ شوال المکرّم ۱۴۳۱ھ بروز دوشنبہ صبح ٹھیک دس بجے دارالعلوم کے ہال میں ہوا جسکی صدارت ڈاکٹر مولانا ابو محمد سید شاہ محمد عثمان قادری مدظلہ العالی ناظم دارالعلوم لطیفیہ نے کی۔ صحیح البخاری و صحیح المسلم کا آغاز ہوا اور ناظم موصوف کی دعاؤں کے ساتھ یہ مجلس بحسن وخوبی انجام پایا۔

افتتاحی اجلاس

دارالعلوم میں انجمن دائرۃ المعارف کا افتتاحی اجلاس بزیر صدارت مولانا ڈاکٹر سید شاہ عثمان قادری ناظم دارالعلوم نے فرمائی مورخہ ۱۴، ماہ اکتوبر ۲۰۱۰ء بروز جمعرات دوپہر تین بجے جلسہ شروع ہوا جسکا آغاز قرآن شریف اور نعت سے ہوا۔ صدر جلسہ نے مہمان خصوصی مولانا سید نیاز احمد صاحب اور الحاج مولانا مولوی سید محمد حنیف لطیفی صاحب کا تعارف کرایا نامزد سجادہ نشین سید محمد طاہر قادری سلمہ نے دونوں مہمانوں کی گل پوشی و شال پوشی کی۔ مولوی سید نیاز احمد صاحب طلباء سے عربی زبان میں خطاب کیا اور فضیلت علم کی روشنی ڈالی، بعد ازاں الحاج مولوی سید محمد حنیف غازی لطیفی صاحب نے طلباء سے خطاب فرمایا اور ادب کی ضرورت پر روشنی ڈالی علم کے ساتھ ادب کی اہمیت پر سیر حاصل بحث کی صدر جلسہ کے دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

اسباب صحت

بعد نماز عصر طلباء مختلف گیمس کھیلتے ہیں تا کہ ان کی صحت و تر و تازگی برقرار رہ سکے اور وہ محظوظ ہوں۔

نوید مسرت

یونیورسٹی کے مختلف امتحانات میں طلباء شریک رہے۔اورانہوں نے بحمد للہ نمایاں کامیابی حاصل کی۔

امتحانات

مورخہ ۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۶ فروری ۲۰۱۱ء ششماہی امتحانات اساتذہ کرام کی زیرنگرانی شروع ہوے ہفتہ بھر جاری رہے۔

نیز ۲۹ رجب المرجب ۱۴۳۲ء مطابق ۲ جولائی ۲۰۱۱ء سالانہ امتحانات شروع ہوئے اور ۵ شعبان المعظم تک جاری رہے۔

عباء پوشی وعطائے اسناد ناظم دارالعلوم کی زیرصدارت ۱۱ شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ روز چہارشنبہ ۱۴۳۲ھ مطابق ۱۳ جولائی ۲۰۱۱ء دارالعلوم کا سالانہ جلسہ بڑے پیمانے پر منعقد ہوا جسمیں قابل ترین علم نواز وعلم دوست حضرات مدعو تھے نیز ناظم موصوف کے دست فیض اقدس سے فارغین کو عباء واسناد پیش کی گئیں۔

تقسیم انعامات

درسیات ومقابلہ تحریر وتقریر اور گیمس واسپورٹس میں اول ودوم آنے والے طلباء کو اسی شام میں ایک دوسری نشست میں انعامات سے نوازا گیا نیز عہدیداروں کو ان کے خدمات کے صلہ میں مختلف قسم کے انعامات سے نوازا گیا۔

ہدیہ تشکر

ادارہ ان تمام حکیموں اور ڈاکٹروں کا مشکور وممنون ہے جنہوں ہمارے طلباء کا بھرپور خیال رکھا اور تشخیص فرمائی۔

نیز ادارہ ان تمام مدیران اخبارات کا بھی تہہ دل سے مشکور وممنون ہے جنہوں نے دارالعلوم کی تمام کاروائیوں کو اپنے موقر اخبارات میں اوّلین وقت میں کیا۔

بالخصوص ادارہ عالی جناب علیم صبا نویدی صاحب مدراس اور عالی جناب وائی سید الیاس صاحب ویلور کا تہہ دل سے مشکور وممنون ہے جنہوں نے پوری کوشش وتندہی کے ساتھ اللطیف کی اشاعت وتزئین بروقت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ تمام مخلصان وعقیدت مندوں کو دنیا وآخرت میں کامیابی وسرفروئی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم والہ وصحبہ اجمعین۔

☆☆☆☆☆☆☆

جَوَاھِرُ الْقُرآن

ولکم فی القصاص حیوٰۃ

مولوی حافظ ڈاکٹر بشیر الحق قریشی

یاایھا الذین اٰمنو کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ ، الحربالحر والعبد بالعبد والانثٰی بالانثٰی، فمن عفی له من اخیه شئی فاتباعٌ بالمعروف واداء الیه باحسان، ذلك تخفیف من ربکم ورحمة۔ فمن اعتدیٰ بعد ذلك فله عذاب الیم، ولکم فی القصاص حیوة یا اولی الاباب لعلکم تتقون۔ (سورۃ البقرۃ ۔ آیت ۱۷۸،۱۷۹)

اے ایمان والو،تم پر مقتولوں کے باب میں قصاص فرض کردیا گیا ہے۔آزاد کے بدلے میں آزاد، غلام کے بدلے میں غلام اور عورت کے بدلے میں عورت۔

ہاں جس کسی کو اس کے فریق مقابل کی طرف سے کچھ معافی حاصل ہوجائے تو معروف طریقے کے مطابق خون بہا کا تصفیہ ہونا چاہیئے ۔اور قاتل کو لازم ہے کہ راستی کے ساتھ خون بہا ادا کرے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔ جوکئی اسکے بعد بھی زیادتی کرے گا تو اس کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے،اور تمہارے لئے اے اہل فہم قصاص کے قانون میں زندگی ہے تاکہ تم پرہیز گار بن جاؤ۔

انسان کی زندگی میں تین چیزوں کی بڑی اہمیت اور افادیت ہے۔ان کی حفاظت اور صیانت کی وجہ سے معاشرہ میں امن وامان، راحت وعافیت،خوش خلقی وخیر خواہی اور دوستی کی فضا قائم رہتی ہے،اور معاشرہ تعمیر وترقی اور خوش حالی کی

جانب رواں دواں رہتا ہے۔اور تین چیزوں کے عدم تحفظ سے معاشرہ میں بدامنی و بے اطمینانی، دشمنی وعداوت اور نفرت کی فضا پھیل جاتی ہے۔اور سارا سماج تباہی و بربادی اور خستہ حالی کا شکار ہو جاتا ہے۔وہ تین چیزیں ہیں انسان کی جان اور اسکا مال اور اسکی عزت، اسی سے اسلام نے فرد اور سماج کی زندگی کو پُر امن، مفید بنانے کے لئے لوگوں کی توجہ ان تین چیزوں کی جانب مبذول کرائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **ان دمائکم واموالکم واعراضکم حرام علیکم** ۔تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں۔لوگوں کا خون نہ بہاؤ، لوگوں کے اموال کو باطل طریقہ سے نہ کھاؤ، لوگوں کی عزتوں کو خاک میں نہ ملاؤ۔ کیونکہ ان تین چیزوں سے امن اور تین چیزوں سے فساد جڑا ہوا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فکر دامن گیر تھی کہ کہیں مسلمان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے نہ بن جائیں اور اموال کو باطل طریقہ سے کھانے نہ لگ جائیں اور ایک دوسرے کی عزتوں پر حملے نہ کرنے لگ جائیں، اسی لئے اپنی زندگی کے آخری ایام میں لوگوں کو وصیت فرمائی۔

خبردار میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگ جاؤ، شیطان اس بات سے مایوس اور ناامید ہو چکا ہے کہ نماز پڑھنے والے اسکی پوجا اور پرستش کریں گے۔لیکن وہ ضرور تم لوگوں کو ایک دوسرے سے مقابلہ کے لئے آمادہ کرے گا اور باہمی خون ریزی کے لئے ابھارے گا۔

انسان کے لئے زندگی بڑی اہم ہے اور ہر آدمی پر فرض ہے کہ وہ اپنی زندگی کو ہلاک ہونے بچائے رکھے اور اسی کے ساتھ ہر آدمی پر یہ بھی فرض ہے کہ وہ دوسروں کی جان نہ لے۔قرآن کریم نے ایک آدمی کی زندگی کے تحفظ کو سارے انسانوں کی زندگی کا تحفظ قرار دیا ہے اور ایک آدمی کی جان لینے کو سارے انسانوں کا قتل قرار دیا ہے۔

من قتل نفسا بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانما قتلا الناس جمیعا۔ ومن احیا ھا فکانما احیا الناس جمیعا۔ (المائدہ)

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلہ یا زمین میں فساد پھیلانے کو سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا تو اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔اور جس نے کسی کی جان، بچائی تو اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

اس آیت کا مطلب صاف ہے کہ ہر آدمی کو دوسرے آدمی کی زندگی کی حفاظت اور بقاء میں مددگار اور معاون رہنا چاہئے اور جو شخص بھی کسی انسان کی ناحق جان لیتا ہے وہ ایک فرد پر ظلم نہیں کرتا ہے بلکہ سارے انسانوں پر ظلم کرتا ہے۔

ایک دوسری آیت میں کسی کی جان لینے کی مباح صورت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے **ولا تقتلو النفس**

التی حرم الله الا بالحق ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیه سلطانا۔ (بنی اسرائیل)۔

تم کسی کی جان کے قتل کا ارتکاب نہ کرو جسکا قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے سوائے اس کے کہ، اسکا قتل کرنا شریعت کی رو سے حق ہو۔

اور جو شخص بھی مظلوم قتل کر دیا گیا ہو تو ہم نے اسکے وارث کے لئے قصاص کا حق دے رکھا ہے، اور وہ بھی قتل میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ بے شک وہ اللہ کی طرف مدد یافتہ ہے۔

اس آیت طیبہ میں نفس قتل سے مراد دوسرے انسان کے قتل کی ممانعت ہی نہیں ہے بلکہ اپنے آپ کو قتل کرنے کی ممانعت ہے۔ اسلام میں جہاں دوسروں کا قتل گناہ ہے وہاں خود کا قتل بھی گناہ ہے۔ اسی لئے خودکشی کو حرام ٹھہرایا گیا۔

اور جو شخص مظلوم قتل کر دیا گیا ہو تو اسکے ولی اور وارث کو یہ حق قصاص کی صورت میں دیا گیا ہے، اگر قصاص کا حکم نہ ہو تو لوگ اپنی دشمنیوں اور اپنے فائدوں کے خاطر ایک دوسرے کے قتل کے درپے اور دلیر ہو جائے۔ پھر انسانوں کی جانوں کی حفاظت کی کوئی صورت نہ ہوتی۔ اور قصاص کے علاوہ کوئی اور سزا ایسی نہیں ہے جو انسان کی زندگی کو تحفظ فراہم کر سکے اور یہی وہ قانون قصاص ہے جو قاتل کو کسی کے قتل سے باز رکھتا ہے اور قاتل یہ سوچ کر کسی کے قتل کا ارادہ نہیں کرتا کہ اسکو بھی قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ شاید ہی کوئی ایسا نادان ہو جو دوسرے کی زندگی کو ختم کر کے خود اپنی زندگی کو ختم کر لے۔

قصاص کا معنی ہے، خون کا بدلہ لینا، مقتول کے عوض میں قاتل کو قتل کرنا، یعنی قاتل کے ساتھ بھی ویسا ہی کیا جائے جیسا اس نے مقتول کے ساتھ کیا ہے اس تعریف کی رو سے قصاص کے معنی میں مماثلت اور مساوات کا مفہوم ہے سارے انسانوں کا خون ایک ہی ہے خواہ کوئی انسان سوسائٹی میں مال و دولت، عزت و شہرت، علم و فن اور حسب و نسب کی وجہ سے برتر سمجھا جائے خواہ کوئی انسان بے عملی اور بے ہنری، غریبی و محتاجی، بے توقیری و بے ناموری اور ادنیٰ حسبی کی وجہ سے سوسائٹی میں کم تر سمجھا جائے ان دونوں کے درمیان قصاص کے مسئلہ میں کوئی فرق و امتیاز نہیں ہے۔ اسلام سے پہلے مدینہ منورہ میں آباد یہودیوں میں یہ دستور تھا کہ ان کے اعلیٰ قبیلہ کے ایک مقتول کے عوض میں قاتل اگر ادنیٰ قبیلہ کا ہوتا تو اسکے دو آدمیوں کو قصاص میں قتل کر دیا جاتا تھا، اسلام نے اس ظالمانہ روش کو ختم کر دیا اور قصاص میں عدل اور مساوات کو پیش نظر رکھا صاحب مدارک نے وضاحت کی ہے **القصاص عبارة عن المساواة۔**

القصاص فی القتلی قرآن کے عمومی الفاظ سے یہ مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ قصاص میں اسی مرد یا

عورت کو قتل کیا جائے گا جس نے قتل کا ارتکاب کیا ہو۔

والانثی بالانثی ۔عورت کے بدلے عورت کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ عورت کا قاتل مرد ہو تو اس سے قصاص نہ لیا جائے یا مرد کو قتل کرنے والی عورت ہو تو اس سے قصاص نہ لیا جائے بلکہ مفہوم یہ ہے کہ قاتل مرد ہو یا عورت دونوں صورتوں میں اسی کو قتل کیا جائے گا جس نے قتل کیا ہے اس میں جنس کی تخصیص نہیں ہے۔قاتل کی تخصیص ہے۔

اس مقام پر اسلام کے عدل کا یہ پہلو بہت ہی اہم ہے کہ اس نے قصاص کے اجراء میں مسلمان اور غیر مسلمان کے فرق و امتیاز کو روا نہیں رکھا۔کسی مسلمان نے غیر مسلم کو قتل کیا ہو تو قصاص میں مسلمان کو قتل کیا جائے گا یہاں یہ بات جان لینی چاہئے کہ غیر مسلم مقتول کی دو حیثیتیں ہیں ایک حیثیت یہ ہے کہ وہ غیر مسلم ذمی ہو ایسی صورت میں اسکا قصاص قاتل مسلمان سے لیا جائے گا، ذمی وہ شخص ہے جو اسلامی حکومت میں رہائش پذیر ہو اور حکومت کو جزیہ ادا کرتا ہو اور جزیہ کی رقم سے حکومت اس بات کی پابند ہے کہ وہ اس غیر مسلم شخص کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرے اور اسے مذہبی آزادی عطا کرے۔

اور غیر مسلم مقتول کی دوسری حیثیت یہ ہے کہ حربی ہو ایسی صورت میں اسکے قتل میں قصاص نہیں ہے اور قصاص نہ لینے کی وجہ ظاہر ہے کہ وہ باغی اور اسلامی مملکت کا دشمن ہے۔

اسلام نے قصاص کو عوامی مسئلہ نہیں بنایا کہ لوگ خود ہی اپنی مرضی اور اپنے اختیار سے اپنے مقتولین کا قصاص لے لیں۔ بلکہ قصاص کو سرکاری مسئلہ قرار دیتے ہوئے حکومت وقت کے تحویل دے دیا تا کہ وہ اپنی نگرانی میں اس قانون کا اجراء کرے اور مقتولین کے اولیاء اور وارثین کو ان کا حق دلا دے۔اور اگر اس سزا کے جاری کرنے میں حکومت و مملکت کے بجائے عوام کو مختار بنا دیا جاتا تو یہ گردن زنی ، قاتل کی ذات تک محدود نہیں رہتی بلکہ مقتول کے افراد اور فریق جوش انتقام سے مغلوب ہو کر قاتل کے ساتھ اسکے متعلقین کو بھی قتل کی گھاٹ اتار دیتے۔اس طرح قصاص میں عدل کے بجائے ظلم اور مساوات کے بجائے عدم مساوات اور امن و عافیت کے بجائے بدامنی و وحشت کا رنگ پیدا ہو جاتا اور سارے معاشرہ میں باہمی انتقام ، باہمی قتل اور باہمی ظلم کی فضا پیدا ہو جاتی اسی لئے اسلام نے قصاص کے اجراء کا حق ارباب اقتدار اور اصحاب حل و عقد کو اختیار سونپ دیا جیسا کہ امام قرطبی فرماتے ہیں۔

ولیس للناس ان یقتص بعضھم من بعض. ....لایقیمه الا اولوالامر

اور حکومت وقت اور ذمہ داران قانون اور محافظین عدل و انصاف اور مشاہدین و ناظرین قتل پر بھی یہ ذمہ داری

عائد کی کہ وہ قتل کے واقعہ کی غیر جانب دارانہ تحقیق اور منصفانہ تجزیہ کریں قتل عمداً ہوا ہے یا سہواً ہوا ہے۔

قتل عمداً کی تحقیق و اثبات کے بعد اسکی سزا قتل ہی ہے جس پر ارباب حل وعقد اور اصحاب حکومت متفق ہیں۔

ہمارے فقہاء نے قتل عمد کی تعریف یہ کی ہے کہ کوئی کسی کے قتل کے ارادے سے کسی آہنی چیز یا کسی ایسی چیز سے حملہ کرے، جس سے گوشت کٹ کو خون جاری ہو جائے، اسے قتل عمد کہا ہے موجودہ زمانے میں کسی آدمی کو جان سے مارنے کی مختلف اور متعدد مرئی اور غیر مرئی اور محسوس و غیر محسوس طریقے وجود میں آچکے ہیں ان تمام طریقوں اور صورتوں میں قتل کی نیت کا اثبات ہو تو وہ سب قتل عمد ہی کے دائرہ میں آجاتے ہیں۔

اسلام نے جہاں مقتول کے ولی اور وارث کو قاتل ک جان لینے کا حق دیا ہے وہاں قاتل کو معاف کرنے کی ہدایت بھی دی ہے اور قاتل کو تمہارا بھائی کہہ کر اسلامی برادری اور دینی حمیت کے احساس اور جذبہ کو متحرک اور بیدار کردیا ہے۔ اسکے علاوہ مقتول کے پس ماندگاں کے مستقبل کو بنانے اور سنوارنے کی بھی ہدایت دی ہے اور مالی معاوضہ لے کر قاتل کی جان بخشی کی صورت بھی پیدا کردی ہے اس شکل وصورت کو عربی میں دیت اور اردو میں خون بہا کہا جاتا ہے۔

قاتل اور مقتول دونوں کے فریقین کے درمیان خوشگوار اور دوستانہ تعلق پیدا کرنے کے لئے قرآن کریم نے قاتل اور اسکے فریق کو مالی معاوضہ ادا کرنے میں وسعت قلبی اور خیر خواہی کے مظاہرہ کی تلقین کی ہے اور دیت ادا کرنے میں وعدہ خلافی، حیلہ سازی اور معاوضہ کی ادائیگی میں کمی و دیری اور بدمزگی و پیچیدگی کو جگہ نہ دینے کی تاکید فرمائی ہے۔

اور اگر قاتل کے فریق نے احسان کی روش چھوڑ دی اور ظلم کی راہ اپنائی تو یہ بات خدا ترسی کے خلاف قرار دی گئی ہے۔ اور اسے آخرت میں جواب دہی کا سامنا کرنا ہوگا اور مقتول کے وارثوں کو تین چیزوں میں سے کسی ایک چیز کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قاتل کو قتل کرنا، یا معاف کردینا، یا مالی معاوضہ لینا۔ سزا دینے میں زیادتی کرنے کو منع کیا گیا ہے۔ جسکی مختلف صورتیں ہوسکتی ہے مثلاً قاتل کو تڑپا تڑپا کر مارنا، اسکی لاش کا مثلہ کرنا، اسکے متعلقین کو قتل کرنا ان کے اوپر ظلم کرنا، قاتل کی جائیداد کو تباہ و برباد کرنا، مالی مواضہ طئے کرنے کے بعد، مزید اضافہ کا مطالبہ کرنا، دیت لینے کے بعد قاتل کو قتل کردینا وغیرہ۔ اس طرح کی تکلیفوں کو حرام قرار دیا گیا تا کہ مزید فسادات اور نقصانات کا دروازہ نہ کھل جائے۔

یہ بات تو سیاق میں واضح ہو چکی ہے کہ قرآن کریم نے جہاں انسانی زندگی کو معظم اور محترم ٹھہرایا ہے وہاں شرعی حق

کی بنیاد پر آدمی کو قتل کرنے کی اجازت بھی دے دی ہے۔

اس شرعی حق کی وضاحت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک بیان سے ہوتی ہے جو انہوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں دیا تھا۔ آپؓ انتہائی کس مپرسی وزیادتی اور بڑی بے دردی وسفا کی حالت میں شہید کر دئے گئے۔ آپ کا قتل تاریخ اسلام میں قتل کی اولین اور بدترین مثال ہے۔

باغیوں نے آپ سے خلافت دست بردار ہونے کا مطالبہ کیا آپ نے انکار کر دیا تو آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا گیا، اور آپ پر پینے کا پانی بند کر دیا گیا اور آپ کو مسجد نبوی میں جا کر نماز پڑھنے سے روک دیا گیا۔ اس نازک وقت پر وہ لوگ بھی سامنے نہیں آرہے تھے جو آپ کی سخاوت اور فیاضی سے سیر چشم تھے۔ آپ اپنے گھر میں اپنے اہلیہ حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تنہا تھ، باغیوں کی شورش بڑھتی چلی گئی تو آپؓ اپنے گھر کی چھت پر نمودار ہوئے اور ان سے مخاطب ہوئے اور بڑے درد اور کرب کے ساتھ فرمایا

نہیں معلوم آپ لوگ مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں، میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ایک مسلمان کا قتل تین صورتوں کے سوا جائز نہیں ہے۔ ایک وہ شخص جو شادی شدہ ہو کر زنا کرے تو اسے رجم کیا جائے دوسرا وہ شخص جس نے کسی کو قتل کر دیا ہے اور تیسرا وہ شخص جو مرتد ہو گیا ہے۔

خدا کی قسم! میں نے نہ جاہلیت کے زمانے میں زنا کیا ہے اور نہ اسلام لانے کے بعد کسی اجنبی عورت کو شہوت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اور نہ ہی میں نے کسی مسلمان کو قتل کیا ہے۔ اور نہ ہی میں مرتد ہوں۔ بھلا بتلایئے پھر کونسی وجہ ہے جسکی بنیاد پر تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہوں۔

سچائی اور غم میں ڈوبی ہوئی یہ آواز صدالصحرا ثابت ہوئی۔ باغی آپ کے گھر میں گھس گئے اور بری طرح سے آپ کو شہید کر دیا۔ مدینہ منورہ پر باغیوں کا اس قدر غلبہ اور تسلط رہا کہ کسی کی ہمت وجرأت نہ ہو سکی کہ آپ کی تدفین کے لئے سامنے آسکے تین دن تک لاش مبارک گھر میں رہی، رات کی تاریکی میں جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔ حضرت عثمانؓ کے ہم قبیلہ اور قرابت دار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کے قصاص کا مطالبہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے جسکے بطن سے کئی ایک مسائل پیدا ہو گئے اور تاریخ کا خوشگوار حصہ بن گئے۔

قتل ایک گھناونی فعل اور بھیانک جرم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کے مقدمہ کو صرف دنیاوی زندگی کے ساتھ ہی خاص نہیں کیا ہے بلکہ اسے اخروی زندگی سے بھی جوڑ دیا ہے، ارشاد فرمایا، **اول مایحاسب به العبد**

الصلوٰۃ واول یقضی بین الناس فی الدماء۔

آخرت میں سب سے پہلے بندے سے نماز کا حساب لیا جائے گا اور سب سے پہلے لوگوں کے خون کا فیصلہ ہوگا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل کے مقابلہ میں ساری دنیا کا ختم ہو جانا آسان ہے۔ مطلب یہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ساری کائنات کے مقابلہ ایک مسلمان کی جان عزیز ہے۔

ایک حدیث کی روشنی میں کسی انسان کے قتل کے جواز کی صورت سامنے آرہی ہے وہ یہ ہے کہ کسی آدمی کا قتل صرف اور صرف اسلام کی سربلندی کی نیت سے ہوا ہو۔ اسکے سوا کسی اور قتل کے لئے جواز کی صورت ہی نہیں ہے۔ شرعی حق کے سوا جسکی تفصیل سیاق میں گذر چکی ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے روز ایک شخص دوسرے شخص کا ہاتھ پکڑ کر اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے لائے گا اور کہے گا۔ اے اللہ! اس نے مجھے قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ قاتل سے پوچھے گا کہ تم نے اسے کیوں قتل کیا؟ وہ عرض کرے گا۔ اے اللہ، میں نے اسے جہاد میں تیرا کلمہ بلند کرنے کے خیال سے قتل کیا تھا اللہ تعالیٰ فرمائیگا، بیشک عزت میرے لئے ہے۔ اسی طرح ایک اور شخص دوسرے شخص کا ہاتھ پکڑ کر اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے لائے گا اور کہے گا اے اللہ اس نے مجھے قتل کیا تھا اللہ تعالیٰ قاتل سے پوچھے گا کہ تم اسے کیوں قتل کیا، اسے وہ عرض کریگا اے اللہ میں اسے فلاں حاکم کی حکومت کے قیام کی خاطر اسے قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا عزت فلاں شخص کے لئے نہیں ہے پھر قاتل پر مقتول کے سب گناہ ڈال دئے جائیں گے۔

قیامت میں لوگوں کے خون کے فیصلہ کے اس منظر نامہ میں جو بات صاف نظر آرہی ہے وہ یہ ہے کہ ہر قتل کی پوچھ تاچھ ہوگی اور وہی قتل اجر وثواب کا مستحق قرار پائے گا جو اخلاص کے ساتھ اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے کیا گیا تھا اسکے علاوہ سارے قتل عذاب وعقاب کے مستحق ہوں گے بھلے سے وہ تمام قتل دنیا میں ظاہری اعتبار سے کتنے مقدس نظر آئیں۔

یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کی سربلندی میں تلوار کی قوت سے کہیں زیادہ اخلاق کی قوت زیادہ موثر اور مفید رہی ہے۔ اسکی مثالیں تاریخ اسلام میں بکثرت ملتی ہیں۔ اس مقام پر صرف محمد بن قاسم فاتح سندھ کا

ایک ہی نام کافی ہے۔

محمد بن قاسم اموی دور کے ایک نیک کردار اور صالح سپہ سالار تھے، وہ اسلام کی سر بلندی کا جذبہ اور حوصلہ لئے ہوئے قدیم ہندوستان پہنچے، انہوں نے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ عدل وانصاف، مساوات و رواداری اور خوش خلقی وخیر خواہی کی ایک ایسی مثال قائم کی جسکا نمونہ ہندوستانی عوام نے اپنے مذہب حکمرانوں میں نہیں دیکھا تھا۔عدل وانصاف کے اس منظر نامہ نے لوگوں کے دلوں کی دنیا بدل ڈالی اور بے شمار لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔

سلیمان بن عبدالملک کو محمد بن قاسم کے ساتھ ذاتی عداوت اور پُر خاش تھی جسکی وجہ سے اس نے محمد بن قاسم کو معزول کر دیا اور دمشق واپس لوٹنے کا حکم صادر کیا۔ جب یہ مرکز خلافت پہنچے تو سلیمان نے انہیں جیل میں ڈال دیا اور وہ اسی قید وبند میں زندگی کی آخری سانس لی۔

محمد بن قاسم جس وقت ہندوستان چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے دمشق چلے جارہے تھے سارے لوگ رو پڑے ہر جگہ یہاں صف ماتم بچھ گئی۔غیر مسلم رعایا کا حال ہی برا تھا ان کی زبانیں یہ کہتے خشک نہیں ہو رہی تھیں کہ محمد بن قاسم ایک دیوتا ہیں جو ہم سے رخصت ہوئے ایک مورخ کے الفاظ ہیں۔

فبکی اهل الهند علی محمد بن قاسم و صوره محمد بن قاسم کے چلے جانے سے اہل ہند رو پڑے اور ان کا بت بنا ڈالا۔

محمد بن قاسم کو اگر دمشق واپس نہ بلا لیا جاتا اور وہ ہندوستان ہی میں رہ جاتے تو ان کے عدل وانصاف کی وجہ سے وہ سارے لوگ بھی اسلام میں داخل ہو جاتے جو ان کی روانگی کے وقت غیر مسلم رہے، اگر یہ واقعہ ظہور پذیر ہوتا تو ہند میں دعوت اسلامی کا روشن باب کہلاتا۔

آمدم برسر مطلب، یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ اسلام میں انسانی جانوں کی جتنی اہمیت ہے اتنی اہمیت دوسرے مذاہب اور انسانی قوانین میں نہیں ہے۔ اسلام نے جہاد جو حکم دیا ہے وہ خصوصی حالات اور واقعات کے ذیل اور ضمن میں ہے۔اسکی حیثیت جارحانہ نہیں ہے۔ مدافعانہ ہے اور اسکی شکل وصورت بدلہ وانتقام کی نہیں ہے۔ جہاد انسانوں کے ظلم وستم سے بچانے کے لئے ہے اور انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے بچانے کے لئے ہے اور انسانوں کو بنیادی حقوق دلانے کے لئے ہے اور زمین پر عدل وانصاف اور امن وامان قائم کرنے کے لئے ہے اور انسانوں کو انسانوں اور بتوں کی عبادت سے چھٹکارا دلا کر ایک خالق کی عبادت پر قائم کرنے کے لئے ہے۔

دنیا میں انسانوں کے مختلف گروہوں کے درمیان ہونے والی جنگوں میں صرف جہاد ہی ایک لڑائی ہے جس میں انسانیت اور اخلاقیات کی قدریں پوری طرح سے محفوظ رہی ہیں۔ کسی اسلامی جنگ میں ایسی نظیر نہیں ملتی کہ اس میں غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کو ڈھادیا گیا ہو۔ سرسبز وشاداب کھیتوں اور غلہ واناج اور پانی کے ذخیروں اور رہائشی مکانوں اور ہسپتالوں کو تباہ وتاراج کیا گیا ہو اور بے قصور انسانوں، معذوروں، ضعیفوں، بیماروں، عورتوں اور بچوں کو قتل کردیا گیا ہو۔ اس دعویٰ کے ثبوت میں ہزاروں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں یہاں صرف سلطان محمد صلاح الدین ایوبی کا ایک ہی نام کافی ہے جس نے یروشلم میں جنگ کے دوران اور جنگ کے بعد عیسائیوں اور یہودیوں کے ساتھ جو شریفانہ سلوک اور کریمانہ برتاؤ کیا ہے کیا ایسی مثال یہودیوں اور عیسائیوں نے جو لڑائیاں لڑی ہیں ان میں مثال مل سکتی ہے۔

موجودہ دور میں انسان حقوق کے تحفظ کی دعویٰ دار مغربی قومیں اکیسویں صدی عیسوی میں امریکہ اور اسکے حلیف ملکوں کی قیادت میں عراق میں ہونے والی جنگ، یروشلم میں صلاح الدین کی قیادت میں ہونے والی جنگ کے درمیان اور تقابل کرتے ہوئے کیا بتلاسکتی ہیں کہ ان دونوں جنگوں کے درمیان انسانی جانوں کی ہلاکت کا تناسب کیا ہے۔

موجودہ زمانے میں بعض حکومتوں اور مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے ظلم وستم، وحشت وبربریت اور قتل وخون کا ردعمل دہشت گردی کی صورت میں سامنے آرہا ہے۔ اس انتقامی کاروائی اور حقوق کی بازیاں کی اس مہم کو صحیح رخ خیال کیا جارہا ہے۔ اور بعض اہل علم نے زمین کے بعض مخصوص علاقوں اور حصوں میں اضطراری حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اس قسم کے اقدام کو جائز تصور کیا ہے۔ جواز کی اس صورت کو کسی مخصوص خطۂ زمین میں عارضی اور وقتی طور پر قبول بھی کرلیا جائے تو اس میں یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہیئے تاکہ اس نوع کی کاروائی صرف مجرموں اور ظالموں تک مخصوص اور محدود رہے نہ کہ اسکی ضد میں بے گناہ اور معصوم لوگ آجائیں۔ اور جابروں کو کیفر کردار تک پہنچانے میں معصوم اور بے گناہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا یہ اسلام کی امن پسند اور انسانیت نواز تعلیمات کے خلاف ہے۔

علاوہ ازیں ظلم وزیادتی اور حق تلفی کے خلاف لڑی جانے والی لڑائی کو وطن وسیاست کی لڑائی کا نام دینا ایک صحیح تعبیر تھی۔ اس کے برعکس اس نوع کے اقدامات کو جہاد کہا گیا جو شرعی نقطہ نظر سے تعبیر کی غلطی تھی۔

اسی غلط تعبیر کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام دشمن طاقتیں اسی کے تناظر میں اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گرقرار دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کررہی ہیں۔ اور آج الکٹرانک میڈیا اسی زاویہ نگاہ سے اسلام اور مسلمانوں کی تصویر کشی کررہا ہے اور دنیا بھی کسی درجہ میں ایسا ہی تصور کرنے لگی ہے جیسا کہ میڈیا پیش کررہی ہے۔ جہاد ایک چیز ہے، دہشت

گردی ایک دوسری چیز ہے اوران دونوں میں کسی جہت سے مناسبت نہیں ہے بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے مختلف اور متضاد ہیں۔ دہشت گردی کو جہاد کہنا اور جہاد کو دہشت گردی کہنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے رات کو دن کہنا اور دن کو رات کہنا ہے۔ آج وقت کا اہم ترین تقاضہ یہ ہے کہ جہاد کے صالح ومفید اور پُر امن مقاصد کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے اور دہشت گردی کے طابع ومضر اور فساد وفتنہ بھر پور مقاصد واثرات کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے اور وسیع پیمانہ پر دنیا کی مختلف زبانوں میں الکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کی صحیح اور اصلی تصویر دنیا کے سامنے پیش کی جائے اور اس غبار آلود حقیقت کو صاف وشفاف کیا جائے کہ اسلام ایک انسانیت نواز مذہب ہے اور مسلمان ایک امن پسند گروہ ہے۔

وماعلینا الا البلاغ... ☆☆☆☆☆☆☆

نعت حضورؐ

محمد یوسف شمیم بی،اے نیلّور۔(اے۔پی)

رَقصاں ہے موج مہبا ڈوبا ہوں سَر خوشی میں
اک کیفِ سرمدی ہے عشقِ محمّدیؐ میں

سَر ہوٗ در نبیؐ ہوٗ عالم ہوٗ بیخودی کا
ایسی بھی ساعت آئے اے کاش زندگی میں!

کیوں مجھ حقیر پر ہے سرکارؐ کی نوازش؟
یہ بات راز کی ہے رہنے دو راز ہی میں

نُورِ محمّدیؐ ہے پنہاں بھی اور عیاں بھی
شمس وَ قمر کی ضو میں، تاروں کی روشنی میں!

دیدارِ مصطفیؐ کا پیاسا ہوں میں تو کیا غم
سو جام کی ہے مستی ایک میری تشنگی میں

نعت حضورؐ کہکر میں نے شمیمؔ پایا،
اپنا مقام اونچا دنیائے شاعری میں !

پیشکش محمد باقر حسین، محمد سجاد حسین (جدّے) محمد یوسف شمیم صاحب نیلّور۔

جواہر الحدیث

مولوی حافظ ڈاکٹر بشیر الحق قریشی

نبی کریم ﷺ کے بیانات اور خطبات، عام اجتماعات کے علاوہ مخصوص اجتماع میں بھی ہوا کرتے تھے، اور اپنے گھر کی خواتین وحضرات کے روبرو بھی ہوا کرتے تھے اور کبھی کبھی آپ ایک شخص سے بھی طویل مخاطبت فرماتے تھے۔ایسے وقت میں آپ کا مخاطب فرد واحد ہی ہوتا تھا لیکن اسکے ساتھ جو گفتگو ہوتی تھی وہ ایک اچھی خاصی تقریر ہوتی تھی اور اس میں متعدد علمی عملی اور دعوتی وترغیبی پہلو ہوا کرتے تھے۔ایک موقعہ پر ایسی ہی گفتگو آپ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ فرمائی تھی جو ان کے لئے نبی کریمؐ کی جانب سے وصیت تھی اور ان کے واسطہ سے پوری امت کے لئے بھی وصیت تھی۔

نبی کریمؐ حضرت ابوذر غفاریؓ کو بہت چاہتے تھے اور حضرت ابوذر غفاری بھی آپؐ کے ساتھ غایت درجہ ادب کے ساتھ دوستانہ رویہ اختیار کرتے تھے۔اس حدیث کی روایت میں حضرت ابوذر غفاری نے نبی کریمؐ کو خلیل کے لفظ سے یاد فرمایا ہے جس سے بڑی اپنائیت اور دوستی کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں اوصانی خلیلی بسبع میرے خلیل ﷺ نے مجھے سات باتوں پر عمل کرنے کی وصیت فرمائی۔

امرنی بحب المساکین والدنو منھم

میرے خلیلؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں مسکینوں کے ساتھ محبت کروں اور ان کے ساتھ ربط وضبط رکھوں اور ان سے قریب رہوں۔ان سے دوری اور مہجوری اختیار نہ کروں، مساکین، مسکین کی جمع ہے، مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو، اور وہ اپنی ضروریات کے مطابق اسباب نہ پارہا ہو اور سخت تنگ حال ہو، اور وہ خوددار اور غیور ہو، اور اپنی ضرورت و حاجت کی تکمیل کے لئے کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرتا ہو۔

اسکے علاوہ مسکین اس شخص کو بھی کہا جاتا ہے جسکے مزاج میں مسکینی وفروتنی اور عاجزی ہو، خواہ وہ مالدار رہے۔اسکی طبیعت میں غرور وتکبر نہ ہو، متواضع اور منکسر المزاج ہو، غریبوں محتاجوں، ضعیفوں اور کمزوروں کی صحبت اور ہم نشینی کو عزیز

رکھتا ہو، جس آدمی کے اندر ایسی صفتیں اور عادتیں ہوں، اس پر بھی مسکین کا اطلاق ہوتا ہے۔

مسکین کے علاوہ ایک دوسرا معروف لفظ فقیر بھی ہے لیکن دونوں کے معنی و مفہوم میں فرق ہے۔ فقیر وہ شخص ہے جو اپنی معیشت اور روزگار کے لئے دوسروں کے تعاون کا محتاج ہو، یہ محتاجی متعدد پہلوؤں سے ہوسکتی ہے۔ مثلاً آدمی حادثہ سے معذور ہو جائے، عورت بیوہ ہو جائے، بچے یتیم ہو جائیں، مرد، عورتیں، بچے امراض کی وجہ سے معذور ہو جائیں، بڑھاپے اور ضعف کے باعث چلنے پھرنے سے عاجز آجائیں۔ آدمی روزگار نہ ملنے کی وجہ سے تنگ دستی اور فاقہ کا شکار ہو جائے وغیرہ یہ تمام فقر و احتجاج کی صورتیں ہیں۔ جن کی موجودگی میں آدمی کو فقیر کہا جا سکتا ہے۔

عام طور پر فقیر اور مسکین کو ہم معنی سمجھ لیا جاتا ہے اور انکے درمیان فرق اور امتیاز کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا، فقیر کو مسکین اور مسکین کو فقیر تصور کر لیا جاتا ہے جو لغت کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے اور دونوں کی حالت و کیفیت اور مزاج و طبیعت کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے۔

فقر ایک چیز ہے، مسکین ایک چیز ہے۔ احادیث میں فقر اور مسکین دونوں سے متعلق صراحتیں اور وضاحتیں ملتی ہیں۔ نبی کریمؐ نے فقر کے دو پہلو کی نشان دہی کی ہے۔ ارشاد فرمایا۔ کاد الفقران یکون کفرا۔ فقر اور محتاجی آدمی کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ اس حدیث میں ایسے آدمی کی حالت اور کیفیت کو سامنے رکھا گیا ہے جو ایمان اور ایقان کے اعتبار سے کمزور ہو۔

اور آپؐ نے فقر سے پناہ مانگی، اللھم انی اعوذبك من الفقر۔ اے اللہ میں فقر و مفلسی سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فقر سے جو پناہ طلب کی ہے یہ دراصل امت کے لئے تعلیم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے فقر و مفلسی سے پناہ چاہے۔ کیونکہ کمزور صاحب ایمان شخص کو فقر و مفلسی کی آزمائشوں میں دین و ایمان پر ثابت قدم رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔

فقر کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے جسکی وجہ سے ایمان و ایقان میں زیادتی ہوتی ہے بعض صوفیہ نے یہاں تک کہا ہے کہ جس رات فقیر کو فاقہ نصیب ہو، وہ رات، شب معراج ہوتی ہے جس میں بندہ اپنے رب سے مناجات کا شرف حاصل کرتا ہے۔

یہ فقیر اختیاری ہے جس میں صبر کا پہلو غالب رہتا ہے نبی کریمؐ نے ایسے ہی فقر سے متعلق ارشاد فرمایا۔ الفقر فخری۔ فقر میرے لئے باعث فخر ہے۔ نبی کریمؐ کو فقر اور مسکنت اس قدر محبوب چیز تھی کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعا

مانگی۔اے اللہ! مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور اسی حالت میں دنیا سے اٹھالے اور میرا حشر مساکین کے ساتھ فرما۔

فقر و مسکنت قضا و قدر کے فیصلہ سے خوشنودی کے ساتھ جڑے رہیں تو آدمی اللہ تعالیٰ کی نظروں میں محبوب بندہ قرار پاتا ہے اور یہی فقر و مسکین دخول جنت کا سبب ہے۔ نبی کریمؐ نے مساکین کے بارے میں فرمایا، یہی لوگ کثرت سے جنت میں جائیں گے۔آپؐ نے فرمایا: میں جنت کے دروازے پر کھڑے ہوئے یہ منظر دیکھا کہ جنت میں جو لوگ مجھے نظر آئے وہ مساکین تھے اور جنت کے دروازے پر جن لوگوں کو روک دیا گیا تھا وہ ذی مرتبت اور صاحب ثروت تھے۔

قمت علی باب الجنة، فاذا عامة من دخلها المساکین واصحاب الجد محبوسون۔

اس حدیث میں مساکین اور اصحاب دولت سے متعلق جس صورت حال کو نمایاں کیا گیا ہے اسکا پس منظر یہ ہے کہ مساکین چونکہ دنیا میں بے سروسامان تھے جسکی وجہ سے انہیں حساب و کتاب کی پیشی اور تفتیش میں زیادہ وقت ضائع نہیں ہوا اور وہ بہت جلد جنت میں پہنچ گئے اور جو لوگ دنیا میں ذی منصب اور صاحب ثروت تھے، انہیں حساب و کتاب کی وجہ سے جنت کے دروازے پر بہت دیر تک روک دیا جائیگا۔حساب و کتاب میں کافی دیر ہو جائے گی، اسکے بعد وہ جنت میں پہنچ جائیں گے، دخول جنت سے متعلق یہ تو عامۃ المسلمین کی صورت تھی لیکن یہی کیفیت حضرات انبیائے کرام میں جو اصحاب سلطنت تھے، ان کے ساتھ بھی پیش آئے گی، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ گروہ انبیاء میں سب سے آخر میں جنت میں جائیں گے۔اس تاخیر کا سبب بھی وہی ہوگا جو اصحاب دولت کا رہا کیونکہ آپ بھی ساری روئے زمین کے بادشاہ تھے بے حد و حساب و دولت و ثروت اور اسباب عیش و عشرت کے مالک و مختار تھے۔ان تمام چیزوں کے حساب و کتاب میں پانچ سو سال کا عرصہ لگ جائے گا۔

امام بخاری نے کتاب الجنائز میں ایک حدیث نقل کی ہے۔حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں۔ایک سیاہ فام خاتون کبھی کبھی مسجد نبوی کی صفائی کیا کرتی تھی، ایک روز آنحضرت ﷺ نے اس عورت کو یاد کیا اور ہم سے پوچھا کیا بات ہے۔جھاڑو دینے والی عورت نظر نہیں آرہی ہے۔ہم نے عرض کیا، اللہ کے رسولؐ، وہ انتقال کرگئی، یہ سن کر آپؐ نے فرمایا آپ لوگوں نے مجھے اسکی اطلاع نہیں دی۔کسی نے کچھ نہ کہا۔نبی کریمؐ نے محسوس کرلیا کہ ہم لوگوں نے اس خاتون کے انتقال کی خبر دینے کو اہم نہیں سمجھا، آپؐ یہ کہتے ہوئے مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے کہ مجھے اسکی قبر بتلایئے، آپؐ چل پڑے تو ہم لوگ بھی آپؐ کے ہمراہ چلنے لگے، آپؐ کو اس خاتون کی قبر بتلائی گئی تو آپؐ نے اسکی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔

اس روایت سے یہ بات معلوم ہورہی ہے کہ نبی کریم ﷺ پس ماندہ طبقہ کا بھی کس قدر خیال رکھتے تھے۔ آپ ؐ نے اپنے اس عمل کے ذریعے امت کو تعلیم دی کہ سماج کے سارے طبقات کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہئے۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں کچھ امراء اور روئسا آپ کے دروازہ پر کھڑے ہوئے اندر داخلہ کی اجازت کے منتظر تھے کہ اس دوران بعض مساکین صحابہ بھی حضرت عمرؓ سے ملاقات کے لئے آپہنچے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں اسی وقت اندر آنے کی اجازت دے دی، یہ منظر دیکھ کر امراء اور عمائدین کی زبان سے یہ جملہ غبط کے طور پر نکلا۔

یہ مساکین جنہیں سابقین اولین ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت عمرؓ کے دربار میں ان کا یہ اعزاز اور اکرام ہے تو آخرت میں اللہ کے دربار میں ان کے اعزاز اور اکرام کا کیا عالم ہوگا۔ غرض نبی کریمؐ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو مسکینوں سے قریب رہنے اور ان سے محبت کرنے کی جو نصیحت کی ہے وہ ساری امت کو نصیحت ہے کہ وہ غریب و کمزور اور فقیر و مسکین لوگوں کو کم تر اور حقیر خیال نہ کریں۔ ان کی تعظیم و تکریم کا پورا خیال رکھیں اور ان کے مقابلہ میں دولت مندوں کو ترجیح نہ دیں اور ان کے ساتھ خوشگوار تعلقات اور روابط رکھیں۔ نبی کریمؐ کی یہ ایک ایسی انمول ہدایت ہے کہ اس پر عمل کیا جائے تو سماج سے اونچ نیچ اعلیٰ و ادنیٰ اور کم تر و برتر کا تحقیر آمیز رویہ ختم ہو جائے گا اور پورے معاشرہ میں محبت و الفت اور تعظیم و تکریم کی فضا پھیل جائے گی اور انسانی اقدار کو فروغ حاصل ہوگا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں امرنی ان النظر الی من ھو دونی، ولا انظر الی من ھو فوقی۔ میرے خلیلؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں ان لوگوں کی طرف نظر کروں جو مجھ سے کم تر اور فروتر ہیں، اور ان لوگوں کی طرف نظر نہ کروں جو مجھ سے فائق تر اور برتر ہیں۔

آج دنیا میں ہر آدمی کی خواہش اور جدوجہد ہے کہ وہ ترقی کی منزلیں طے کرتا چلا جائے۔ یہ جذبۂ عمل اپنی جگہ قابل قدر اور لائق ستائش ہے اسی کے دم سے زندگی ہر دم رواں پیہم جوان رہتی ہے۔ اس حرکت و عمل کے پیچھے ایک ہی آرزو ہوتی ہے کہ زندگی پرسکون گذرے، اس آرزو کی تکمیل کے لئے ایک نفسیاتی اصول کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔ جسکی تعلیم حضرت ابوذر غفاری کو دی گئی ہے۔ اپنے سے کم تر شخص کو دیکھیں، اپنے سے برتر کو نہ دیکھیں۔ کسی شخص کو کم تر اور برتر کس زاویہ سے قرار دیا جائے، اسکی وضاحت ایک حدیث میں ملتی ہے، من نظر فی دینہ الی من ھو فوقہ فاقتدی بہ ونظر فی دنیاہ الی من ھو دونہ فحمد اللہ علی ما فضلہ علیہ ومن نظر فی دینہ الی من ھو دونہ ونظر فی دنیاہ الی من ھو فوقہ فاسفك علی مافاقہ۔

جو کوئی دین کے معاملہ میں اپنے سے اونچے آدمی کو دیکھے گا تو وہ خود کو بلند درجہ کا آدمی اور بہتر انسان محسوس کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس انسان سے بہتر پوزیشن عطا کی ہے۔

اور جو کوئی دین کے معاملہ میں اپنے سے کم تر دین دار کو دیکھے گا اسکے مقابلہ میں خود کو بہتر اور برتر دین دار تصور کر لے گا، پھر وہ دین کے معاملہ میں آگے نہیں بڑھے گا اور اپنی دین داری پر فخر وغرور اور عجب کا مظاہرہ کرے گا۔

اور جو کوئی دنیا کے معاملہ میں اپنے سے برتر دنیا دار آدمی کو دیکھے گا تو اسکے مقابلہ میں خود کو کم تر اور فروتر محسوس کرے گا اور اپنے پاس غیر موجود سامان عیش وعشرت کو یاد کرتے ہوئے اور رنج وغم میں گھر جائے گا۔

دین اور دنیا کے معاملہ میں یہ دو مختلف زاویہ نظر وفکر کی اہمیت اور افادیت سے ہے کہ ایک طرف آدمی علم وعمل تقویٰ وطہارت اور خیر کے میدان میں آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا تو دوسری طرف اپنے پاس موجود نعمتوں کو محسوس کرے گا اور شکر گذاری کا رویہ اختیار کرے گا اور یہ دونوں پہلو زندگی کو حسین وجمیل اور پر کیف وسکون بنانے میں نہایت موثر ثابت ہوں گے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں وامرنی اصل الرحم وان اوبرف میرے خلیلؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلۂ رحمی کرو، اگر چہ کہ وہ مجھ سے رشتہ توڑ لیں۔

صلہ رحمی اسلام کی لغت کا ایک مشہور ترین لفظ ہے۔ قرآن اور حدیث میں صلہ رحمی کی بڑی ترغیب اور تعلیم ہے اور قطع رحمی کی شدید ممانعت ہے، صلہ رحمی کا معنی اور مفہوم ہے رشتہ داروں اور قرابت داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور نیک سلوک کرنا اور ان کا حق ادا کرنا، قطع رحمی کا مطلب ہے، رشتہ داروں سے دوری اختیار کرنا اور ان کے ساتھ حسن سلوک نہ کرنا۔

اہل قرابت میں مختلف رشتے شامل ہیں ان میں پہلے درجہ میں والدین اور بیوی بچے آتے ہیں۔ ان کے بعد والدین کے رشتہ دار، اور بیوی کے رشتہ دار، والدین اور بیوی کے واسطے سے درجہ بہ درجہ نزدیکی ودوری کے لحاظ سے مختلف اور متعدد رشتہ داریاں سامنے آتی ہیں۔ ان تمام رشتہ داروں کا پاس ولحاظ رکھنا اور ان کے ساتھ حسن وسلوک کرنا یہ ایک اسلامی اور اخلاقی فریضہ ہے۔

امام بخاری نے کتاب الادب میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریمؐ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا۔ اللہ کے رسولؐ! مجھے ایسا عمل بتلائے جو مجھے جنت میں لے جائے۔ آپؐ نے فرمایا! اللہ کی بندگی کرو اور اسکے ساتھ کسی

کوشریک نہ ٹھہراؤ، نماز پڑھو، زکوٰۃ دواور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

اسی باب میں ایک دوسری حدیث ہے جسکی روایت حضرت ابو ہریرہؓ نے کی ہے، نبی کریمؐ نے فرمایا! جس آدمی کو یہ بات پسند ہے کہ اسکے رزق میں کشادگی ہواور اسکی عمر میں اضافہ ہوتو اسے چاہئے کہ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔

رشتہ داروں کے حسن وسلوک نہ کرنے کو اور ان سے تعلق منقطع کرنے کو ایک ایسا گناہ قرار دیا گیا ہے جسکے ارتکاب سے آدمی جنت سے محروم ہوسکتا ہے۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا جو شخص رشتہ داروں کا حق ادا نہیں کرے گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

رشتہ داروں کے حسن وسلوک اور ان کے ساتھ تعاون کرنے کا مسئلہ اس وقت انتہائی نازک شکل اختیار کرجاتا ہے جب آدمی کو اسکے رشتہ داروں کی جانب سے بے جا زیادتیاں اور تکلیفیں پہنچتی ہے اور اقارب، عقاریب کا کردارادا کرتے ہیں تو وہ بھی اپنے رشتہ داروں سے دور ہوجاتا ہے۔ اور ان کے ساتھ نیکی اور حسن وسلوک نہیں کرتا، یہ ایک نفسیاتی ردعمل ہے جو ایسے حالات میں ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن نبی کریمؐ کی یہ تعلیمات ہیں کہ ایسے حالات میں بھی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک ترک نہ کرو اور ان کے برے سلوک کا جواب برے سلوک سے نہ دو بلکہ اچھے سلوک سے دو۔ اور ان کی غلطیوں اور زیادتیوں کو نظرانداز کردو۔ آپؐ نے فرمایا **اوصل من قطعك**

ارشادفرمایا یہ صلہ رحمی نہیں ہے کہ صلہ رحمی کے جواب میں صلہ رحمی کی جائے بلکہ صلہ رحمی یہ ہے کہ قطع رحمی کے جواب میں صلہ رحمی کی جائے۔ **ليس الواصل بالمكافى**

نبی کریمؐ کی یہ تعلیمات مسلم سماج میں پھیل جائیں تو رشتہ داروں کے درمیان بڑھتی ہوئی دوریاں ختم ہوجائیں گی، اور ان کے درمیان کی نفرتیں، محبتوں میں بدل جائیں گی۔

موجودہ زمانہ کا یہ بھی ایک عظیم المیہ ہے کہ لوگ اپنے رشتہ داروں کے مقابلہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہیں اور ان کے ساتھ تعاون کرتے ہیں اور ان کی مصیبتوں میں کام آتے ہیں، لیکن رشتہ داروں کو اپنے حسن سلوک کے مستحق اور سزاوار خیال نہیں کرتے، نبی کریم ﷺ نے کہا ہے۔ آدمی جب اپنے دوست کے ساتھ بھلائی کرے اور اپنے باپ کے ساتھ برائی کرے تو سمجھ لیا جائے کہ دنیا اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے۔

وبر صديقه وجفا اباه

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں، امرنی ان لا اصل احداً شیأ میرے خلیلؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں کسی سے کوئی چیز نہ مانگوں۔ احادیث میں سوال سے متعلق دو نقطۂ نظر سامنے آتے ہیں۔ ایک سوال کی ممانعت سے متعلق ہے اور یہ دونوں پہلو مواقع اور حالات سے جڑے ہیں۔

کسی مجبور و معذور اور ضرورت مند آدمی کے لئے سوال کی ممانعت نہیں ہے، بلکہ ایسے آدمی کے سوال کو پورا کرنے کی بڑی ترغیب اور تعلیم ملتی ہے۔ ممانعت اس وقت ہے جب کوئی شخص تن آسان اختیار کرتے ہوئے محنت مشقت اور حرکت وعمل کو چھوڑ دے اور اپنا پیٹ پالنے کے لئے بھیک مانگتا پھرے۔ اس ممانعت میں بڑی حکمت اور مصلحت پوشیدہ ہے۔ اگر سوال کی مطلق چھوٹ دی جاتی تو سماج میں مفت خوری، تن آسانی اور بے عملی کی لعنت عام ہو جاتی اور ترقی کی راہیں مسدود ہو جاتیں۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے حلال روزی حاصل کرنے کو فرض ٹھہرایا طلب الحلال فریضة بعد فریضه اور حلال مزدوری کے لئے جدوجہد کو جہاد کا درجہ دیا اور روزی میں سب سے زیادہ پاکیزہ روزی اسے قرار دیا جو اپنی کمائی سے کھائیں۔ ان اطیب ما اکلتم من کسبکم۔

نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ایک غریب صحابی حاضر ہوئے اور آپؐ سے امداد چاہی تو آپؐ نے ان کے لئے ایک کلہاڑی کا بندوبست کیا اور فرمایا یہ لے جاؤ۔ جنگل سے لکڑیاں کاٹو اور بیچو، اس سے جو آمدنی ہوگی اسے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے خورد ونوش کا انتظام کرلو۔

مزید ارشاد فرمایا ! اپنے ہاتھ کی یہ کمائی بہتر ہے اس سوال کی کمائی سے، جو سوال کہ قیامت میں تمہارے چہرہ پر گداگری کا داغ نمایاں کردے۔

اس سے یہ حقیقت نمایاں ہو رہی ہے کہ گداگری سے پیٹ پالنا نہ صرف دنیا میں ذلت ہے بلکہ آخرت میں بھی ذلت ہے۔

حضرت داؤ علیہ السلام کے بارے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں! کان داؤد علیه السلام لایا کل الا من عمل یدیه داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے یہ بڑی مشہور روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام لوہے سے ضرورت کی چیزیں بناتے اور فروخت کرتے اور اس سے رزق حاصل کرتے تھے۔

حضرت زکریا علیہ السلام سے متعلق ایک حدیث ہے کہ آپ نجار بڑھائی تھے کان زکریا علیه السلام نجاراً ظاہر ہے کہ آپ نے یہ پیشہ روزی روٹی کے لئے ہی اختیار کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جس نے حلال رزق کھایا، اور سنت کے مطابق زندگی بسر کی اور لوگوں کو تکلیف نہیں دی تو وہ جنت میں داخل ہوگا، وہ آدمی جنت میں نہیں جائے گا جسکے بدن کی نشونما حرام روزی سے ہوئی ہے۔

لا ید خل الجنۃ جسد غذی بالحرام۔

صحابی رسول حضرت مقدام بن ھدی کرب نے دودھ بیچنا شروع کیا تو صحابہ کرام کو بڑا تعجب ہوا کہ دودھ بھی کوئی بیچنے کی چیز ہے یہ وہ زمانہ تھا جس میں دودھ دہی چھانچ وغیرہ ضرورت منداور بے ضرورت مندلوگوں میں مفت تقسیم کیا جاتا تھا، ایسے ماحول میں دودھ کی فروخت کسی قدر حیرت انگیز بات بھی تھی۔ حضرت مقدام نے کہا، میں اس دودھ کی رقم سے اپنی بیوی اور بچوں کی کفالت کرتا ہوں یہی وہ درہم و دینار ہیں جن کی موجودگی آدمی کو دوسروں کے جیب پر نظر رکھنے سے بچائے رکھتی ہے۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ ایک زمانہ آئے گا جس میں لوگوں کو درہم و دینار کے سوا کوئی چیز نفع نہ دے گی۔

صحابیؓ رسول کے اثر سے بھی یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آدمی کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے جائز طریقوں سے مال و دولت کو جمع کرنا چاہئے تا کہ آدمی اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے کسی کا محتاج نہ رہے گداگری سے آدمی کے اندر مفت خوری اور تن آسانی کا مزاج پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے نبی کریمؐ نے سوال کو ممنوع قرار دیا تا کہ آدمی اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے کسی کا محتاج نہ رہے۔ گداگری سے آدمی کے اندر مفت خوری اور تن آسانی کا مزاج پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے نبی کریمؐ نے سوال کو ممنوع قرار دیا تا کہ آدمی اپنی محنت اور جدو جہد سے اپنا رزق تلاش کرے۔ اسکے لئے اسباب و وسائل تلاش کرے اور زندگی کی دوڑ دوپ میں اپنی ذات اور اپنے نفس پر اعتماد کرے اور اپنی مدد آپ کے اصول پر گامزن رہے اور اپنی زندگی اور اپنے اہل وعیال کی زندگی کو خوش حال بنائے اور جمود و تعطل اور بے عملی کا شکار نہ بنے اور لوگوں سے امداد حاصل کر کے اپنی شخصیت کو ذلیل نہ کرے۔

سوال کی ممانعت کے باوجود نبی کریمؐ نے معذور محتاج اور ضرورت مند کے لئے سوال کی گنجائش رکھی اور مسائل کی ضرورت پوری کرنے کی ترغیب و تاکید فرمائی اور کسی ضرورت مند آدمی کو خالی ہاتھ لوٹانے سے منع فرمایا اور اسکی دل شکنی کرنے اور اسے مایوس کرنے سے بھی روکا۔ مسائل کے سوال کو پورا کرنے میں دشواری اور مجبور ہو تو خوش کلامی اور خوش خلقی کے ساتھ معذرت خواہی کی ہدایت دی۔

اور آپ نے یہ بھی تعلیم دی کہ کسی کی ضرورت پوری کرنے میں اعتدال اور اقتصاد کو ملحوظ رکھیں اور اپنے لئے ایسی

صورت پیدا نہ کرلیں کہ سوال پورا کرنے کے بعد خود پریشانی میں مبتلا ہو جائے جیسا کہ ایک مرتبہ خود نبی کریمؐ ﷺ کے ساتھ ایسی ہی صورت حال سامنے آگئی تھی۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا

اس آیت میں براہ راست نبی کریم ﷺ مخاطب ہیں لیکن یہ حکم آپ کے واسطہ سے امت کے لئے ہے۔

قرآن کریم میں اس نوع کی اور بھی آیات ملتی ہیں۔ ایک جگہ آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ اپنے کپڑے پاک وصاف رکھئے۔ اور گندگی سے دور رہئے وثیابك فطھر والرجز فاھجز بھلا کوئی آدمی کیا یہ تصور کرسکتا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑے پاک رکھنے اور گندگی سے دور رہنے کی تعلیم کی ضرورت تھی۔

اس نوع کی آیتوں میں مخاطب تو آپ کی ذات اقدس ہوتی ہے لیکن ان کا حکم امت کے لئے ہوتا ہے۔

ولا تسبطھا کل البسط کی آیت کے نزول سے متعلق حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریمؐ کی خدمت میں ایک لڑکا آپہنچا اور عرضکیا کہ میری والدہ آپ سے ایک کرتہ مانگ رہی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس وقت میرے پاس اپنے بدن پر موجود کرتہ کے سوا اور کوئی کرتہ نہیں ہے۔ لہٰذا اپنی ماں سے میری طرف سے معذرت پیش کریں اور کہہ دیں کہ پھر کبھی ان کا سوال پورا کیا جائے گا۔ لڑکا واپس چلا گیا۔ پھر کچھ دیر بعد لوٹ آیا اور کہا کہ میری والدہ کہتی ہیں کہ وہی کرتہ عنایت فرمائیں جو آپ کے جسم مبارک پر موجود ہے۔ نبی کریمؐ نے اپنے جسم مبارک سے کرتہ نکالا اور سائل کے حوالہ کردئے۔ اب آپ کے لئے یہ صورت حال پیدا ہوگئی کہ آپ کو گھر کے باہر نکلنا دشوار ہوگیا۔

اس موقعہ پر اللہ نے آیت نازل فرمائی، اپنے ہاتھوں کو بالکل باندھ کر بھی نہ رکھیں اور بالکل نہ چھوڑ دیں کہ خالی ہاتھ ہو کر بیٹھ جائیں ولا تجعل تسبطھا کل البسط

غرض نبی کریمؐ نے سوال کرنے سے بھی منع فرمایا اور ضرورت پر سوال کرنے سے بھی منع نہیں فرمایا اور سوال پورا کرنے میں افراط سے بھی منع فرمایا

حضرت ابوذر غفاری فرماتے ہیں امرنی ان اقول بالحق ولو کان مرا میرے خلیلؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں حق بات کہوں بھلے سے وہ کسی کو کڑوی لگے۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ جس سماج کے لوگوں میں صاف گوئی اور حق گوئی کا سادہ جس قدر رہیگا اسی قدر وہ سماج فلاح و بہبودی، پاکیزگی وصفائی اور تعمیر وترقی کی راہ پر گامزن رہیگا۔ اور جس سماج میں خود غرض، ذاتی منفعت اور

مصلحت بینی اور منافقت و مداہنت کا مزاج پیدا ہو جائے تو اسکے افراد حق گوئی اور صاف گوئی سے پہلوتہی کریں گے جسکے نتیجہ میں سماج ہر قسم کی برائیوں بدکاریوں اور ناانصافیوں کا شکار ہو جائیگا، اسکے بعد کسی مظلوم کی فریاد گوش پر آواز نہ ہوگا۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو حق گوئی اور صاف گوئی کی جو تعلیم دی ہے وہ اس قدر مستحکم بنیادوں پر قائم ہے کہ آج تک بھی امت میں اسکے اثرات باقی رہیں۔ اسکا اولین مظاہرہ تو جماعت صحابہ سے ہوا جسکا ہر فرد حق گو رہا، کبھی کسی ایک فرد نے بھی نازک ترین مرحلوں میں بھی حق گوئی سے پہلوتہی نہیں کیا، صحابہ کرام کے بعد کبھی ایسا زمانہ نہیں آیا کہ پوری امت نے حق گوئی سے منہ موڑلیا ہو چنانچہ جب کبھی سیاسی اور مذہبی فتنے ابل پڑے تو امت میں سے کچھ افراد سامنے آگئے اور انجام سے بے پرواہ ہو کر حق کی آواز بلند کی، ایسے نازک ترین وقتوں میں ان جواں مردوں کا آئین ہی حق گوئی رہا اور کبھی بھی روباہی سے دور کا بھی واسطہ نہ رہا، اور وہ مختلف آزمائشوں اور تکلیفوں سے گذرے اور جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تاریخ اسلام میں ایسے افراد ایک دو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ اس مقام پر انس بن مالکؓ کی حق گوئی و بے باکی کی ایک مثال پیش کرنے پر اکتفا کیا جارہا ہے۔

ایک مرتبہ انس بن مالک اور حضرت طاوس خلیفہ منصور کے دربار پہنچے، منصور نے دونوں کو اپنے بازو بٹھالیا۔ حضرت انس سے خواہش ظاہر کی کہ وہ کوئی ایک حدیث سنائیے۔ حضرت انس نے یہ حدیث بیان کی کہ قیامت کے دن اس آدمی کو سخت ترین عذاب دیا جائے گا۔ جسے اللہ نے سلطنت دی۔ اور اس نے رعایا کے حقوق ادا نہیں کئے اور ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا عدل کے بجائے ظلم کی روش اختیار کی۔

یہ حدیث سننا ہی تھا منصور کی پیشانی پر بل پڑ گئے لیکن زبان سے کچھ نہ کہہ سکا، اسکے بعد دربار میں کچھ تک خاموشی چھائی رہی۔ حضرت انس جس جگہ تشریف فرما تھے۔ ان کے پاس ہی قلم اور دوات رکھا ہوا تھا۔ اور یہ چیزیں منصور کی نشست سے کسی قدر دوری پر تھیں۔ منصور نے حضرت انس سے کہا ذراوہ قلم اور دوات دیجئے۔ آپ خاموش رہے، قلم اور دوات پیش نہیں کیا۔ منصور نے دوبارہ کہا، اس وقت بھی آپ خاموش ہی رہے۔ یہ دیکھ کر منصور نے کہا مجھے قلم دینے میں آپ کو کیا چیز مانع ہے۔

حضرت انس نے جواب دیا، میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ اس قلم سے کوئی ظالمانہ حکم صادر نہ کردیں اور اللہ تعالیٰ مجھے بھی آپ کے ساتھ عذاب میں گرفتار نہ کرلے کہ میں نے قلم دے کر اس ظلم میں آپ کی معاونت کی ہے۔ یہ سننا ہی تھا منصور کی آنکھوں سے غیض وغضب کی چھنگاریاں پھوٹ پڑیں اور گرج دار آواز میں

بول اٹھا۔نکل جایئے یہاں سے۔

حضرت انس یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوے کہ ہم بھی یہی چاہتے ہیں۔غرض نبی کریمؐ نے حق بات کہنے کی جو وصیت فرمائی ہے اس میں ظلم وستم اور ناانصافی سے تحفظ ہے اور برائیوں کا انسداد اور انسانیت کی فلاح و بہبودی ہے۔آپؐ نے حق گوئی کو اس قدر رفعت اور بلندی بخشی ہے کہ اسے جہاد کا ہم پلہ قرار دیا ہے اور کسی ظلم و جابر حکومت اور حکمرانوں کے خلاف حق وانصاف کی آواز بلند کرنے کو افضل ترین جہاد قرار دیا اور ہر کسی کو ہر حال میں حق بات کہنے کی تلقین کی ہے۔عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے ہم سے بیعت لی ہے کہ ہم جہاں کہیں رہیں،حق بات کہیں، بایعنا رسول الله علی ان نقول بالحق اینما کنّا۔

حضرت ابوذر غفاری فرماتے ہیں میرے خلیلؐ نے مجھے تاکید فرمائی کہ دین کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی جانب التفات نہ کریں اور کسی بھی جگہ اور کسی کے سامنے اللہ کے دین اور اسکے احکام پیش کرنے میں کسی کی نکتہ چینی اور طعنہ زنی کا خیال دل مے نہ لائیں۔ان لا اخاف فی الله لومة لائم۔

دین کے معاملہ میں بعض حالات اور اوقات میں آدمی محض اس خیال سے زبان نہیں کھولتا کہ کہیں کوئی اس پر نکتہ چینی نہ کرے اور ہدف ملامت نہ بنائے، بلکہ بسا اوقات خلاف حق بات کی تائید کر بیٹھتا ہے زبان بندی اور خلاف حق بات کی تائید سے دین حق کے لئے جو نقصان پیدا ہوتا ہے اسکی طرف دھیان نہیں دیا جاتا بلکہ صرف اپنی عزت و ناموس اور تحفظ کی جانب توجہ دی جاتی ہے۔جو ایمانی واخلاقی اور اخروی اعتبار سے صحیح موقف نہیں ہے۔اسی لئے نبی کریمؐ نے ہدایت دی دین کے معاملہ میں کسی خوف واندیشہ کی سوچ اور سود وزیاں کے خیال سے بلند ہوکر علانیہ دین کی بات کہو اور کسی کی نکتہ چینی کا خیال دل میں نہ لاؤ اس سلسلہ میں ایک صحابیؓ رسول کا طرزِ عمل لائق تقلید ہے۔

ایک صحابیؓ نے ایران کا سفر کیا، وہاں انہیں شاہی دعوت میں شریک ہونے کا موقعہ ملا، اس دعوت میں بادشاہ وقت اور سلطنت کے اراکین، حکام، وزراء، اعلیٰ عہدہ دار، ملک کے عمائدین ورؤساء اور سرکردہ علمی وسیاسی شخصیتیں اور بیرونی ملکوں کے سفراء ونمائندے جمع تھے۔دسترخوان پر کھاتے ہوئے صحابیؓ رسول کے ہاتھوں سے کھانے کا ایک نوالہ نیچے گرا تو انہوں نے اٹھایا اور اسے کھالیا۔ان کے سامنے اور بازو بیٹھے لوگوں کی نظریں ان کی اس حرکت مرکوز ہوگئیں اور ان کے چہروں پر ناگواری کی علامت نمایاں ہوئی تو صحابیؓ رسول کے ہم سفر ساتھی نے کہا، ایران کے لوگ نہایت مہذب اور شائستہ ہوتے ہیں آپ کو ایسی حرکت نہیں کرنی چاہئے تھا صحابیؓ رسول نے اپنے ساتھی سے کہا

اشترك سنة حبيبى لهولا الحمقاء کیا میں ان احمقوں کی خاطر اپنے پیارے حبیب ﷺ کی سنت کو ترک کردوں۔

صحابیٔ رسول نے اپنے فعل اور قول کے ذریعہ رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی کہ کوئی بھی سماج کتنا ہی مہذب ومتمدن کیوں نہ ہو اور ان کی مجلسیں کتنی ہی پر وقار اور پر رونق کیوں نہ ہوں۔ مسلمانوں کو ہر حال میں اپنے پیارے حبیبؐ کے اسوہ وقدہ اور نمونہ کو سامنے رکھنا چاہئے اور اس سے انحراف نہیں کرنا چاہئے خواہ یہ مہذب دنیا ہمیں غیر شائستہ اور غیر تمدن میں کہہ لے۔ دین کے معاملہ میں کسی کی ملامت کا خیال دل میں نہیں لانا چاہئے۔

طعنہ زن اور نکتہ چین اشخاص کی نکتہ چینی وطعنہ زنی کا خدشہ صرف شریعت کے معاملہ تک محدود نہیں رہتا ہے بلکہ لوگوں کے خود ساختہ معیار اور سماج کے بنے بنائے بندھن کی خلاف ورزی میں بھی نکتہ چینی کا خوف شامل رہتا ہے۔ غریبوں اور فقیروں کے ساتھ تعلق رکھنے اور ان سے قریب ہونے کو نامی گرامی حضرات اور متمول طبقہ ناپسند کرتا ہے تو اسکی ایک وجہ نکتہ چینی کا خوف ہے۔

ایک مرتبہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ راستہ سے گذر رہے تھے فقراء کی جماعت کھانا کھا رہی تھی، اس نے آپ کو کھانے میں شریک ہونے کی دعوت دی تو آپ اپنی سواری سے اترے اور ان فقیروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا۔

لوگ یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ عالم اسلامی کی ایک عظیم مایہ ناز ہستی ان فقیروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہی ہے۔ ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ لوگ شیخ کے اس فعل کو ان کے عالمانہ وقار وعظمت کے منافی سمجھ رہے ہیں۔ شیخ کھانے سے فارغ ہوئے تو فقیروں نے بڑی مسرت کے آپ کی خدمت میں تشکر وامتنان کی سوغات پیش کی۔

اس موقعہ پر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ لوگوں سے مخاطب ہوئے اور ایک مختصر بات انکے گوش گذار کی اور وہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ اللہ کو غرور اور تکبر پسند نہیں ہے۔ یہ ایک جملہ ان لوگوں کی اصلاح اور تادیب کے لئے تھا۔ جنہوں نے شیخ کے فعل کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا۔ ہمارے سماج میں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ ملامت کروں کی ملامت کے خوف سے لوگ کسی اچھے کام کو انجام دینے میں توقف اور جھجک محسوس کرتے ہیں کبھی ترک بھی کردیتے ہیں اس طرح اچھے کام انجام دینے سے محروم ہوجاتے ہیں۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے ہدایت دی نیکی کے کام انجام دینے میں طعنہ زنی اور نکتہ چینی لوگوں کی جانب التفات نہ کرو۔

حضرت ابوذر غفاری فرماتے ہیں میرے خلیلؐ نے مجھے نصیحت کی کہ میں ہمیشہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ کا ورد

کثرت سے کرتا رہوں۔

احادیث کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ نے مختلف فقروں اور متعدد جملوں کے ورد کی تلقین کی ہے۔جن کے اندر دینی، دنیاوی، اور اخروی فوائد اور برکات ہیں۔

قرآن کریم میں دو واقعات پر باقیات صالحات کا جملہ ہے اسکے تعلق سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا، باقیات صالحات کو زیادہ سے زیادہ جمع کرلو، صحابہ نے پوچھا وہ کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا، سبحان اللہ، لا الہ الا اللہ، الحمد للہ واللہ اکبر، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

نبی کریمؐ نے دوسری حدیثوں میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کو کثرت سے پڑھتے رہنے کی ہدایت فرمائی ہے اور اسکے تعلق سے ارشاد فرمایا ہے کہ اسکے پڑھنے سے آدمی ننانوے ۹۹ بیماریوں اور مصیبتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اور اسکے پڑھنے کا کم از کم فائدہ یہ ہے کہ آدمی رنج وغم اور فکر و پریشانی سے محفوظ رہتا ہے۔

حاصل کلام! نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوذر غفاری کو جن سات باتوں پر عمل کرنے کی وصیت کی ہے یہ وصیت امت کے تمام افراد کے لئے بھی ہے۔ اس وصیت میں مخاطب خاص ہے، حکم عام ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق راقم حروف اور قاری حروف کو عطا فرمائے۔ امین

بجاہ سید المرسلین وآلہ الطیبین واصحاب الظاہرین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین۔

ایک اہم فتویٰ

ادارہ

استاذ محترم حضرت مولانا سید حمید اشرف کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے نصف صدی قبل یہ فتویٰ تحریر فرمایا تھا۔ جسکی تصدیق اور تصویب مولانا مفتی ابو المعالی محمد علوی لطیفی علیہ الرحمہ سابق اساتذہ دارالعلوم لطیفیہ، ویلور نے کی ہے۔ حضرت مولانا ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری علیہ الرحمہ سابق سجادہ نشین خانقاہ حضرت مکان ویلور نے اپنی دستخط اور مہر سے فتویٰ کی صحت اور صواب کی تائید فرمائی ہے۔ یہ فتویٰ حضرت مولانا مفتی شاہ محمد انوار اللہ سر قاضی قادری لطیفی مدظلہ استاذ دارالعلوم لطیفیہ کے پاس موجود مجموعۂ فتاویٰ سے دستیاب ہوا، موجودہ زمانے میں اس فتویٰ کی ضرورت واہمیت اورافادیت کے پیش نظر ہدیۂ ناظرین ہے۔

ادارہ

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں اولیاء کے مزاروں کے پاس جا کر کچھ مراد مانگنا ہو تو کس طرح مانگنا۔

۲۔ کسی اولیاء کی بشارت ہونے کی آرزو ہے تو کیا کرنا تین دن کے اندر بشارت ہونا اور سوال و جواب خواب میں ہی ملنا۔

۳۔ کچھ کام کے لئے برائے حاجت کے لئے آسان طریقے سے حاجت کرنا اور اسکا عمل کونسا ہے؟

۴۔ مسکین کونسے شخص کو کہتے ہیں؟

۵۔ ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اور ان کے اہل بیت کے کسی کے نام پر قربانی دے سکتے ہیں یا نہیں؟

۶۔ مرحوموں کا حج بدل کر سکتے ہیں کیا اور ان کے نام پر قربانی دے سکتے ہیں کیا معلوم کراؤ۔

۷۔ یہاں لوگ زین المجالس کی پڑھی کو بہت انکار سمجھتے ہیں اور وہ کتاب کو جلا ڈالو کر کے کہتے ہیں گیارھویں دستگیر کی کرنا جائز ہے یا نہیں وہ کھانا پکا کر دعوت کئے تو لوگ آتے نہیں وہ جائز نہیں کر کے کہتے ہیں۔

۸۔ اسم اعظم سے بہت مرادیں بر آتی ہیں کر کے لوگ بولتے ہیں وہ اسم اعظم کونسا ہے اسکا طریقہ کیا ہے معلوم کراؤ۔

۹۔ کسی استاد کے پاس قرآن شریف پورا پڑھنے کے بعد اس کا ہدیہ کر کے استاد سے اجازت لیکر مردوں کو بخشنا نہیں، بخشش ہوتی نہیں کر کے بولتے ہیں یہ بات صحیح ہے یا نہیں۔

رسالۂ عائشہ بی، سراٹون

الجــــــواب اللّٰھم ھدایته الحقّ والصّواب۔

۱۔ اولیاء کرام سے مراد مانگنے کا دو طریقہ ہے ایک یہ کہ دعا اور طلب حاجت اللہ رب العزت سے کرے اور اس بندۂ مقرب ومکرم کی روحانیت کو واسطہ اور وسیلہ بنائے اسطرح کئے کہ خداوندا اپنے اس محبوب ومقرب بندہ کی

برکت سے کہ جس کو تونے اپنے لطف وکرم سے نوازا ہے میری حاجت پوری فرما۔

دوسری صورت یہ ہے کہ خود اسی مقرب بارگاہ بندہ کو خطاب کرے اور کہئے کہ اے مقرب بارگاہ الٰہی آپ اللہ سے سفارش کیجئے اور دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ میرا مقصود ومطلوب مجھے عطا کرے اور میری حاجت پوری فرمائے۔ اولیائے کاملین کی ارواح سے استمد اد واستعانت کے متعلق مشائخ کرام کے واقعات اس قدر کثیر ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔

(فصل الخطاب الحاج سید شاہ محی الدین قادری قطب ویلور)

۲۔ اپنا دلی تعلق اپنے پیر ومرشد سے بہت مخلصانہ اور مضبوط رکھے پیر ومرشد کے لئے تسلیم وانقہ کا پورا جذبہ دل میں ہو اور یہ سمجھے کے مجھے جو کچھ فیض پہونچ سکتا ہے میرے پیر ومرشد ہی کے ذریعہ ہی سے مل سکتا ہے اس یقین اور جذبہ کے ساتھ اپنے پیر ومرشد کی صورت کا خیال دل میں جمائے اور اللہ کا ذکر برابر کرتا رہے انشاء اللہ تعالیٰ مقصود دلی جلد پورا ہوگا۔ (ملخص از فصل الخطاب)

۳۔ اپنی حاجت برآری کے لئے سب سے آسان عمل یہ ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ یہ کہئے لاالہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئی قدیر۔ اسکا نام تسبیح فاطمی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تعلیم اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو دی تھی اور اس تسبیح کی برکت ان کے ہر کام پورے ہوتے تھے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وضو کر کے دو رکعت نفل قضائے حاجت کی نیت سے پڑے اس کے بعد یہ دعا پڑھے اللھم انی اسئلک واتوجه الیك نبیك محمد نبی الرحمة یا رسول اللہ انی الوجه بك الی ربی فی حاجتی ھذہ لنقضتی لی حاجتی۔ جب فی حاجتی ھذہ کے لفظ پر پہونچے تو اپنی مراد کا خیال کرے انشاء اللہ جلد کامیابی ہوگی۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

۴۔ مسکین اور فقیر میں فرق ہے مسکین اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لئے لوگوں سے سوال کا محتاج ہو ایسے شخص کے لئے سوال کرنا حلال اور جائز ہے فقیر اسے کہتے ہیں جس کے پاس کچھ ہو مگر بقدر نصاب نہ ہو ایسے شخص کے لئے سوال ناجائز ہے کیونکہ بلا ضرورت و مجبوری سوال حرام ہے۔ (عالمگیری)

۵۔ احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی طرف سے قربانی کی یہ حضور

ﷺ کا اپنی امت پر خاص لطف و کرم تھا اس موقع پر بھی آپ نے اپنی امت کو فراموش نہ فرمایا تو جو لوگ صاحب استطاعت ہیں اگر وہ حضور ﷺ کی طرف سے قربانی کریں تو یہ انکی بڑی سعادتمندی خوش نصیبی ہے اور بڑے ثواب و فضیلت کا باعث ہے۔ (بہار شریعت)

۶ وفات پانے والوں میں ہر مومن اور مسلمان کی طرف سے قربانی کی جا سکتی ہے خواہ وہ اپنے اعزہ، و اقرباء ہوں اور ائمہ ہوں اسی طرح انکی طرف سے حج بدل بھی کرایا جا سکتا ہے لیکن حج بدل کے شرائط میں سے ایک شرط ہے کہ اگر حج بدل کرنے والا وارث کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہے تو اس صورت میں جسکی طرف سے حج بدل کیا جائے اسکا حکم ہونا ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ حج کے معارف اسی کے مال سے ہوں اور اگر حج بدل کرنے والا خود وارث ہے تو مورث کے حکم کے بغیر اور اپنے مال سے بھی حج بدل کر سکتا ہے۔ (ردالمختار)

۷ کتاب زین المجالس کے اشعار میں نے جا بجا سے دیکھا اسمیں انہیں حالات واقعات کو نظم کیا ہے جو عام طور سے مصنفین نثر میں بیان کرتے ہیں واقعات صحیح و مستند ہیں۔ نظم میں ہونیکی وجہ سے اسکا پڑھنا ناجائز نہیں ہوگا جن اشعار میں بزرگان دین کے فضائل ومناقب کا ذکر ہو اس کا پڑھنا ثواب اور اسکو پڑھنے سے منع کرنا اور جلانے کا حکم بدبختی اور بدنصیبی کی علامت ہے حضور ﷺ سے اشعار کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ھوالکلام حسنہ حسن وقبیحہ قبیح فالحسن منہ ما کان موالمواعظ والی۔

واذکر آلاء اللہ ونعمائیہ ونعت الصالحین وصفة المتقین فساعنہ حلال وما کان من هجور وسخف فساهمه۔

۷/احضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی گیارہویں ہو یا کسی اور بزرگ اور ولی کی فاتحہ ہو یہ سب ایصال ثواب میں داخل ہے ہر نیک کام کا ثواب دوسرے کو پہونچایا جا سکتا ہے اس کا ثبوت حدیث سے بھی ہے فقہ اور عقائد کی کتابوں میں بھی اسکی تصریح موجود ہے، جس کھانے پر حضرات امامین علیھم السلام کی نیاز کی جائے اس پر فاتحہ، قل، درود پڑھا جائے وہ تبرک ہے اسکا کھانا بہت خوب ہے۔ اس طرح حضرت غوث پاک کی فاتحہ کا کھانا بھی تبرک ہے اور اغنیاء و فقراء میں سب کے لئے بہتر ہے اس قسم کے کھانے سے طعن وانکار مسائل دینیہ سے جھل کی وجہ سے ہے اور کمال شوخی و بے ہودگی اور تعزیز بے ادبی میں داخل ہے۔ (فصل الخطاب مولانا سید شاہ محی الدین قادری ویلوری قدس سرہ)

۸ اسم اعظم کی تعین میں علماء کا اختلاف ہے جسے شب قدر کی تعین میں یعنی علماء کے اقوال مختلف ہیں

لیکن اکثر علماء کا قول ہے کہ اسم اعظم۔آیت کریمہ اللہ لا الہ الا ھوالحی القیوم میں موجود ہے۔ (کتب تفاسیر)

۹ ہرایک عبادت بدنی اور مالی کا ثواب میت کو بخشا جا سکتا ہے ہدایہ کی عبارت یہ ہے کہ ان اا الانسان لہ، ان یجعل ثواب عملہ بغیر صلوۃ اوصوماً اوصدقۃ اور غیرھا عنداھل السنۃ والجماعۃ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جامع البرکات شرح مشکوٰۃ میں لکھا کہ عبادت مالیہ کے ثواب کے پہونچنے میں سب کا زتفاق ہے لیکن عبادت بدنیہ مثلاً نماز، تلاوت، قرن اسکا ثواب پہونچنے میں اختلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اسکا ثواب پہونچتا ہے۔ روض الرباحین میں ذکر ہے کہ شیخ عزیزالدین ابن عبدالسلام کی وفات کے بعد لوگوں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ کہتے تھے کہ ہم دنیا میں حکم کرتے تھے کہ قرآت قرآن کا ثواب میت کو نہیں پہونچتا لیکن اب معلوم ہوا کہ پہونچتا ہے لہٰذا تم لوگ قرآن پاک پڑھکر اسکا ثواب ہم کو پہونچاؤ۔(فصل الخطاب)الجواب صحیح وشرح دستخط سید حمید اشرف۔مدرس، مدرسہ لطیفیہ، حضرت مکان قطب ویلور

الجواب صحیح، شرح دستخط، محمد طیب الدین۔مدرسہ لطیفیہ، حضرت مکان ویلور۔

الجواب صحیح مولوی علوی صاحب مدرس لطیفیہ، حضرت مکان ویلور۔

الجواب صحیح عبدالواحد مدرس لطیفیہ، حضرت مکان ویلور۔

الجواب صحیح

ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری

سجادہ نشین مکان، حضرت قطب ویلور

شرح دستخط ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری

ترجمۂ مکتوب حضرت قطب ویلورؒ

زبدۃ العارفین وارثِ علوم سید المرسلین کاشفِ رموز القرآن المبین محی الملۃ والدین حاجی الحرمین۔
مولانا سید شاہ محی الدین عبد اللطیفُ القادری رحمۃ اللہ علیہ المشہو رقطب ویلور

یہ مکتوب آپ نے مولوی سید حسین الملک صاحب عرف پاچھا صاحب مفتی بلہاری کے نام ۲۰ شعبان ۱۲۶۸ھ میں تحریر کیا تھا۔

بعد سلام مسنون کے معلوم ہو کہ عنایت نامہ کہ جو ۱۵ رجب ۱۲۶۸ھ کو فقیر کے نام تحریر کیا گیا تھا موصول ہوا۔ آپ لوگوں کی خیر وعافیت کی خبر سے دل کو اطمینان ہوا۔ الحمد للہ علی ذالک خط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شادی کی تاریخ ملتوی کردی گئی ہے۔ میرے عزیز ! جو کام ضروری ہے اسے جہاں تک ممکن ہو جلد کر دینا چاہئے، چھ ماہ تاخیر کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ من نمی گویم زیاں کن یا بفکر سود باش ای زفرصت بے خبر ہر چہ باشی زود باش۔

اور جیسا کہ اشارہ کیا گیا ہے اس فقیر مشتاق کی ملاقات کو تمام دوستوں کی ملاقات سے مقدم سمجھیں۔ خط میں اپنی لڑکیوں کی کثرت اور مزاج شریف کی ناسازی کا ذکر کیا گیا ہے۔ میرے مکرم میں نے تو آپ کی دونوں لڑکیوں کے متعلق تجویز سوچی تھی۔ لیکن آپ کی غفلت سے اس کا موقع نکل گیا۔ بہر حال حتی المقدور کار خیر میں ہاتھ بٹانے سے فقیر نہ پیچھے ہٹا ہے اور نہ ہوگا۔ بیماری کا تذکرہ جو آپ نے کیا ہے اس کے لئے عرض ہے کہ علاج ومعالجہ کے لئے بیمار کا طبیب کے سامنے ہونا ضروری ہے۔۔ ملاقات کے وقت جو تجویز مناسب ہوگی وہ کی جائیگی۔ تاہم فی الحال شربت وردمکر ہفتہ میں دوبار اور مفرح بارد دلکشا بقدر ایک مثقال روزانہ بوقتِ ظہر تازہ پانی کے ساتھ استعمال کریں۔

مکتوب میں بعض لوگوں کے افتراُ اور بہتان کا سبب مجھ سے پوچھا گیا ہے۔عزیز مکرم، مجھے کچھ نہیں معلوم کہ مولوی اسمعیل صاحب کون ہیں۔ان کا مذہب کیا ہے۔دوذخی ہیں یا جنتی ہیں،مومن ہیں یا کافر ہیں۔کل قیامت کے دن جو کچھ واقعہ یا حقیقت ہے وہ ظاہر ہو جائیگی۔لیکن صاحب تکمیل الایمان نے قول ولا نکفر من اھل القلبہ کے تحت تکفیر و تلعین کی ممانعت اور مکفر ولاعن کی جانب کفر ولعنت کے رجوع کرنے کے اندیشہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ نظر سے گذرا ہوگا۔علامہ ملاعلی قاری نے لکھا ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ وہ مسئلہ جس کا تعلق کفر سے ہے اگر اس میں ۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اس کی نفی کا ہوتو مفتی اور قاضی کے لئے بہتر ہے کہ وہ نفی والے احتمال پر عمل کریں۔اس لئے کہ ہزار کفار کو غلطی سے زمرۂ اسلام میں باقی رکھ کران کو رحمت خداوندی کا مستحق بنادینا یہ غلطی کم درجہ اور معمولی ہے۔بہ نسبت اس غلطی کے کہ کسی مسلمان کو غلطی سے زمرہ اسلام سے خارج کر کے عذاب خداوندی کا مستحق قرار دے دیا جائے۔

مسئلہ مذکورہ میں اس بات کی تصریح ہے کہ اگر قائل اپنے قول کی تاویل کرتا ہوتو اس کی تاویل قبول کی جائے گی۔ اور تکفیر وغیرہ کا حکم اس وقت ہے کہ جب قائل نے معنیٔ کفر کا قصد کیا ہو۔حدیث میں آیا ہے کہ رفع عن امتحا الخطاء والنّسیان اگر خطاء یا نسیان سے ایسا ہوا ہے،تو وہ معاف ہے۔فتاوی قاضی خان میں ہے اگر کسی نے غلطی سے کلمہ کفر کا تکلم کر دیا اسکی وجہ سے وہ کسی کے نزدیک بھی کافر نہ ہوگا۔منا بیع میں ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں متعدد وجوہ موجب تکفیر ہوں اور ایک وجہ مانع تکفیر ہوتو مفتی پر لازم ہے کہ وہ اس وجہ کو اختیار کرے جو مانع تکفیر ہے۔مسلمان سے حسن ظن کیوجہ سے پھر اگر قائل کی نیت اسی جانب تھی کہ جو مانع تکفیر ہے،تو وہ مسلمان ہے اور اگر اسکی نیت اس جانب تھی کہ جو موجب تکفیر ہے،تو مفتی کے فتوے سے اسے کچھ فائدہ نہ ہوگا بلکہ اسے توبہ اور کلمہ کفریہ سے رجوع اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔حاشیۂ سراجیہ محیط اور ذخیرہ میں ہے کہ مسلمان کافر نہ ہوگا جب تک کہ وہ کفر کا ارادہ نہ کرے،اگر چہ اس نے کلمہ کفریہ کا تلفظ کیا ہو۔خلاصہ میں ہے کہ ایسا لفظ جس میں چند احتمالات اور وجوہ ہوں اسکی وجہ سے قائل کافر نہیں ہوگا اس لئے کفر سب سے بڑی سزا ہے۔لہٰذا اس کے لئے جرم بھی بڑا ہونا چاہئے اور جب لفظ محتمل الوجوہ ہے تو جرم کی شدت باقی نہ رہی تو پھر سزا بھی سخت نہ ہوگی۔ملتقط میں ہے کہ عالم کو چاہئے کہ جب اس کے سامنے اس قسم کا معاملہ پیش ہو تو وہ اہل اسلام کی تکفیر میں جلد بازی سے کام نہ لے۔حالاں کہ یہ اس کو معلوم ہے کہ اگر کدی کو تلوار کے خوف سے کلمہ کفریہ کے تلفظ پر مجبور کیا گیا ہو اور اس نے جان کے خوف سے کلمۂ کفر زبان سے کہدیا ہو، جب بھی وہ مسلمان ہی رہتا ہے، کافر نہیں ہوتا۔

جب سے فقیر نے صراط مستقیم مطبوعہ ۱۲۳۹ھ کا مطالعہ کیا ہے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب کے سب وشتم اور تکفیر کے مسئلہ میں تکفیر کرنے والوں سے میں متفق نہیں ہوا۔ جس طرح خلفاء ثلثہ کی تکفیر کرنے والے یعنی روافض کا اور خلیفۂ رابع کی تکفیر کرنے والے یعنی خوارج کا اہل سنت والجماعت ساتھ نہیں دیتے اور روافض وخوارج اس وجہ سے اہل سنت سے ناراض رہتے ہیں۔ اور ان پر افترا واتہام رکھتے ہیں، اسی طرح فقیر جو مولوی اسمٰعیل صاحب کی تکفیر کرنے والوں کے ساتھ شریک نہیں ہے تو وہ لوگ مجھ سے ناخوش ہیں اور مجھ پر افترو بہتان رکھتے ہیں۔

سراج الامۃ امام اعظم علیہ الرحمہ والرضوان، یزید پلید کی عدم تکفیر اور عدم سب وشتم کی وجہ سے اور احتیاط پر عمل کرنے کے باعث ملعون نہیں ہیں۔ تو یہ فقیر جو مولوی اسمٰعیل صاحب کی تکفیر نہیں کرتا اور احتیاط پر عمل کرتا ہے تو اس پر کیوں طعن وتشنیع کی جاتی ہے۔ قرآن مجید احادیث شریف اور بزرگان دین کے اقوال سب فرعون کے پر دلالت کرتے ہیں اور صاحب مسیح لازہر نے فرعون کو تمام اگلوں اور پچھلوں میں سب سے زیادہ شقی اور بد بخت لکھا ہے، لیکن اس کے باوجود شیخ ابن عربی نے فرعون کے ایمان کو تاویلات سے ثابت کیا ہے۔ اور اس کی عدم تکفیر کی جانب گئے ہیں اور یہ عدم تکفیر، شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ العزیز کی قطبیت میں کچھ بھی خلل انداز نہ ہوی اور کسی نے شیخ کو فرعون یا کافر نہیں بنایا بلکہ ملا جلال الدین دوّانی نے شیخ ابن عربی، کی وسعت نظری اور ترحم علی الخلق کو دیکھ کر شیخ کی مدح وتحسین کی ہے تو اگر فقیر نے احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہوئے مولوی اسمٰعیل کی تکفیر نہیں کی تو فقیر کے ایمان میں کیا فرق پیدا ہوگا۔

اور کس طرح اس مسکین کو اسمٰعیلی کہا جاسکتا ہے۔ یہ مسکین اہل سنت والجماعت سے ہے اور حنفی المذہب ہے۔

لیکن اگر صرف مولوی اسمٰعیل صاحب کی عدم تکفیر کی وجہ سے کوئی مجھے اسمٰعیلی کہتا ہے، تو فقیر اسمٰعیل صاحب کی عدم تکفیر کی وجہ سے کوئی مجھے اسمٰعیلی کہتا ہے، تو فقیر اسمٰعیلی ہے، جیسا کہ امام شافعی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ اگر آل رسول ﷺ کی محبت ہی موجب رفض ہے۔ تو میں رافضی ہوں اس لئے کہ آل رسول کی محبت سے بڑھ کر اور کیا شئی ہوگی۔ اگر اس وجہ سے کوئی مجھے رافضی سمجھتا ہے تو سمجھا کرے۔ ان کے اس طعن سے میں آل رسول کی محبت کو ترک نہیں کرسکتا۔

شاید حقیقت لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے کہ اپنے مذہب سے خارج کرنا اور ایسی باتوں میں مشغول ہونا، جس سے ملتِ اسلام کو نقصان پہنچے، احمقوں اور نادانوں کا کام ہے، نصاریٰ باوجود عیسیٰ پرستی کے لاکھوں کو اپنے مذہب میں داخل کرتے ہیں۔ اور اپنی جماعت کو بڑھاتے ہیں۔ وہ روز بروز اسکی کوشش کرتے ہیں۔ خدا معلوم کہ مسلمانوں کو باوجود خداپرست ہونے کے مولوی اسمٰعیل صاحب کی تکفیر اور زمرۂ مومنین سے اخراج اور مسلمانوں کے اندر تفریق وانتشار پیدا

کرنے پر اس قدر اصرار و اہتمام کیوں ہے۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ جو شخص شہرت رکھتا ہو اور مطعون نہ ہو، یہ عنقا کہ حکم میں ہے، کیونکہ مثل مشہور ہے الشھرۃ افت۔

ہمارے اسلاف اور بزرگ بھی لوگوں کے طعن و تشنیع کا نشانہ بنے ہیں۔ امام ربانی شیخ محی الدین ابن عربی اور دوسرے مشائخ متاخرین، ائمہ اطہار، ائمہ اربعہ شریعت اور خلفاء اربعہ سب تکفیر اور مطاعن میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ مروانی ستر سے زائد سال تک اپنے زمانہ خلافت میں نمبروں پر خلیفہ رابع کو لعن طعن اور سب شتم کرتے رہے ہیں۔ رافضی خلفاء ثلاثہ اور دیگر صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں اور لاکھوں خارجی خلیفہ رابع اور دوسرے اہل بیت کی تکفیر کرتے ہیں، تو جب اتنی بڑی بڑی ہستیاں لوگوں کے طعن و تشنیع سے نہ بچ سکیں تو دوسرے لوگ طاعنین کی زبان سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ بوستان ؎

اگر درجہاں از جہاں رستہ است
دراز خلق بر خویشتن بستہ است
کس از دست جور زبانہا نرست
اگر خود نما یست و گر خود پرست
اگر بر پری چوں ملک زاسماں
بدامن در آویز دت بدگماں
بکوشش تواں و جلہ راپیش بست
نشاید زبانِ اندیش بست
کہ یارد بکنج سلامت نشست

جَوَاھِرُ السلوک

مترجم

افضل العلماء ابو المکارم سید شاہ مصطفیٰ حسین بخاری قادری ؒ

فاضل لطیفیہ

سجادہ نشین آستانہ بخاریہ صاحب مکان کڈپہ -اے پی-

فائدہ ۳۱

یہ فائدہ **تَبَتُّلْ** یعنی خدائے تعالیٰ سے الفت ومحبت دنیا اوراس کی لذتوں سے دوری اور نفرت کے بیان پر مشتمل ہے۔کتاب وصایا جسکو رسالہ قدسیہ بھی کہتے ہیں اس کے مصنف شیخ اجل حضرت مولانا زین الدین خوافی علیہ الرحمہ مقام **تَبَتُّلْ** کے بیان میں فرماتے ہیں ان وصیتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب حضرات سالکین کو دنیا سے ترک تعلق اور کنارہ کشی کے سبب رجوع الی اللہ کی توفیق حاصل ہوتی ہے تو وہ فرائض اور سُنَنِ رواتب یعنی سنت مؤکدہ کے اوقات کے سوا اپنے تمام اوقات کو لا الہ الا اللہ کے ذکر میں لگا دیتے ہیں اور تقسیم اوقات کو چھوڑ دیتے ہیں اس لئے کہ تقسیم اوقات کی طرف التفات اوران کی رعایت نیز ہر وقت میں ہر عمل کی رعایت یہ ایسی کچھ چیزیں ہیں جو حضرت قلبی یعنی یکسوئی میں تشویش پیدا کر دیتی ہیں۔لہٰذا یہ حضرات ایک ایسے آدمی کو مقرر کر لیتے ہیں جو ان کی اوقات کی حفاظت پر مامور ہوتا اوران کو ان کی اطلاع دیتا رہتا ہے۔مثال کے طور یوں کہتا ہے کہ یہ ظہر کی نماز کا وقت ہے، یہ عصر کی نماز کا وقت ہے،اسی طرح تمام نمازوں کے اوقات کو بتلاتا رہتا ہے،اگر وہ ایسے خبردار کرنے والے

شخص کو مقرر نہ کرے تو اسے خود اوقات کی تفتیش و تحقیق کی جانب محتاج ہونا پڑیگا جس سے یکسوئی میں پریشانی اور پراگندگی ہوگی۔ نیز اسے ایک ایسے آدمی کو بھی مقرر کرنا پڑیگا جو اسے حلال اور معتدل کھانا تیار کر کے پیش کر سکے اور اس سے بار بار گفتگو نہ کرے۔ اس آدمی کو اپنے سے جدا ہونے سے پہلے ہی بتا دے کہ اس کے ساتھ بات چیت نہ کرے۔ اور نہ کوئی بات اس تک پہنچائیے۔ چاہے وہ اچھی خبر ہو یا بری خبر، کیونکہ دنیا سے کنارہ کش ذاکر ایسی باتیں سنے گا تو ان کے متعلقات بھی خیال میں آئینگے اور دماغ اس کی طرف متوجہ ہوگا جسکی وجہ سے وقت ضائع ہوگا۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ سرہٗ نے دنیا سے کنارہ کشی کے جواز اور خلوت کا صحیح فائدہ حاصل ہونے کے لئے آٹھ شرطیں ذکر کی ہیں۔

پہلی شرط

ہمیشہ باوضو رہے، کیونکہ وضوء میں شروع شروع چاند کی روشنی کی طرح ایک چمکتا ہوا نور رہتا ہے جس سے خلوت روشن ہوجاتی ہے پھر آخر میں سورج کی روشنی کی طرح ہوجاتا ہے پھر وہ سورج کی ٹکیہ کی طرح ظاہر ہوتا ہے اور سینے میں داخل ہوتا ہے تو آفاق میں اس کا ظہور باقی نہیں رہتا بلکہ وہ انفس کی طرف بڑھتا رہتا ہے اور اسکا ظہور آنکھوں سے تو نظر نہیں آتا بلکہ دوسرے انور ظاہر ہوتے رہتے ہیں اللہ نے چاہا تو اس کی تشریح بھی حسب موقع آجائیگی۔

دوسری شرط

ہمیشہ خلوت میں رہے اور جب خلوہ کدہ میں داخل ہونے لگے تو مسجد میں داخل ہونے کی طرح بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھتے ہوئے داخل ہو، اپنے شیخ کے واسطے سے اپنے مشائخ کرام کی ارواح مقدسہ سے اعانت طلب کرے ماسوی اللہ سے کٹ کر رضائے خداوندی کی خاطر اس میں داخل ہو، خلوت کدہ کو قبر تصور کرے اور اس احساس کے ساتھ اس میں داخل ہو کہ اللہ کے پاس جا رہا ہے اور ماسوی اللہ کو چھوڑ رہا ہے۔ پھر قبلہ رُخ چہار زانو ہو کر یا دو زانو ہو کر جیسا کہ تشہد میں بیٹھتے ہیں یا اکھڑو یعنی گوٹ مار کر بیٹھے، الغرض بیٹھنے میں ایسی ہیئت اختیار کرے کہ قبلہ کو رحمت ہو اعضاء کو تکلیف نہ ہو جو تشویش قلب کا باعث ہوتے ہیں۔ خلوت کدہ کی دیوار سے ٹیک نہ لگائے۔ اپنے سر کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں جھکائے رکھے اور اپنی دونوں آنکھوں کو بند رکھے حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد

انا جلیس من ذکرنی (یعنی میں اس کا ہمنشین ہوتا ہوں جو مجھے یاد کرتا ہے) کو ذہن میں رکھے پھر اپنے شیخ محترم کے بارے میں یہ تصور کرے کہ وہ نظروں کے سامنے ہیں کیونکہ اس راستے میں وہی اس رفیق ورہنما ہوتے ہیں، شیخ معنوی اعتبار سے اور اپنی روحانیت کے ساتھ مرید کے ساتھ رہتے ہیں، کیونکہ جو حقیقتاً شیخ کامل ہوتے ہیں ان کی روحانیت ہر مرید صادق کی رفیق ورہنما اور اس سے متعلق رہتی ہے، اگر چہ کہ مریدین ہزاروں کی تعداد میں کیوں نہ ہوں۔

ذاکر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے قلب کو ذکر کے معنی مفہوم میں مشغول رکھے ذکر کو واقعی مقام دے اور اس حالت میں احسان کے معنی کی رعایت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھے۔ پھر قلب کو زبان کا تابع بنائے اپنی زبان سے لا الہ الا اللہ اس کیفیت کے ساتھ کہے کہ جس کا ذکر ہم نے ابھی کیا ہے اور دل لا موجود الا اللہ کہے کیونکہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے والا جب خلوت **تَبَتُّل** یعنی یکسوئی سے پہلے صفحات کائنات یعنی ماسوی اللہ سے نور توحید کا مشاہدہ نہیں کریگا تو اسے حقیقی فتح یعنی کوئی نفع حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے وہ اس خلوت سے پہلے اپنے عزلت وجلوت کے اوقات میں اپنی وظائف اور صدق واخلاص کے رسمیں قاعدے کے مطابق اوران کے شرائط وآداب میں مشغول رہتا ہے لیکن وہ اس خلوت کے اندر حق سبحانہ وتعالیٰ کے مشاہدے میں مشغول ہوکر اپنے وجود سے چھٹکارا پا جاتا ہے۔ پھر جب معنوی ذکر قلب پر غالب آجاتا ہے اور مشاہدہ باری تعالیٰ کا نور ظاہر ہوجاتا ہے تو پھر معنی ذکر کی طرف بھی دھیان نہیں جاتا اور ذکر کے نتیجہ میں صفت احسان کے ساتھ متصف ہوجاتا ہے گویا کہ وہ ذات حق کو دیکھ رہا ہے، اس کے بعد صفتِ احسان کا غلبہ ہوجاتا ہے تو وہ اسے سر یعنی قلب باطن کے ساتھ ایک خاص مراقبہ میں مشغول ہوجاتا ہے اور خود کو مردہ اور فانی سمجھنے لگتا ہے اور اپنے وجود اپنے ادراک اور اپنے شعور سے راہ فرار اختیار کرنے لگتا ہے، اور اسے اللہ تعالیٰ کی معیت اور اس کا قرب حاصل ہوجاتا ہے۔ مگر یہ کیفیت خیالات کے نہ آنے تک باقی رہ سکتی ہے لیکن جب خیالات آنے لگتے ہیں تو ذکر میں اسی کیفیت کے ساتھ مشغول ہوجائے جیسا کہ ہم نے بتایا ہے۔

خلوت حقیقی وہی ہے جسکی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشاد پاک کے ذریعہ اشارہ فرمایا ہے **لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لا یَسَعُنِیْ فیه ملک مقرب ولا نبی مرسل** (یعنی میرے لئے اللہ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہوتا ہے جس میں نہ کوئی مقرب فرشتہ اور نہ کوئی بندہ مرسل دخیل ہوسکتا ہے) اے طالب خود کو فنا

کرنے کی کوشش کر اپنی ذات سے فرار اختیار کر اور ذات باری کی طرف دوڑ انشاء اللہ تعالیٰ تو اس میٹھے چشمے سے ضرور لطف اندوز ہوگا۔

تیسری شرط

دائم الصوم رہے نماز مغرب سے پہلے افطار کرے اور کھانا نماز عشاء کے بعد کھائے بہتر یہ ہے کہ سحری کے وقت تک تاخیر کرے ہاں اگر نفس پریشان ہو اور مغرب کے بعد ہی کھانے کی خواہش کرے تو عشاء کے بعد ہی کھالے

چوتھی شرط

ذکر اللہ کے سوا ہمیشہ خاموش رہے، دنیا سے کنارہ کشی ذاکر کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اپنی خلوت کدہ میں باتیں کرے البتہ جو باتیں شرعاً ضروری ہوں، نیز وہ باتیں بھی کرسکتا ہے جو اس خلوت کے متعلق ہوں ان کے علاوہ جب بھی وہ غیر ضروری باتیں کریگا تو ہر بات کے ساتھ اس کے قلب سے نورانیت کا کچھ نہ کچھ حصہ نکلتا رہے گا۔ پھر جب غیر ضروری باتیں بڑھ جائینگی تو اذکار سے حاصل شدہ سارے انوار نکل جائیں گے۔ اور دل کی دنیا ویران ہو جائیگی **نعوذ باللّٰہ تعالیٰ من الحور بعد انکور** یعنی پناہ مانگتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کی ترقی کے بعد نزولی سے لہٰذا ذاکر کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ کسی سے بھی کوئی بات نہ کرے ہاں اپنے شیخ محترم سے ضروری حالت میں بیان کرسکتا ہے۔

پانچویں شرط

دوام ذکر یعنی ہمیشہ ذکر کرتا رہے جس کا طریقہ ہم نے بتادیا ہے۔

چھٹی شرط

ہر قسم کے خیالات کی نفی کرے خواہ وہ اچھے ہوں یا برے، نفس کو خیالات میں غور وفکر کرنے کے لئے آزادانہ

چھوڑ دے۔ ابتداء ہی سے خیالات کی نفی کرے کیونکہ انسان جب خیالات میں غور وفکر کرتا ہے تو نفس طاقتور ہو جاتا ہے، قلب میں ضعف اور کمزوری آجاتی ہے جسکے نتیجے میں اسے خیالات کی نفی پر قوت نہیں رہتی، اس کا تجربہ ہمیں بارہا ہوا ہے۔ نفس کو امور کونیہ یعنی دنیاوی معاملات میں غور وفکر کرنے سے فرحت و مسرت ہوتی ہے جبکہ خالقِ کون ومکان کی طرف متوجہ ہونا اس پر شاق و ناگوار ہوتا ہے۔ اس لئے جب تم دنیاوی امور کی طرف متوجہ رہو گے اور خالق کون ومکان سے اعراض کرتے رہو گے اور سوء ادبی یعنی بے ادبی کے مرتکب ہو جاؤ گے تو خیالات اور حدیث نفس یعنی نفسانی خیالات کا تم پر غلبہ ہو جائیگا اور تمہارا قیمتی وقت ضائع اور دل مکدر رہو جائیگا۔ بسا اوقات یہ کیفیت ذکر الٰہی اور خلوت سے نفرت کا سبب بن جائیگی اور لوگوں تعلقات ہموار کرنے کا ذریعہ ہوگی، پھر جس خلوت میں تم خداوند قدوس کی طرف متوجہ ہو گے تو اس میں شیطان پہنچ کر وسوسے ڈالے گا۔ اور اس خاص وقت میں اللہ تعالیٰ سے توجہ ہٹانے کی کوشش کریگا جس کے نتیجہ میں خدائے تعالیٰ کی ناراضگی سے تم کو دوچار ہونا پڑیگا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشاد ہے جو شخص اللہ کو پا کر اللہ سے غافل ہو جائے تو خلوت کے موقعہ سے اللہ کی ناراضگی اس کی مقدر ہو جاتی ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑا گھاٹا ہے۔ یہ ساری مصیبت بے ادبی کی وجہ سے ہے، اور خیالات کی نفی نہ کرنے کی وجہ سے لاحق ہوتی ہے۔ لہٰذا ایک عقلمند آدمی کو مختلف خیالات لانے سے اچھی طرح بچنا اور اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔

ذاکر اور خلوت نشینوں کے مشرب میں تو یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ کسی آیت شریفہ، حدیث پاک یا کسی اور کلام میں غور وفکر کرے۔ البتہ اگر کوئی خدائی تنبیہ یا بشری خیالات کی آمیزش کے بغیر کوئی واقعی واردات دوران ذکر پیش آجائے تو اس پر تھوڑا غور کر لے پھر ذکر میں مشغول ہو جایا کرے۔ اگر ان واردات کو بھول جانے کا اندیشہ ہو تو اسے جلدی سے لکھ لے پھر ذکر کی طرف متوجہ ہو جائے، جب اشعار اور موزوں کلام کا ورد ہو تو اس کی نفی کرے، نیز دل میں آنے والے ہر طرح کے خیال کی نفی کرے۔

ساتویں شرط

اپنے شیخ کے ساتھ قلبی ربط، فرمانبرداری محبت اور خود سپردگی ہمہ وقت رکھے یہ اعتقاد رکھے کہ یہ وہی مظہر وہی ذات شیخ ہے جس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھ پر روحانی فیضان کے لئے مقرر کیا ہے مجھے اس کے بغیر روحانی فیضان حاصل نہیں ہوسکتا، اگرچہ دنیا مشائخ کرام سے بھری ہوئی ہے۔ جس وقت مرید کے اندر اپنے شیخ کے علاوہ دوسرے

کی طرف بغرض استفادہ دیکھنے کی خواہش ہوگی تو اسکا باطن حضرت وحدۃ سبحانہ کی طرف نہیں کھلے گا۔

انسان کے لئے کئی جہتیں ہوتی ہیں اس کے لئے بدن ہے روح ہے، لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات جہات سے پاک ہے، فیاض حقیقی جو جہت سے ماوراہستی ہے اس کی جانب سے جہت سے مقید انسان پر فیضان معرفت کے لئے یہ تقاضائے حکمت ہوا کہ بہت سی کثرتوں سے مرکب انسانی جسم کے لئے ایک جہت متعین کردی جائے تاکہ اسی ایک جہت سے اس کی توجہ ذات واحدیت کی طرف ہو۔ اور وہ جہت عالم اجسام وابدان میں کعبہ ہے۔ اور روح انسانی جو صفات الٰہیہ کے انوار کا ھبط ہے اس کے لئے ایک جہت کو متعین کردیا ہے۔ تاکہ اس جہت سے اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی رہے۔ وہ جہت عالم ارواح میں رسول اللہ ﷺ کی روحانیت ہے۔ جس طرح نماز کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کئے بغیر قبول نہیں ہوتی اسی طرح اتباع رسول ﷺ آپؐ کی فرمانبرداری اور آپؐ کی نبوت کے ساتھ قلبی ربط کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ آپ علیہ السلام ہی اس کے یعنی شیخ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہیں۔ آپؐ کے علاوہ دیگر انبیاء علیھم السلام اس مقام پر ان کے حق میں نہیں ہیں۔ یعنی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے ہیں۔ اگرچیکہ سارے حضرات، اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں، حق پر ہیں لیکن حضرت محمد ﷺ سے قلبی ارتباط قلبی تعلق کے بغیر ان کو اللہ تعالیٰ سے فیضان حاصل نہیں ہوسکتا۔ البتہ جہت وحدہ کی طرف بدن کی توجہ منیر جہت واحدہ کی طرف روح کی توجہ سے انسان کو حضرت وحدانیت سے حصول فیضان کی صلاحیت اور قابلیت ہوجاتی ہے۔

یہیں سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ فیضان کرنے والے اور فیضان پانے والوں کے درمیان فیضان سے متعلق امور میں مناسبت بہت ضروری ہے۔ بعض احادیث میں بھی یہ بات آئی ہے جیسا کہ مشائخین قدس اللہ تعالیٰ ارواحھم نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہی ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں ہوتا ہے۔ لہٰذا مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ شیخ کی طرف قلبی ربط کے ساتھ متوجہ رہے اور اس بات کا یقین رکھے کہ فیضان صرف اسی شیخ کے واسطے سے ہورہا ہے۔ اگرچہ کہ تمام اولیاء اللہ ھادی اور مھدی ہیں سب کے ساتھ اچھا اعتقاد رکھے ان کے حق دعائے خیر کرتا رہے لیکن خاص فائدہ اور حصولِ فیضان صرف اپنے شیخ کی روحانیت سے کرے اور یہ جانے کہ اسکا اپنے شیخ سے فائدہ اٹھانا نبی اکرم ﷺ کے واسطے سے ہے کیونکہ اس کا شیخ خود اپنے شیخ سے اور وہ شیخ اپنے شیخ سے وابستہ اور اس سے فائدی اٹھارہا ہے اسی طرح یہ سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ لہٰذا دیکھا جائے تو حقیقت میں وہ رسول اللہ ﷺ سے فائدہ حاصل کرنے والا ہوتا ہے۔ اور آپ علیہ السلام حق جلّ سبحانہٗ

وتعالیٰ سے فیض پا رہے ہیں۔ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِی قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا
یہ اللہ تعالیٰ کی سنت سے جو پہلے سے جاری ہے تم اس کی سنت میں ہرگز کسی قسم کی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

حصول فیضان کے لئے شیخ محترم کے ساتھ قلبی ربط قلبی تعلق بڑی اہم بات ہے، بلکہ یہ تو اصل الاصول ہے، اسی لئے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ اروا حھم نے اس شرط کی رعایت میں مبالغہ سے کام لیا ہے۔ یہاں تک حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے فرمایا کہ شیخ آئینہ کی تیاری میں آلات واوزار کی لحاظ سے ایک استاذ کی طرح جیسے ہتھوڑا، سندان، بھتہ کوئلا اور آگ وغیرہ یہ سب ایک جگہ اکھٹا ہوں اور اس جگہ آئینہ تیار کرنے والا استاذ ہوتو جس طرح آئینہ کا وجود نہیں ہوسکتا اسی طرح خلوت کے لئے یہ سات جنیدی شرائط شیخ کیساتھ قلبی ربط کے بغیر آئینہ دل کو پاک وصاف نہیں کرسکیں گے۔ اس کا ہم نے تجربہ کیا ہے اور شیخ قدس سرہٗ نے جیسا فرمایا ہے اسی طرح ہم نے پایا ہے۔

اکثر مریدین صرف اس وجہ سے حصول فیضان اور ترقی سے رک جاتے ہیں یعنی مریدین شیخ کے ساتھ قلبی تعلق ان کی فرماں برداری ان سے فیضان کا یقین ان سے سچی محبت اور احسان شناسی نہیں ہوتی ہے۔ شیخ پر اعتراض حصول فیضان کے دروازے کو بند کردیتا ہے، اسی لئے مشائخ کرام نے مرید کے ادب کے بارے میں فرمایا کہ مرید شیخ کے آگے اسی طرح ہے جس طرح میت غسال کے آگے ہوتی ہے، اگر غسال نہلاتے وقت ایک عضوء سے پہلے دوسرے عضوء کو دھوڈالے تو کیا میت اس پر اعتراض کرتی ہے، یا غسال مناسب سمجھ کر جب اسے کوئی حرکت دیتا ہے یا کوئی تصرف کرتا ہے تو کیا میت کو اس پر کوئی اعتراض ہوتا ہے؟ یہی حال مرید کا اپنے شیخ کے ساتھ ہونا چاہئے۔

آٹھویں شرط

اللہ تعالیٰ اور شیخ پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرے اللہ تعالیٰ نے اپنے فیصلے سے قبض وبسط، فتح وکشادگی، صحت اور بیماری وغیرہ جو بھی مقدر کردیا ہے اس پر ہمیشہ راضی رہے اور آنے والی آیتوں کو دھیان میں رکھے وَعَسٰۤی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰۤی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ سورۃ البقرۃ آیت ٢١٦

یعنی مگر عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں اچھی ہو، اور یہ بھی عجب نہیں کہ اک چیز کو تم

محبوب رکھتے ہو مگر وہ مضر ہو۔ اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے ہو نیز اس ارشاد پاک کو بھی **فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجد وافی انفسھم حرجا مما قضیت وسلمو اتسلیما** ۔ یعنی قسم ہے آپ کے یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے جب تک وہ اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنالیں اور جو فیصلہ آپ فرمادیں اس سے تنگ دل نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں نیز اس بات کا یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر ماں کے اپنی اولاد پر مہربان ہونے سے کہیں زیادہ مہربان ہے، اور بندہ سے کہیں زیادہ اس کی مصلحت اور بھلائی کو جانتا ہے۔

شیخ کامل مرید کی پھسلن، کجروی اور اسکے مصالح و مفاسد راست روی ان سب باتوں کو اچھی طرح جانتا ہے کیونکہ وہ مذکورہ امور کو آزما چکے ہیں ان احوال سے ان کو سابقہ پڑ چکا ہے۔ اس راہ کی مشکلات سے وہ گذر چکے ہیں اس میدان کے وہ شہ سوار ہو چکے ہیں۔ مرید کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو کسی ایسے صحرا میں جا پہنچے۔ جہاں وہ اس سے پہلے کبھی نہیں گیا تھا۔ وہ اس کے پر خطر مقامات کو نہیں جانتا ہے، نفع اور نقصان کے درمیان تمیز نہیں کر سکتا ہے۔

نیز اس کی مثال اس بیمار کی طرح ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ فلاں حکیم میرے علاج میری مہلک بیماری کی شفا کو جانتا ہے۔ وہ حکیم اس کو میٹھی اور کڑوی، دوا پلاتا ہے وہ جو دوا بھی اس کو دیتا ہے اسے حکیم سے لے لیتا ہے اور شفا کی امید میں اس کو پیتا رہتا ہے اگر وہ حکیم سے دواؤں اور شربت کو نہ لے اور نہ اس کا استعمال کرے تو پھر وہ بیماری سے کیسے نجات پا سکتا ہے۔

یہی قانون حکمت و تربیت ہے اسی طرح یہ عالم بھی عالم حکمت ہے حق سبحانہ وتعالیٰ نے مسبات کو اسباب پر مرتب فرمایا ہے قاعدے اور قوانین کو بیان کر رہا ہے دروازے کھولنے کے لئے چابیاں رکھ دیا ہے کہ تم گھروں کو انکے دروزوں سے آؤ اور دروازوں کو ان کی چابیوں سے کھولو ارشاد باری تعالیٰ ہے **والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا** یعنی اور جو لوگ ہماری راہ میں تکلیفیں برداشت کرتے ہیں تو ہم ضرور ان کو اپنے راستے دکھائینگے، نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے **ان ھذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا ہ** یعنی یہ تو ایک نصیحت ہے جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے۔

جواهر الحقائق

تصنیف لطیف ماهر علم دین شریعت و طریقت، واقف رموز معرفت و حقیقت
حافظ قرآن مجدد جنوب حضرت شاہ محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری نقوی
المعروف به قطب ویلور قدس سرہٗ : المتوفی ۱۲۸۹ھ

نوادرالدقائق ترجمۂ جواهر الحقائق

ترجمہ وتشریح: شفاء الملک حضرت علامہ ڈاکٹر حکیم سید افسر باشاہ صاحب قاسمی صبغۃ اللّٰہی،
شفاڈسپنسری، بنگلورروڈ، ویلور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُبۡحٰنَكَ لَا عِلۡمَلَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ

حمد تیری اے خدائے لم یزل ہے یہ اپنی زندگی کا ماحصل
نام تیرا میرے دل کی ہے دوا ذکر تیرا روح کی میری شفا

جب زباں پر محمدؐ کا نام آگیا دوستو زندگی کا پیام آگیا
آپ کی مدح انساں کیا کرسکے عرش سے جب درود و سلام آگیا

ہرقسم کی تعریف ثابت ہے اس پاک پالن ہار کے لئے جو ساری کائنات کا خالق و پروردگار ہے اور ہزاروں ہزار بار درود وسلام اس دربار گہربار خلاصۂ کائنات فخرِ موجودات، محسنِ اعظم، فخر آدم محمد رسول اللہ ﷺ پر جن کی بدولت وطفیل اسلام کا بول بالا ہوا اور شرک وضلالت، کفر و جہالت کا منہ کالا ہوا۔

نوادرالدقائق ترجمۂ جواھر الحقائق

اکیسویں قسط

الحمدللہ زیرنظر کتاب نوادرالدقائق ترجمۂ جواہرالحقائق کی یہ اکیسویں قسط ہے، جسے ہم یہاں آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ جو کتاب جواہرالحقائق کا فائدہ نمبر ہفتم یعنی ساتویں فائدہ کے ترجمہ سے انشاءاللہ شروع ہورہا ہے۔

اس ترجمہ کے تعلق سے اتنا عرض ہے کہ اس کے اندر اتنی رعایت اور کوشش کی ہے کہ ترجمہ ہر اعتبار سے لفظی اور بامحاورہ ہو اور جہاں عبارت دقیق اور مشکل معلوم ہوتی ہے وہاں عبارت کا خلاصہ یا حاصلی ترجمہ کردیا ہے۔ پھر بھی بعض مقامات پر مشکل اور ادق الفاظ کے افہام وتفہیم میں دشواری محسوس ہونے پر حتی الوسع قوسین کے اندر اسکی تسہیل کرنے کی کوشش کی ہے، جو راقم الحروف مترجم کی طرف سے ایک خفیف اور ہلکا سا اضافہ اور فائدہ ہے، اور جہاں تشریح کا مستقل عنوان ہے وہاں مترجم کی طرف سے مزید افہام وتفہیم کی ایک ادنیٰ تشریح وتسہیل اور کوشش سمجھیں۔

زیرنظر کتاب ''نوادرالدقائق'' ترجمۂ ''جواہرالحقائق'' کی یہ اکیسویں قسط الحمدللہ درجِ ذیل عنوانات پر مشتمل ہے۔

(۱) عالم مثال

(۲) ماہرین فلکیات اور علم نجوم کا قول

(۳) زمین میں تخم ریزی

(۴) قطرۂ منی کا نشونما

(۵) تمہید مقدمہ

(۶) مناسبت مخصیہ

(۷) فلک الافلاک

(۸) قوت تخیّل

(۹) قوت خیالیہ قوت وہمیہ

شیخ المشائخ حضرت قطب ویلور قدس اللہ سرہٗ العزیز نے اپنی کتاب ''جواہر الحقائق'' میں طے ارض، طے زمان اور طےء مکان کی تفصیل پیش کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ یہ سب روحانی تصرفات ہیں جو ظاہر بین حضرات کی سمجھ سے باہر کی باتیں ہیں اس لئے انہیں چھیڑنا بھی مناسب نہیں ہے کیونکہ یہ عوام ان کو سمجھیں گے نہیں خواہ مخواہ اس کا انکار ہی کریں گے آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ :

(۱) عالم مثال

اصحابِ جذوات کہتے ہیں کہ عالم مثال اگرچہ (بظاہر) ذائقہ اور چکھنے میں خطابی مشرب ہیں ایک خوش گوار اور ذائقہ دار اور ایک ایسا لذیذ شربت معلوم ہوتا ہے جو چاٹنے میں تو مزیدار لگتا ہے مگر (اصل حقیقت) اور دلیل کے اعتبار سے مشکل ضرور ہے، اسی لئے حضرات متکلمین نے اس عالم مثال کا انکار کیا ہے، چنانچہ ''فتوحات مکیہ'' کے ایکسوستہتر (۱۷۷) ویں باب میں شیخؒ نے فرمایا ہے کہ عالم مثال کا ظاہر بین (سطحی) حضرات نے انکار کیا ہے اور اگر انہوں نے اسکو قبول بھی کیا ہے تو ایک بعید تاویل کیساتھ قبول کیا ہے اور وہ بھی یہ مانتے ہوئے قبول کیا ہے کہ جب اسکو اللہ اور رسول ﷺ نے فرمایا ہے تو چلو ہم اسے مانتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں، اور اگر یہی بات کسی عاصی آدمی سے ظاہر ہوتی تو ہم صاف جھٹلا دیتے اور انکار کردیتے، اور ایک فاسد خیال تصور کرتے۔ کیونکہ یہ حضرات جن باتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ انہیں قبول کرتے ہوئے بھی انکار کرتے ہیں ادھر یہ حضرات اپنے خیال کو ثابت بھی کرتے ہیں اور ادھر اسے فساد کو ظاہر بھی کرتے ہیں، اور پھر اس فساد کے نہ ہونے پر کوئی (ٹھوس اور مضبوط) دلیل بھی نہیں رکھتے ہیں اور جب ان کے پاس جو صحیح ہے اگر یہ اس کے موافق نہ ہو اور اس سے مطابقت نہ کرے اور برابر بھی ہو تب بھی وہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اس قول میں صحیح بھی ہے یا فساد بھی ہے، جبکہ اسکی آنکھیں ظاہر کرتی ہیں اور بیشک یہ صورت خیالی اعتبار سے اگر چھوڑ دی بھی جائے تب بھی صحیح بھی ہوسکتی ہے اور خراب بھی مگر اسکی پرواہ کرنے کی چنداں ضرورت بھی نہیں ہے اور ویسے یہ ہمارے مقصد میں بھی نہیں ہے۔ ہاں خیالی وجود کو ثابت کرے اور اسکی صحت اور فساد کو مانع نہ ہو۔ پس (اس سے) یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیشک حکم اس کے لئے ہر حال اور ہر وجہ سے محسوس میں بھی ہوتا ہے معقول میں بھی اور حواس وعقول میں بھی اور صورتوں اور معانی میں بھی نیز جدید اور قدیم میں بھی، محال اور ممکن میں بھی اور اسی طرح واجب میں بھی اور اس میں بھی جس کا خیالی مرتبہ پہنچانا نہ جائے۔ پس اس کے لئے بھی جملۂ واحدہ میں کوئی پہچان نہیں ہے۔ اور پھر یہ معرفت و پہچان کا رکن جب عارفین (کاملین) کو حاصل نہ ہو تو ان کے پاس وہ

کونسی معرفت کی بُو موجود ہے؟ انتہیٰ ۔ (فتوحات مکیہ)

(۲) ماہرین فلکیات اور علم نجوم کا قول

مشائین (ستاروں اور فلکیات کے ماہرین) بھی اس مثالی عالم کے منکر ہیں اور وہ اس کا صاف طور پر انکار کرتے ہیں جبکہ ان کے پاس اس عالم مثال کے روکنے پر دلیل بھی ثابت ہے کہ جو کوئی تقسیم کے قابل ہے وہ مادہ کے وجود کی محتاج بھی ہے، پس مقداری صورت کا وجود بغیر مادہ کے محال ہے اور یہ دلیل نہایت ہی خطرناک ہے۔ کیونکہ یہ حضرات مشائین (آسمان اور ستاروں یعنے علم نجوم کے ماہرین صورت اور مادہ کے درمیان جُدا ہونے دور رہنے اور مقامی طور پر الگ ہونے خارج انفکاک (جدائی دوری اور مجبوری) کو روا نہیں رکھتے ہیں۔ ہاں البتہ ذہن و خیال میں اس انفکاک (جدائی اور دوری) کے قائل ضرور ہیں۔ اگر چہ جوہروں کی یہ صورتیں اپنی ذات سے قائم ہوں اور ذہن و خیال کے سامنے غیر کے ساتھ جانتے ہوں۔ اسلئے ہوا کی ماہیت اور اصلیت کی تعریف و توصیف مقدر ہوتی ہے۔ جبکہ خارج میں پائی جائے موضوع میں نہیں معتبر ہے۔ پس قیام کا حکم دوسرے قیام کے حکم سے ہے اور عالمی حسّی کا حکم عالم مثالی پر ماہرین فلکیات سے معقول نہیں ہے۔ (یعنے عقل کے تعلق سے نہیں رکھتا ہے) اور صورت مقداری کا وجود بغیر مادہ کے محال بھی نہیں ہے۔

(۳) زمین میں تخم ریزی

غرض اس حقیقت سے یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ جب کوئی بیج زمین میں دفن کی جاتی ہے اور اس کے اجزاءِ لطیفیہ یعنے بانی ہوا۔ اور زمین بیج کے جسم میں سرایت کرتے ہیں تو ایک ذرہ یہی ان کی قوت جاذبہ سے چھوٹے چھوٹے عنصر اسی بیج کی شکل کے مناسب صورت کے سامنے رونما ہوتے ہیں پھر پتے اور شاخ نکل آتی ہیں یہاں تک کہ وہ ایک دن اچھا خاصہ درخت (جھاڑ) ہو کر اگتا ہے۔

اسی طرح یہاں عقل کی نگاہ سے دیکھا جائے تو دو باتیں معلوم ہوتی ہیں ایک نفس شجر ہے یعنے اصلی درخت ہے جو بیج کے ذریعہ نکلا ہے، دوسری بات جسمانیات سے ہے جو شکل، رنگ، لکیریں، خوراک، ہوا، گرمی، اور سردی اور اس جیسے دیگر اجزاء ہیں۔ پھر یہ دونوں چھوٹے چھوٹے اجزاءِ ظہور پذیر ہوتے ہیں اور ان اجزاء میں ایک ان ہی کی ہم شکل وصورت اختیار کرتے ہیں اور دوسری میں ان ہی اجزاء سے اعراض کا قیام ہوتا ہے۔

(۴) قطرۂ منی کا نشو نما

اسی طرح سے جس قطرۂ منی جسم مادر میں پہنچتا ہے اور حیض اس کی غذا بنتا ہے تو اس کا حکم بھی بیج کے حکم جیسا ہی ہے۔ (یعنے یہ بھی تخم کی نشونما کی طرح مادر رحم میں پلتا ہے) اور جسمانہ تحقیق اسکی ہر قسم دوسری قسم کے ساتھ امتیاز رکھتی ہے اور ظاہر ہوتی ہے۔

بہر حال نفس کی حقیقت یہی ہے کہ وہ فطرت سلیمہ ہے کہ یہ جسمانیات اگر ہزار بار بھی بدل جائیں اور ان میں تغیرات آجائیں تو نفس بدلتا نہیں اور یہ ایسا ہی رہے گا جس طرح کہ تھا پس اس کا تعلق دوسرے جسمانیات سے ہے اور بس۔

(۵) تمہید مقدمہ

غرض اسی مقدمہ کی تمہید سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہر نفس اور جسمانیات کے درمیان اس نفس کی مناسبت ہوتی ہے کہ اسکی ہر قسم دوسری قسم سے ممتاز ہے جو پہچانی بھی جاتی ہے اور تعلق بھی رکھتی ہے۔ اب غور کرنا چاہئے کہ یہ تعلق آخر کہاں سے ہے؟ اور اس تعلق کی جڑ اور اصل اور اسکا خاص مقام یہ پہلی عنایت (کوشش اور ارادہ) ہے اور اس جگہ پر جوہری صورت کو عرضی صورت کے ساتھ ایک مناسبت رشتہ اور تعلق ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ ایسا ملا ہوا ہے کہ ذات علم کے ساتھ مرتبہ میں ہے۔

(۶) مناسبت مخفیہ

چنانچہ اعراض و جواہر کا تقاضہ بھی ان ہی دو رنگوں، سے ملا ہوا ہے جو واجب سمجھا جاتا ہے اور یہ مطلوب بھی نہیں ہے اور یہ نہیں کہا جاتا ہے کہ آگ میں گرتی کیوں ہے؟ اور پانی میں برودت (ٹھنڈک) کس لئے ہے؟ بلکہ صاف طور پر اس بات کا تقاضہ ہی یہی ہے کہ فرق اور الگ کرنے والے مجردات بعض اجسام جسمانیات میں چھپے ہوئے مخفی مناسبت رکھتے ہیں جو زور اور طاقت میں کسی دوسرے مجردات میں پیدا ہوتے ہیں۔

اور یہی وہ مناسبت ہیں جو ہر آسمان کی خاصیت کا سبب بنتے ہیں جو حرکت اور اسکی صفت سے متصف ہوتے ہیں اور فلسفی حضرات اس کے ثابت کرنے پر بڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں اور بے قرار اور پریشان ہیں اور اپنی معلومات کی زور آوری کرتے ہیں مگر وہاں تک نہیں پہنچ پاتے ہیں۔

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں

(۷) فلک الافلاک

سب سے بڑے اجسام جنہیں فلاسفر حضرات نے فلک الافلاک کہا ہے یہ جب پیدا ہوتے ہیں تو ان کے اندر خیالی قوت دیکھتے ہیں تا کہ کلیات اور جزئیات کے درمیان رابطہ اور واسطہ پیدا ہو اور وہ قوت اور زور ایک ایسا تعلق رکھتی ہے جو اس کے زور و طاقت کی اصل پہچان ہے اور یہ دو طرح اور طریقے سے ہے۔

ایک یہ کہ انسان عناصر اربعہ سے مرکب ہے جو چار عناصر پر مرکب ہے یعنی چار قوتوں سے ملا ہوا ہے۔(۱) پہلی طاقت یا قسم صفراء ہے اسکی قوت و طاقت اور زور قوت آتش ہے۔(۲) دوسری طاقت و قسم اسکی ہوا ہے یہ ہوا کی طاقت و زور یہ دراصل بلغم ہے۔(۳) تیسری قسم یہ پانی کی قوت ہے اور اسکی چوتھی قسم سوداء ہے اور یہ خاک (مٹی) ہے اور اس مٹی کی قوت و طاقت کو سوداء سے تشبیہ دی گئی ہے۔

(غرض پہلا طریقہ انسان کے عناصر اربعہ کی ترکیب سے مرکب تھا اب) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خود اپنے ذہن میں جب ہم گنتی کا شمار کرتے ہیں تو خارجی نظام میں مروارید اس گنتی کے برابر پیش کریں گے۔ دو مروارید کی جگہ دو عدد اور تین مروارید کے مقابل تین ہی عدد ہوں گے اس طرح سے یہ ایک ذہنی صورت و شکل جو معقولات سے ظاہر بھی ہے اور ثابت بھی اگر چہ خارجی موجودات سے مناسبت رکھتی ہے مگر وہ اسکو بھی اور اپنی قوت و طاقت کے ذریعہ سے پکڑی ہوئی ہے، اور یہ تخیلی قوت فلک الافلاک پر فلکی جسم پر جاری ہے۔

کبھی یہ افلاک کی تخیلی صورت کسی عنصر پر پڑتی ہے تو اسکی شکل و صورت مختلف شکلوں میں ڈھل جاتی ہے جس طرح ہوا اور کائنات کا تعلق ہے۔(یہ جس شکل میں چاہے ڈھل جائے اور جس میں چاہے داخل ہو جائے) پھر جب خیالات کے جاری ہونے کا سبب اس ارضی مادہ کے اسباب میں سرایت کر جائے اور حرکت میں آئے تو اس کے تخیل کی مناسب دنیا میں (اثرات) ظاہر ہوتے ہیں۔

اور کبھی ان افلاک (آسمانوں) کی تخیلاتی صورت یعنی جسمانیات پر پڑتی ہے۔ اور پھر اس میں ارضی اسبا بکی تحریک و تبدیلی پیدا ہوتی ہے تو اس سے قبض و بسط (تنگی اور کشادگی) کا عمل جاری ہوتا ہے۔ اور اس تخیلی حکم کے تحت ایک مکمل نقش و صورت نکل آتی ہے۔

(۸) قوت تخیل

اسی طرح سے زمینی جسموں (اجسام ارضیہ) کے تخیل کی قوت وطاقت، ارادہ رکھنے والے ہر نفس میں جاری رہتی ہے، اس لئے ہر انسان وحیوان اپنے اپنے اندر پوری قوت تخیل رکھتے ہیں جو جسمانیات کے معنوں کا لباس پہنے ہوتے ہیں۔ اور یہ جسم اور جسمانیات معانی اور رنگ میں ظاہر ہوتے ہیں اور ان معنوں اور جسمانی صورتوں کے درمیان ایک پہلی کوشش اور ارادہ کا اصلی سبب اور تعلق ہے۔

غرض جب کسی پتھر (کے تصور سے) ہمارے ذہن میں آتا ہے (کہ وہ پتھر ہی ہے) کسی درخت سے نہیں نکلا ہے اور جب کسی بھولی ہوئی بات دوبارہ یاد کیجائے تو یقینی طور پر پہچانتے ہیں کہ وہ وہی ہے جسے ہم بھول چکے تھے اور اب اسکو دیکھنے کے بعد اچھی طرح سے محسوس ہوتا ہے اور خوب پہچان بھی ہوتی ہے جبکہ بلا رویئت اور دیکھنے کے اسکی معرفت اور پہچان نہیں ہوتی ہے۔ ان ہی علاقوں اور تعلقات سے خوابوں کی تعبیر کی پہچان ومعرفت ہوتی ہے، اور جسکی پہچان قوی ہوگی اسکے خواب کی تعبیر بھی قوی ہوگی اور سچی رہے گی۔

(۹) قوت خیالیہ اور قوت وہمیہ

پھر یہ قوت بھی دو طرح سے ہے (ا) ایک قوت خیالیہ جو جسم کے رنگ وروپ اور شکلوں پر پوری طرح اترے اور صادق آیئے دوسری قوت وہمیہ ہے جو جزئی معانی اور مطالب کے موافق اور مطابق ہو۔ غرض کسی کو فلک الافلاک سے یا دوسرے افلاک (آسمانوں) سے خواہ وہ فرشتوں کے ملای اعلی سے ہوں یا ملاء اسفل سے یا اجسام ارضیہ کے ذات الارادہ نفوس سے ہوں۔ یہ سب کے سب ان ہی مثالی قوتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ گویا تمام عالم میں مثالی قوت محشو ومملو (بھری ہوئی ہے)۔ ایک تو نفس ہے اور ایک جسمانیات ہیں اور پھر ان دو قوتوں کے درمیان قوت مثالیہ ہے اسی طرح کتاب ''سطعات'' میں موجود ہے۔

پھر اس عالم کو عالم خیال بھی کہتے ہیں گو کہ قوت خیالیہ اور نفسِ کلیہ تمام خیالی قوتوں کے ساتھ جو مذکورہ قوت کے احاطہ اور دائرہ میں ہے یہ اس عالم کا مقام ومظہر ہے۔

علامہ قیصریؒ نے ''شرح الفصوص'' کے مقدمہ میں فرمایا ہے کہ جب حقیقت ظاہر ہو جائے تو نفس کلیہ کے واسطے جو قوت خیالیہ ہے اسکو پائیں گے جو گھیرے ہوئے ہے اور ان تمام دوسری قوت خیالیہ کے احاطوں کو اور اس عالم کا

مقام اور مظہر اس عالم خیال میں محققین کے نزدیک ایک بڑی تفصیل ہے۔

تمت ترجمۃ المشتملۃ جزء من بعض فائدۃ السابعۃ من کتاب جواھر الحقائق بعون اللّٰہ تعالیٰ وقدرقد فی تسع عشرمن ربیع الثانیۃ ١٤٣٢ھ من الھجرۃ النبویۃ علی صاحبھا الف الف صلوٰۃ و تحیۃ مطابق ٢٥ مارس ٢٠١١ء میلادی فی یوم الجمعۃ قبل صلوٰۃ الجمعۃ وسیشرع ترجمۃ القسط الاثنا عشرین انشاء اللّٰہ فی السنۃ الآتیۃ ۔

نعت شریف

شفاء الملک حضرت علامہ ڈاکٹر حکیم سید افسر باشاہ صاحب قاسمی صبغۃ اللّٰہی ،

مدینے کا سفر ہے اور میں نم دیدہ نم دیدہ
قدم اٹھتے نہیں میر مگر لرزیدہ لرزیدہ

درودیوار کہتے ہیں چلو شائستہ شائستہ
نظر آتے صحابہؓ ہیں یہاں خوابیدہ خوابیدہ

عجب حالت ہے اپنی اے میرے آقا میرے مولیٰ
جگر خون آنسو خشک دل غم دیدہ غم دیدہ

یہ وہ ارض مقدس ہے یہاں کی خاک ہے سونا
سرواں کے بل چلے عشاق ہیں آہستہ آہستہ

ہزاروں عاشقوں کے سامنے اک افسؔر خاطی
کھڑا ہے مجرموں کی صفت میں اب دُزدیدہ دُزدیدہ

کرم فرمایئے آقا شفیع المرسلین ہیں آپ
بڑی امید سے افسؔر کھڑا رنجیدہ رنجیدہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نقوشِ طاہر

اخلاقِ صالحین و نصیحتِ عُلماء

سالنامۂ اللطیف 1986ء میں حضرت اقدس مولانا ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر قادری علیہ الرحمہ سابق ناظمِ دارالعلوم لطیفیہ، حضرت مکان، ویلور۔ کا ایک مفید و دلچسپ اور فکر انگیز و بصیرت افروز مضمون ''اخلاقِ صالحین و نصیحت علماء'' شائع ہوا تھا۔ اللطیف کے اس شمارے کی زینت ہے۔ ادارہ

حمد و ثنا خدائے قدوس، خالق کائنات اللہ ذوالجلال والاکرام کے لئے مخصوص ہے اور دُرود و سلام ہو سردار پیغمبراں افضل الانبیاء رحمۃ للعالمین سیدنا محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر، محسنِ انسانیت کے احسانات اور رحمتیں اور برکتیں رہتی دنیا تک دُنیائے عالم پر جاری وساری رہیں گی۔

سلفِ صالحین کے اخلاق، اقوال اور چند کارنامے پیش کئے جارہے ہیں جو نہ صرف پُر از معلومات ہیں بلکہ قابل تقلید اور قابلِ عمل ہیں۔

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ پانچ چیزوں کے ساتھ پانچ چیزیں عطا فرماتا ہے۔

۱ شُکر کے ساتھ مال کی زیادتی۔

۲ دُعا کے ساتھ اجابت۔

۳ استغفار کے ساتھ آمرزش۔

۴ صدقہ کے ساتھ قبولیت۔

۵ رحم کے ساتھ رحمت۔

حضرت رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں ایک روز ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ سب سے بڑا عالم بن جاؤں۔

آپؐ نے فرمایا! خدا سے ڈرتے رہو، تب بڑے عالم بن جاؤ گے۔ خدا سے خوف اور اس کے احکام پر عمل کرنے

سے آدمی پر علم وحکمت کے دروازے کُھل جاتے ہیں۔

حضرت شفیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے علمائے حق سے دریافت کیا کہ عقل مند کون ہے؟ دولت مند کون ہے؟ دانا کون ہے؟ درویش کس کو کہتے ہیں؟ بخیل کون ہوتا ہے؟

ان سب نے ایک ہی جواب دیا: کہ

عقل مند وہ ہے جو دنیا کو دوست وعزیز نہ رکھے۔

دانا وہ ہے کہ دنیا اس کو فریب نہ دے سکے۔

دولت مند وہ ہے جو خدا کی تقسیم پر راضی رہے۔

دُرویش وہ ہے جس کے دل میں زیادتی کی طلب اور طمع نہ ہو۔

اور بخیل وہ ہے جو حق سبحانہٗ تعالیٰ کے مال کا حق ادا نہ کرے۔

ایک حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: کہ،

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو

اول یہ کہ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔

دوم یہ کہ صحت کو بیماری سے پہلے۔

سوم یہ کہ تونگری کو مفلسی سے پہلے۔

چہارم یہ کہ فراغت کو مشغولی سے پہلے۔

پنجم یہ کہ زندگی کو موت سے پہلے۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ ایک رات غلبۂ نیند کی وجہ سے سو گئے اور وظائف ادا نہ کر سکے۔ آپ کی بیوی نے پوچھا: کیا بات ہے کہ آپ وظائف سے غافل ہو کر سو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک رات کے اوراد و وظائف چھوڑنے پر تم پوچھ بچار کرتی ہو، جب کہ بلخ کے اکثر علما میرے لئے نماز اور روزہ رکھتے ہیں۔ بیوی نے پوچھا کہ: یہ کیوں کر؟ آپ نے فرمایا: وہ رات بھر عبادت ع ریاضت کرتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں، پھر شفیق کی غیبت کرتے ہیں اس لئے ان کی تمام نیکیاں میرے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔

سے آدمی پر علم و حکمت کے دروازے کُھل جاتے ہیں۔

حضرت شفیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے علمائے حق سے دریافت کیا کہ عقل مند کون ہے؟ دولت مند کون ہے؟ دانا کون ہے؟ درویش کس کو کہتے ہیں؟ بخیل کون ہوتا ہے؟

ان سب نے ایک ہی جواب دیا: کہ

عقل مند وہ ہے جو دنیا کو دوست و عزیز نہ رکھے۔

دانا وہ ہے کہ دنیا اس کو فریب نہ دے سکے۔

دولت مند وہ ہے جو خدا کی تقسیم پر راضی رہے۔

دُرویش وہ ہے جس کے دل میں زیادتی کی طلب اور طمع نہ ہو۔

اور بخیل وہ ہے جو حق سبحانہٗ تعالیٰ کے مال کا حق ادا نہ کرے۔

ایک حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: کہ،

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو

اول یہ کہ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔

دوم یہ کہ صحت کو بیماری سے پہلے۔

سوم یہ کہ تونگری کو مفلسی سے پہلے۔

چہارم یہ کہ فراغت کو مشغولی سے پہلے۔

پنجم یہ کہ زندگی کو موت سے پہلے۔

حضرت شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ ایک رات غلبۂ نیند کی وجہ سے سو گئے اور وظائف ادا نہ کر سکے۔ آپ کی بیوی نے پوچھا: کیا بات ہے کہ آپ وظائف سے غافل ہو کر سو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک رات کے اوراد و وظائف چھوڑنے پر تم پوچھ بچار کرتی ہو، جب کہ بلخ کے اکثر علما میرے لئے نماز اور روزہ رکھتے ہیں۔ بیوی نے پوچھا کہ: یہ کیوں کر؟ آپ نے فرمایا: وہ رات بھر عبادت ع ریاضت کرتے ہیں اور دن کو روزہ رکھتے ہیں، پھر شفیق کی غیبت کرتے ہیں اس لئے ان کی تمام نیکیاں میرے نامۂ اعمال میں لکھی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ اگر میں کسی کی غیبت کروں تو اپنے ماں باپ کی کروں کیوں کہ وہ میری نیکی کے زیادہ مستحق ہیں۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کو جب یہ معلوم ہوتا کہ کسی نے آپ کی غیبت کی ہے تو آپ قاصد کے ذریعہ اس کی خدمت میں تحفہ بھیجتے اور یہ کہلا بھیجتے کہ میں نے سنا ہے کہ تم نے میرے پاس اپنی نیکیوں کا تحفہ بھیجا ہے۔ وہ یقیناً میرے لئے اس تحفہ سے بڑھ کر ہوگا۔

حضرت عطا خراسانی علیہ الرحمہ سے روایت ہے کہ غیبت کرنے والا شخص سے رنجیدہ نہ ہونا، کیوں کہ اس نے تمہاری لاعلمی میں تم پر احسان کیا۔ سنا ہے کہ جس شخص کی ایک دفعہ غیبت کی جائے، اس کے آدھے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اہل علم سے ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جھوٹا شخص دوزخ میں کُتّے کی شکل میں پھرے گا اور حاسد خنزیر کی شکل میں اور غیبت کرنے والا اور چغلی کھانے والا بندر کی صورت میں مسخ ہوگا۔

حضرت قتادہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آدمیوں میں تین قسم ہیں :

اول: پُورا آدمی　　دوم: آدھا آدمی　　سوم: لاشِ محض

پورا آدمی وہ ہے جس کے پاس عقل اور تجربہ ہو اور اس سے فائدہ حاصل کرے اور آدھا آدمی وہ ہے جو عقل مندوں سے مشورہ لے اور کام کرے اور لاشِ محض وہ ہے جس کے پاس نہ عقل و تجربہ ہو اور نہ عقل مندوں سے مشورہ لے۔

سلف صالحین جب کسی بیمار کی عیادت کے لئے جاتے تو فوری طور پر اس کے لئے شفا کی دعا نہیں کرتے، بلکہ کچھ دیر تحمّل کرتے اور یہ معلوم کرتے کہ مرض کی وجہ کیا ہے؟ اس کے بعد ہی دعا فرماتے۔ اس لئے بعض دفعہ مرض ترقیِ درجات کے لئے بھی ہوتا ہے تو ایسی صورت میں شفاء کی دعا مناسب نہیں۔

مروی ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے ایک روز اپنے قاصد کو امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے پاس یہ کہلا بھیجا کہ تم عنقریب ایک مصیبت میں مبتلا کئے جاؤ گے۔ انشاء اللہ اس سے کامیابی کے ساتھ نکل جاؤ گے اور وہ معاملہ قرآنِ کریم کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے کا ہوگا۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ یہ سُن کر خوش ہوے اور اس خوشی میں اپنا پہنا ہوا کرتہ اتار کر قاصد کو دے دئے۔ قاصد جب یہ کرتہ لے کر امام شافعی علیہ الرحمہ کے پاس پہنچا تو آپ نے اس کرتہ کو لے کر بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں سے لگایا اور پھر پانی میں ڈال کر اچھی طرح دھویا اور اس پانی کو ایک شیشہ میں رکھ دیا۔ جب کبھی کوئی بیمار آپ کے پاس آتا تو آپ

اسے تھوڑا پانی دے دیتے اور وہ اس کو اپنے جسم پر ملتا تو صحت و شفا حاصل ہوتی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ آدمی کی سعادت مندی پانچ چیزوں میں ہے۔

اول یہ کہ اس کی بیوی اس کے موافق ہو۔

دوم یہ کہ اس کی اولاد نیک اور صالح ہو۔

سوم یہ کہ اس کے دوست متّقی و پرہیز گار ہوں۔

چہارم یہ کہ اس کا ہمسایہ نیک اور شریف ہو۔

پنجم یہ کہ اس کی روزی اپنے شہر میں ہو۔

رسول اللہ ﷺ یہ دعا فرماتے تھے:

اے اللہ میں غافل دوست، بُرے پڑوسی اور تکلیف دہ بیوی سے پناہ مانگتا ہوں۔

احمد بن حرب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اگر عورت میں چھ خصلتیں اور عادتیں ہوں تو وہ نہایت صالح اور پاک باز ہے۔

اول : پانچ وقتوں کی نماز کی پابند ہو۔

دوم : خاوند کی تابعدار ہو

سوم : اپنے رب کی رضا جو ہو۔

چہارم : اپنی زبان کو غیبت و چغلی سے محفوظ رکھے۔

پنجم : دنیاوی ساز و سامان میں بے رغبت ہو۔

ششم : فاقہ و تکلیف پر صابر ہو۔

ابو محمد مروزی علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ ابلیس پانچ خصلتوں کی وجہ سے بدبختہ ہوا۔

اول : اس نے اپنے گناہ کا اقرار نہیں کیا۔

دوم : وہ گناہ پر نادم اور شرمسار نہ ہوا۔

سوم : اس نے اپنے نفس کو ملامت نہیں کیا۔

چہارم : اس نے توبہ و استغفار نہ کیا۔

پنجم : وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہو گیا۔

لیکن حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام کا معاملہ برعکس رہا اور آپ پانچ خصلتوں کے باعث سعید ہو گئے۔

اول : آپ نے گناہ کا اقرار کیا۔

دوم : گناہ پر نادم ہوے۔

سوم : اپنےنفس کو ملامت کیا۔

چہارم : فوراً توبہ واستغفار کیا۔

پنجم : اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوے۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ نے ایک روز اہل علم کی مجلس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا؛

عزیزو! اللہ تعالیٰ نے تم کو علم کی دولت عطا فرمائی ہے اور مسلمانوں کی تعلیم اور ان کی اصلاح تمہارے ذمہ کردی ہے یاد رکھو علم کو چُھپانے والے کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔تعلیم دینے میں جس قدر محنت ومشقت کروگے اسی قدر عظیم اجر پاؤ گے ورنہ عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے۔

اے علمائے دین! تم درس دیتے ہو، احکام شرعیہ بیان کرتے ہو اور مفتی بن کر لوگوں کو فتویٰ دیتے ہو اور خبردار ! تم چھلنی کی طرح نہ ہو جانا کہ چھلنی اچھا اور عمدہ آٹا تو چھان دیتی ہے لیکن بھوسہ اسی میں رہ جاتا ہے۔کہیں تمہارا حال بھی ایسا نہ ہو جائے۔تم اپنے منہ سے حکمت وموعظت کی باتیں تو کرتے ہو لیکن دلوں کے اندر کھوٹ رکھتے ہو۔اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تم سے اس کی باز پُرس کرے گا۔غفلت دل کی سیاہی ہے اور سیاہ دل پر کسی اچھی بات کا اثر نہیں ہوتا۔لہٰذا اپنے دلوں کی حفاظت کرو۔

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے : انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست رہے تو سارا بدن درست رہتا ہے۔اور اگر وہ بگڑ جائے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے۔اور وہ ٹکڑا دل ہے۔

آخر میں حضرت رفاعی علیہ الرحمہ نے دعا فرمائی : خداوند کریم! میرے اور تمہارے لئے مغفرت کا راستہ آسان کرے اور مجھے اور تمہیں اور تمام مسلمانوں کو ان لوگوں میں شامل کرے جو صالح، برگزیدہ، مخلص، نیکو کار اور اللہ ورسولؐ کے دوست ہیں۔خداوند کریم ہی کارسازِ حقیقی ہے اور وہی ہر قسم کی تعریف وتوصیف کا سزاوار ہے جو سارے جہاں کا رب ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین

نیک اعمال میں تعجیل کرو

مولانا مولوی ڈاکٹر
ابو محمد سید شاہ محمد عثمان قادری یم،اے،پی،ایچ،ڈی،بی،کام؛
ناظم دارالعلوم لطیفیہ ۔حضرت مکان ۔ویلور

بزرگان دین کا فرمان ہمیشہ یہی رہتا ہے کہ کوئی کام بھی ہو تو وقت سے پہلے شروع کرو اور اطمینان سے دلجوئی سے کرتے ہوئے اسے وقت مقررہ پر مکمل کردو۔ ہر کام میں جلد کرنے کو پسند نہیں کیا اور یہ فرمایا گیا کہ جلدی کا کام شیطان کا اور دیری کا کام رحمٰن کا ہوتا ہے۔لیکن ان تمام باتوں کے باوجود بزرگان دین آقائے دو جہاں ﷺ کی ایک حدیث پاک یہ بھی نقل کرتے ہیں جس میں آپ ﷺ نے اس بات کی تاکید فرمائی کہ چند باتوں میں جلدی کرنا چاہئے۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عجلو ابالتوبۃ قبل الموت۔ وعجلواباستعد اد الموت قبل نزول ملک الموت وعجلوابالا عملال الصاحۃ قبل فنا العمرو عجلوابا رضاالخصوم قبل الندامۃ۔

ترجمہ : فرمایا نبی کریم ﷺ نے موت سے پہلے توبہ کرو اور مال کے چلے جانے سے پہلے صدقہ دو اور لڑکیوں کے نکاح کرنے میں جلدی کرو رسوائی سے پہلے اور میت کو جلدی دفن کرو برائی ظاہر ہونے سے پہلے اور نماز کو فوت ہونے سے پہلے ادا کرو اور ملک الموت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کرو، اور نیک کاموں میں جلدی کرو عمر کے گزرنے سے پہلے اور مدعیوں کے سامنے شرمندہ ہونے سے پہلے انھیں راضی کرلو۔

مذکورہ حدیث کی چند باتیں چند کام ایسے ہیں جس میں دیر نہیں بلکہ جلدی کرنا چاہئے تو اب ہمارے سامنے دو باتیں ہیں ایک یہ کہ ہر کام میں جلدی مت کرو صبر واطمینان سے کرو اللہ کی ذات قادر مطلق ہے وہ جو چاہئے تو کرسکتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کو بنانے میں سات دن لئے۔

اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سات دن کے بجائے آن کی آن میں زمین و آسمان بنا دیتا مگر یہ بتانا مقصد ہے کہ اللہ جلدی کے کام کو پسند نہیں کرتا بلکہ صبر و اطمینان کو پسند کرتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ ہر کام میں جلدی ٹھیک نہیں لیکن چند کام ایسے بھی ہیں جس میں جلدی کرنا بہتر ہے اور دیری کرنے میں نقصان کا خوف ہے۔

اللہ کے رسول مقبول ﷺ نے فرمایا موت سے پہلے توبہ کرلو۔ اس میں مصلحت ہے کہ کوئی بھی اپنی موت سے باخبر نہیں رہتا پتہ نہیں کہ موت کب آجائے اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اپنے گناہوں کی توبہ موت سے پہلے کرلو پھر فرمان ہے کہ صدقہ دینے میں جلدی کرو مال کے چلے جانے سے پہلے تو یہ حقیقت ہے کہ مال و دولت کو کبھی بقا نہیں اور یہ مال و دولت کسی ایک کے پاس قائم نہیں رہتی آج ہمارے پاس تو کل کسی اور کے پاس ہوگی اس لئے فرمایا گیا کہ مال کے جانے سے پہلے صدقہ دیدو اور یہ بھی فرمایا کہ لڑکیوں کے نکاح کرنے میں جلدی کرو یقیناً اگر اس معاملہ میں تاخیر ہو جائے اور لڑکی اپنی آزادی سے کوئی قدم بڑھادے تو اس میں رسوائی اور بدنامی ہے اور دور حاضرہ میں ہمیں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں تو اس لئے فرمایا کہ بدنامی سے پہلے لڑکیوں کا نکاح کردو۔

اور پھر فرمایا گیا کہ مردے کو جلدی دفن کرو اس لئے کہ اگر دفن کفن کے معاملہ میں دیر ہو جائے تو مردے کے سڑ جانے یا مردے سے پیشاب اور پلیدی نکل آنے کا اندیشہ رہتا ہے اسی لئے فرمایا گیا کہ دفن کرنے میں جلدی کرو اور پھر فرمان ہے کہ نماز کو فوت ہونے سے پہلے ادا کرو نماز کو اسکے وقت مقررہ پر ادا کرنا چاہئے فرمایا گیا کہ موت کی تیاری میں جلدی کرو یہ معلوم ہے کہ موت ہر ایک کو آنی ہے اور موت سے ڈرنا نادانی ہے بلکہ موت کیلئے تیاری کرنا ہوشیاری اور عقلمندی ہے لیکن ہمیں یہ معلوم نہیں کہ موت کب آئیگی تو اس لئے اسکی تیاری جلدی کرنا چاہئے۔

اور پھر فرمان ہے کہ نیک کاموں میں جلدی کرو عمر کے گزرنے سے پہلے چند چیزیں ایسی ہیں وہ صحیح وقت پر ادا ہو تو مفید ہیں ورنہ بے فائدہ ہوتی ہیں۔ جیسے جوانی کے تین چیزیں ہیں وہ جوانی میں ہوں تو فائدہ مند جیسے عبادت۔ اولاد ،دولت لہٰذا عمر کے گزرنے سے پہلے نیک اعمال کرنا چاہئے اور پھر فرمایا کہ مدعیوں کو راضی کرنے میں جلدی کرو اس لئے کہ کہیں ایسا وقت نہ آجائے ہم کو اپنے مدعی سے شرمندہ ہونا پڑے تو ایسا وقت آنے سے پہلے اسکو راضی کرلو۔ حاصل تحریر یہ ہے کہ چند کاموں میں جلدی اور چند کاموں میں صبر کرنا یہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں تو اب ہمارے لئے ضروری ہے کہ جن کاموں میں جلدی کرنے کا حکم ہو ان کاموں میں جلدی کریں۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ طفیل سے ہم تمام کو سچا عاشق رسول ﷺ اور وسنتوں پر عمل کرنے والا بنادے، آمین ثم آمین۔

موئے مبارک

مولوی سید نیاز احمد جمالی

پرنسپل، دار العلوم جمالیہ، چنئی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، جس چیز کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو جائے وہ عظیم اور لائق تعظیم ہو جاتی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اس خاک کا بھی احترام کریں جس خاک سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک مس ہوئے۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک ایک عظیم معجزہ ہے۔ ہر نبی معجزہ لیکر آیا مگر ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم معجزہ بن کر آئے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک نورانی ہے، آپکا موئے مبارک بھی نورانی ہے اور معجزہ ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

میرے سرکار کا تن بدن نور ہے
جسم تو جسم ہے پیرہن نور ہے

حجۃ الوداع کے موقعہ پر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک حلق فرمایا تو آپکے صحابہؓ نے آپکے مبارک بالوں کو بڑے احترام کے ساتھ اپنے پاس محفوظ رکھ لیا وہ جانتے تھے کہ یہ بال کسی عام آدمی کے بال نہیں، یہ محبوبِ خدا، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں۔ آج دنیا کے مختلف علاقوں میں موئے مبارک کی زیارت کروائی جاتی ہے۔ مسلمان بڑی عقیدت ومحبت سے موئے مبارک کی زیارت کرتے ہیں اور اللہ کی بارگاہ میں روئے مبارک کے دیدار کی فریاد کرتے ہیں۔ موئے مبارک کی زیارت سے مسلمانوں کو دلی سکون نصیب ہوتا ہے۔ جس شخص کے پاس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہو اور وہ اُسکی حفاظت کرتا ہو تو یقیناً وہ دنیا کا بڑا خوش نصیب انسان ہے اس لئے کہ مشیتِ الٰہی نے اُسے حضور کے موئے مبارک کی خدمت کے لئے چُن لیا۔

عموماً موئے مبارک کو پاک پانی میں رکھ کر زیارت کرائی جاتی ہے۔موئے مبارک سے لگ کر یہ پانی بہت مبارک ہوجاتا ہے۔یہ شفاءِ امراض کے لئے مجرب ہے۔

دنیا میں سینکڑوں انسان پیدا ہوئے۔اُن میں بادشاہ بھی تھے اور متمول اشخاص بھی۔سب کے بال پراگندہ ہوگئے یا دفن ہوکر خاک کا حصہ بن گئے۔ذرا محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دیکھئے کہ صدیاں گذر گئیں۔دنیا میں کئی انقلابات رونما ہوئے مگر آپکا موئے مبارک جوں کا توں ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپکے مبارک بالوں کو آپ کے عاشقوں کے سکون کا ذریعہ بنایا ہے۔

موئے مبارک کی زیارت کے وقت عاشق ومنافق کی پہچان ہوجاتی ہے۔جو حضور کا وفادار امتی ہوتا ہے اسے موئے مبارک سے تسکین حاصل ہوتی ہتے اور وہ موئے مبارک کو دیکھ کر بے حد مسرور ہوجاتا ہے۔جبکہ منافق بے تکی باتوں میں اپنا وقت برباد کرتا ہے۔منافقوں کے اعتراضات جاری رہتے ہیں مگر عاشقوں کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ موئے مبارک کی زیارت کے لئے طویل شفر بھی برداشت کرتے ہیں۔

فن نعت گوئی

ایک جائزہ

علیم صبا نویدی

حضور پُر نور ﷺ کی ذات اقدس اس ساری کائنات میں بعد خدا سب سے بزرگ اور سب سے زیادہ قابل ستائش ہے اور آپؐ کے اسم مبارک میں جس سے آپ بہت زیادہ معروف ہیں اس کے معنی ہی سب سے زیادہ ''حمد کیئے گئے'' یا ''سراہے گئے'' ہیں۔ آپؐ کی زندگی طیبہ کا ایک ایک گوشہ ایسا ہے جب کہ آپ کو ابھارے رکھنے کے لئے حق تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ساری باتیں پہلے ہی سے طے کررکھیں جب کہ آپؐ کو مبعوث ہونے میں ایک بڑے زمانے کو بیتنا تھا۔ اس بزرگ ترین ہستی کائنات کی مداحی کا کام سب سے پہلے حق تعالیٰ نے ادا کیا اور آپ کے اسمائے گرامی کو طے کررکھا۔ حق تعالیٰ نے آپؐ کے تعلق سے جو باتیں ہونی تھیں اور جو باتیں اس کے سوا کسی کے علم میں نہیں تھیں ان کے مطابق زمانوں میں انبیاء مبعوث کیئے جو آپ کی آمد کی تمہید کہے جا سکتے ہیں۔

حضورؐ پر جو کلام نازل کیا گیا وہ حضورؐ کا سب سے بڑا معجزہ تھا۔ قرآن پاک کی زبان دنیا کی تمام زبانوں سے زیادہ فصیح و بلیغ تھی اور حضورؐ کی زبان عرب کے سب فصیح ترین ادباء سے افضل ترین تھی۔ آپؐ کے کلام میں اور قرآن شریف کے کلام میں بڑا فرق ہے۔ اس سے اس بات کا اندازہ چلتا ہے کہ قرآن شریف حضورؐ پر نازل کیا گیا اور حضورؐ کی زبان پر ایسے محفوظ رہا کہ اس کا حرف حرف بالترتیب آپ کو یاد رہا۔ یہ حافظہ حضورؐ کے علاوہ کسی کو نصیب نہ ہوا۔

اس کی تعریف میں بندوں کے پاس کوئی زبان نہیں ہے مگر حضورؐ کے شیداؤں نے حضورؐ کی جیسی بھی تعریف و تحمید بیان کی ہے وہ بندوں کی بساط بھر بات تھی اور حضورؐ ہی کے دور میں شعراء نے آپ کی شان میں شعراء نے آپ کی شان میں شعر کہے ہیں اور جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے بھی آپ کی تعریف کو اپنے لئے لازم قرار دیا۔ جاہلیت کے دور میں جو شاعری تھی

وہ بڑی ہی فصیح تھی۔ امراءالقیس حضورؐ کی بعثت سے چالیس سال پیشتر باحیات تھا۔ حضورؐ نے اس کو شاعروں کا سرتاج کہا مگر چونکہ اس نے جہالت کے زمانے کو دیکھا تھا اس لئے حضورؐ نے اس کے بارے میں یہ بھی کہا کہ وہ جہنمی شعراء کا سپہ سالار بھی ہے۔ حضورؐ نے شاعری کو پسند فرمایا گویا اس میں جو مواد ہے اس کے مطابق شاعروں کو دو زمروں میں بانٹ دیا جیسا کہ قرآن شریف نے بھی ان کی تقسیم بندی کی قرآن شریف نے یہ کہا ہے۔ ''الشعرا یتبیعون الغاؤن یقولون مالا تفعلون'' اور یہ بھی کہا گیا کہ وہ ''تلامیذ الرحمٰن'' بھی ہیں۔ حضورؐ کو بنوعبس کے مشہور شاعر عنترہ کا ایک شعر سنایا گیا جس کا مفہوم ہے۔ ''میں نے بہت سی راتیں محنت ومشقت میں بسر کی ہیں تاکہ کسی عرب کی تعریف نے میرے دل میں اس کا شوق ملاقات نہیں پیدا کیا۔ لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ اس شعر کے لکھنے والے کو میرا دل بے اختیار چاہتا ہے۔ حضورؐ کی اس مدحت عنترہ سے یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ حضورؐ نے شاعری کو پسند فرمایا ہے۔ بالخصوص اس شاعری کو جس میں موزونیت وبرجستگی ہو! جو واقعیت کی آئینہ دار ہو! جو کذب ومبالغہ سے بری ہو۔ حضورؐ کے خاندان میں بھی شعر وسخن کا چرچا تھا آپؐ کے چچا ابو طالب اور حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ وحضرت علیؓ وغیرہم نے بھی شعر کہے ہیں۔ حضرت علیؓ کا ایک پورا دیوان تھا۔ ان کے علاوہ لبید بن ربیعہؓ، زبیر بن ابی سلمیٰؓ، عباس بن مرداسؓ، متمم بن نویرہؓ، حسّان بن ثابتؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، کعب بن زبیرؓ اور ابن زیدیؓ وغیرہم اپنی شاعری کے لئے بہت ممتاز ومشہور تھے۔ ان میں نعت گوشعراء کی حیثیت سے ابوبکرؓ وعمرؓ، علیؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، کعب بن زبیرؓ، اور حسّان بن ثابتؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، کعب بن زبیرؓ، ابن زیدیؓ وغیرہم اپنی شاعری کے لئے بہت ممتاز ومشہور تھے۔ ان میں نعت گوشعراء کی حیثیت سے ابوبکرؓ وعمرؓ، علیؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، کعب بن زبیرؓ، اور حسّان بن ثابت کے نامہائے گرامی لئے جاسکتے ہیں۔ حضرت کعب بن زبیر کا ''قصیدۂ بانت سواد''، سن کر حضورؐ نے ان کی تعریف کی تھی۔ یہ لوگ صرف اپنے قول ہی کے سچے نہیں تھے بلکہ اعلیٰ کردار کے بھی مالک تھے اور ان میں حضورؐ سے بے حد محبت اور عقیدت تھی اور ان کی نعتیں دل کی گہرائیوں سے ادا ہوئی تھیں۔ کبھی کبھی فرطِ محبت سے وہ بے قابو ہوجاتے تھے تو حضورؐ انہیں روک دیتے تھے۔ واقعاتِ بدر سے متاثر ہوکر مدینہ کی لڑکیاں جب دف بجاتے ہوئے اشعار گاتی تھیں۔ تو ان کے ایک مصرعہ پر حضورؐ نے انہیں ٹوک دیا جس کے ایک مصرعہ کا مفہوم یہ تھا۔ ''ہم میں ایسے نبیؐ ہیں جو کل کی باتیں جانتے ہیں'' تو حضورؐ نے کہا کہ وہ اس کو چھوڑ کر باقی ترانہ گاسکتی ہیں۔ حضورؐ سے جابر بن سمیرہؓ نے بیان کیا ہے کہ وہ اس کو چھوڑ کر باقی ترانہ گاسکتی ہیں۔ حضورؐ سے جابر بن سمیرہؓ نے بیان کیا کہ وہ ایک سو سے زیادہ مجالس شعراء میں شریک ہوچکے تھے جن میں جاہلیت کے واقعات بھی ہوتے تھے۔ امیہ بن صلت ایک پر گوشاعر تھا اور اس کا کلام سن کر حضورؐ

نے کہا کہ وہ اسلام قبول کرنے کے موڑ پر آ گیا تھا۔ (مگر اس نے یہ نصیبہ نہیں پایا) حضرت حسّان بن ثابتؓ کو حضورؐ نے منبر پر بٹھا کر ان کے قصائد سنے تھے۔ آپؐ نے حضرت کعب مالکؓ اور حضرت حسان بن ثابتؓ سے گذارش کی کہ وہ دشمنان اسلام کے ہجویہ اشعار کا جواب اشعار میں دیں۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ مومن تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی۔''

آج کل ایک زمرہ ایسا ہے جو نعت گوئی کو مستحسن نہیں سمجھتا اور اس کے خلاف اول فول بکتا ہے۔ حضورؐ نے شاعری کو بھی سراہا اور قصائد اور نعتوں کو بھی پسند فرمایا۔ سیرت نبیؐ کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ شاعری کے تعلق سے حضورؐ کا کیا قیاس تھا اور آپؐ کیسی شاعری پسند کرتے تھے۔ حضرت حسّان بن ثابتؓ کو منبر پر بٹھا کر جو کلام سنا تھا وہ یقینی طور پر اللہ اور اس کے رسولؐ ہی سے وابستہ تھا۔ حمد و سلام و نعت حضور کو پسند تھے۔

اردو نعت گوئی پر جب نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ یہ فن عربی و فارسی کی وساطت سے اردو میں رائج ہوا۔ عربوں سے اہل فارس نے استفادہ کیا اور ان دونوں زبانوں سے اردو کا گہرا ربط ہونے کے باعث نعت گوئی کا چلن عام ہوا۔ اُردو میں نعت گوئی اس وقت سے ہے جب کہ اردو میں شاعری کی بنا پڑی تھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر دور میں نعت گو شعراء موجود رہے ہیں۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ کوئی ایسا اردو شاعر نہیں گذرا ہے جس نے نعت نہ کہی ہو۔

گیارھویں صدی ہجری اردو شاعری کی باقاعدہ شروعات کی صدی تھی اور اس میں پہلا صاحب دیوان شاعر محمد قلی قطب شاہ تھا۔ اس نے نعت کی ایک مستقل ہیئت متعین کی۔ یوں تو نویں صدی ہجری میں بھی بعض صوفی شعراء کے کلام میں نعتیہ اشعار ملتے ہیں مگر باقاعدہ نعت گوئی نہیں تھی۔ خوبؔ محمد چشتی کی مثال دی جا سکتی ہے۔ جنھوں نے مثنوی ''خوب ترنگ'' لکھی تھی۔ مگر محمد قلی قطب شاہ کے دیوان میں بہت سی غزلیں نعتیہ کلام کی حامل تھیں اور دیگر غزلوں میں بھی نعتیہ اشعار اور مقطعے ملتے ہیں۔ ملاّ وجہی، ابن نشاطی، نصرتی وغیرہ نے نعتیہ مثنویاں تحریر کی ہیں۔ اسی دور میں منظوم سیرت نگاری کا بھی آغاز ہوا۔

بارھویں صدی ہجری میں ولی دکنی نے شاعری میں نئی روایات کا آغاز جو کیا تو پوری اردو دنیا اس کے زیر اثر آ گئی اور ولیؔ دکنی کا دور دور تک شہرہ ہوا۔ ولیؔ دکنی نے نعتیہ غزلیں، قصیدے، نعتیہ رباعیاں، نعتیہ مخمس اور مستزاد کہہ کر ایک عالم کو متاثر کیا۔ اسی دور میں قاضی محمد بحری اور سید محمد فراقیؔ کے نامہائے گرامی ملتے ہیں جو زندگی بھر نعتیں ہی کہتے رہے۔ اسی صدی میں مرزا محمد سوداؔ کا نام آتا ہے۔ جنھوں نے دکن کے باہر اپنا سکہ جمایا تھا اور پورا شمالی ہندان سے گونج رہا تھا۔ ولیؔ سے سوداؔ تک آتے آتے اردو شاعری کی زبان ہی میں نہیں بلکہ اردو شاعری میں بھی کافی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ سوداؔ نے

نعتیہ قصیدوں میں اپنا ہنر دکھایا ہے۔ یہ قصیدے اردو کی باضابطہ نعتیہ شاعری کے نمونے کہے جاسکتے ہیں۔

تیرھویں صدی ہجری میں ہمیں بہت ہی مشہور غزل گوشعراء ملتے ہیں جن کی میری وسالاری میر تقی میرؔ کے حصہ میں آئی تھی۔ میرؔ نے غزلوں میں اپنا سکہ بٹھادیا تھا انہوں نے غزل ہی کی ہیئت میں نعتیں کہی ہیں۔ مگر اس صدی کے نصف عرصے تک شمال میں نعت گوئی کو پوری طرح باضابطہ طریقے سے نہیں برتا گیا۔ شعراء کے دواوین میں چیدہ چیدہ شعر ہی نعتیہ ڈھنگ کے ہوتے تھے۔ میر تقی میرؔ کے علاوہ، اسمٰعیل شہید دہلوی نے مثنوی میں، کرامت علی شہیدی نے اور مومن دہلوی نے قصائد میں نعتیہ اشعار کہے ہیں۔ اس صدی کے اختتام میں غالبؔ نے بھی نعتیہ اشعار کہے ہیں۔ تبرکاً ہی سہی شعراء نعتیہ اشعار کو اپنے دیوان میں شامل کر لیتے تھے۔ یہ نمونے پوری طرح فنی نمونے ثابت ہوتے ہیں اور نعت گوئی کو مستقل فن کی حیثیت عطا کرنے میں یہ نمونے کام آئے اور نعت گوئی نے آگے چل کر ایک فنی حیثیت حاصل کر لی۔ اس ضمن میں ہم مولانا کفایت علی کافیؔ مرادآبادی اور مولانا غلام امام شہید کے نام سب سے پہلے لے سکتے ہیں۔ انہوں نے آنے والے نعت گوشعراء کے لئے ایک فضا سازگار کی ہے۔ اردو نعتیہ شاعری میں مضمون آفرینی، دل آویز طرز بیان اور غنائیت اور جمالیت کے پہلو اجاگر ہوئے۔ اسی دور میں ہمیں ایک اور اہم نعت گوشاعر کا نام یقینی طور پر لینا چاہئے اور وہ ہیں حافظ لطف علی خاں لطف بریلوی۔ غزل میں نعت گوئی کی روایت کو سب سے پہلے برتنے والے شاعر کی حیثیت سے ان کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

اس دور کے تسلسل میں ہمیں پھر دو اہم ترین نعت گوشعراء کی حیثیت سے لینے ہیں کیوں کہ ان سے ایک نئے دور اور ایک نئی روایت کا آغاز ہوتا ہے وہ ہیں امیرؔ مینائی اور محسنؔ کاکوروی۔ ان کے باعث نعت گوئی کا فن اپنے کمال کو پہنچ گیا اور اردو شاعری کو ان سے بڑا وقار حاصل ہوا۔ امیرؔ مینائی نے نعت گوئی کے علاوہ دیگر اصنافِ سخن میں بھی طبع آزمائی کی مگر محسنؔ کاکوروی نے نعت گوئی کی طرف زیادہ دھیان دیا اور بڑی حد تک اسی صنف سے تمام عمر لگے رہے۔

امیرؔ مینائی ایک مذہبی اور صوفی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے نعتیہ شاعری میں دلچسپی دکھائی تھی تو اس کی اہم وجہ ان کی ذہنی تربیت تھی اور اہل عرفان کو حضورؐ سے صحیح معنوں میں احترام اور عقیدت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کا صنف نعت سے فطری لگاؤ بھی تھا اور طبیعت بھی اس کے لئے سازگار پائی تھی۔ سن ۱۸۵۷ء میں وہ آشوب انگیز ہنگاموں سے پریشان ہوکر جب کاکوری میں پناہ گزین ہوئے تو ان کی ملاقات محسن کاکوروی سے ہوئی اور دونوں کے مزاج میں جو مماثلت تھی اس کے باعث وہ ایک دوسرے کے قریب ہوئے اور امیر مینائی پر محسن کاکوروی کا گہرا اثر پڑا جس کی وجہ سے

امیر مینائی نے نعت گوئی میں مزید دلچسپی لی اوران کی غزلوں میں بھی اکثر نعتیہ اشعار آجاتے تھے۔محسن کاکوروی کو بچپن ہی سے شعر گوئی میں دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔کہا جاتا ہے کہ جب محسنؔ کی عمر ابھی ۹ سال ہی کی تھی خواب میں زیارت رسول اکرمؐ سے مشرف ہوئے۔پھر کیا تھا عشقِ رسولؐ سے ان کا دل بھر گیا اور نعتیہ اشعار کہنے لگے تھے۔آپ کا کلام ''کلیات محسن'' کے نام سے شائع ہوا، جس میں تمام تر کلام نعتیہ تھا۔ان میں قصیدے، مثنویاں، مسدس، رباعیاں اور غزلیں تھیں اور یہ سارا کلام نعتیہ تھا۔موصوف کا قصیدۂ لامیہ ''مدیح المرسلین'' بہت مشہور ہوا۔ان میں بے مثال اشعار ملتے ہیں۔ان اشعار سے اردو میں نعتیہ شاعری کو ایک نئی راہ ملی۔زبان و اظہار اور احترام و ایثار میں پوری عُلویت ملتی ہیں۔ان میں پاکیزگی کی فضا اور والہانہ اور عاشقانہ ورفتگی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔محسنؔ کاکوروی تک نعتوں کی صنف نے جو سفر کیا وہ اس موڑ پر آ کر پوری طرح ادب عالیہ کا آئینہ بن گئی، محسن کے دور میں اور محسنؔ کے باعث نعت گوئی حصولِ سعادت اور تسکین دل کا ذریعہ بن گئی اور اس دور کے شعراء کو محسنؔ کاکوروی نے نعت گوئی کا بہترین اسلوب سکھایا اور یہاں سے اردو صنف نعت صالح و سالم سفر پر رواں دواں ہوگئی۔

محسنؔ کاکوروی کے بعد جب جدید شاعری کا چلن شروع ہوا تو ہمیں مولانا حالیؔ، مولانا شبلیؔ، نظم طباطبائی، مولانا ظفر علی خان، علامہ اقبالؔ جیسے بزرگ شعراء کی بھرپور جماعت ملتی ہے۔اس جماعت نے پرانی روش اور قدیم انداز سے ہٹ کر نعت گوئی میں ذکر وسوانح رسولؐ کا رواج عام کیا حالیؔ کی مسدس ''مدو جزر اسلام'' عرضِ حال بجناب سرور کائنات'' شبلی کی منظوم ''سیرت النبیؐ ''، نظم طباطبائی کے قصائد ''ذکر بعثت و فتح مکہ ''قصیدۂ معراج''، ہجرت، غزوۂ بدر، قصیدۂ احزاب، خیبر اور حنین وغیرہ تخلیقات پڑھنے کو ملتی ہیں۔

مولانا ظفر علی خاں کی نعتوں نے ہندوستان میں ایک دھوم مچا دی اور یہ نعت جس کا آغاز ''وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں'' تھا ملک کے بچے بچے کی زبان پر رائج ہوگیا۔ظفر علی خاں میں جذبات کی فراوانی تھی اور نعتوں میں جذبہ کو سمو کر لوگوں کو محظوظ کرتے تھے۔اس کے بعد ڈاکٹر محمد اقبالؔ کی شخصیت سے ہمارا سابقہ پڑتا ہے اور جن کی شاعری اظہار و بیان اور ادبی شان کے باعث ادب عالیہ میں جگہ پا گئی اور اقبالؔ کی اس شاعری کا صلہ یہ ملا کہ ملک بھر میں اقبال شناسی ایک روش خاص و عام ہوگئی۔اقبالؔ نے حضور پُر نور ﷺ سے والہانہ تعلق کو اپنے انداز میں یوں بیان کیا۔

کافر ہندی ہوں میں دیکھ مرا ذوق و شوق

دل میں صلوٰۃ و درود، لب پہ صلوٰۃ و درود

ان کی نعتیہ نظم ''ذوق وشوق'' اردو نعت گوئی کا گویا نقطۂ عروج ہے۔

نعتیہ شاعری کے اس دور سے متصل ہی ہمیں بہت سے نعت گو شعراء ملتے ہیں مثلاً مولانا احمد رضا خان بریلوی (جن کا نعتیہ دیوان ''حدائقِ بخشش'' تین جلدوں میں ہے) اقبال سہیل (نعتیہ دیوان ارمغانِ حرم) سیماب اکبر آبادی (نعتیہ مجموعہ ''سازِ حجاز'') امجد حیدر آبادی (نعتیہ رباعیات) بہزاد لکھنوی (نعتیہ مجموعے ''نغمۂ نور'' کیف وسرور'' چراغ نور'' نعتِ حضورؐ '' اور ثنائے حبیبؐ) حمید صدیقی (مجموعہ ''گلبانگ حرم'' دبستان حرم'') ضیاء القادری (نعتیہ مجموعہ ''تجلیاتِ نعت) ماہر القادری (مجموعۂ کلام ''ذکر جمیل''، ''نغماتِ ماہرؔ اور ''فردوس'' میں نعتیہ کلام) شفیق جونپوری (مجموعہ کلام ''سفینہ'' فانوس'' اور'' حرمین'' میں نعتیہ کلام) حفیظ جالندھری (''شاہنامہ اسلام'' میں نعتیہ مضامین والے بند)وغیرہ۔ان تمام کے ہاں بالالتزام اور کہیں نعتوں کی چیدہ چیدہ نظمیں بڑی ہی وقیع کوششیں ہیں۔ان سب کے ہاں نعت کے فن کو اپنی اپنی شاعرانہ صلاحیتوں اور سب سے بڑھ کر حضور کی ذات اقدس سے والہانہ شفقت ومحبت کے باعث جو جلا ملی ہے وہ کسی بھی طرح فن نعت گوئی کے ذکر میں نظر انداز کرنے والی بات ہرگز نہیں ہے۔سبھوں نے یکسوئی سے اس فن کے فروغ میں اپنے طور پر جو کردار نبھانا تھا نبھایا۔ان عظیم شعراء کے علاوہ بھی بہت سے شعراء ہیں جنہیں نظر انداز ہی نہیں کیا جا سکتا مثلاً بیدم شاہ وارثی شیرانی، احسان دانش، شورش کاشمیری، مولانا عبدالباری آسی، شاکر نائطی، آسی ترپاتوری، معینی اجمیری کے نام بھی فن نعت گوئی میں بہت وقیع ہیں۔تقسیم ہند کے بعد بھی ہند وپاک کے شعراء میں نعت گوئی کا رجحان عام رہا اور شاید ہی کوئی بدنصیب شاعر ہوگا جس نے اس طرف دھیان نہ دیا ہو۔ہم اس ضمن میں شمالی ہند میں نشور واحدی، عامر عثمانی، عروج قادری، حفیظ بنارسی، عمیق حنفی، کلیم عاجز، حفیظ مرٹھی، وحید اشرف، قمر سنبھلی، سیفی سرونجی، بیکل اتساہی، ساجد صدیقی، والی آسی، طلحہ رضوی برق، طفیل احمد مدنی، اور جنوبی ہند میں فدوی باقوی، راہی فدائی، حافظ باقوی، دانش فرازی، مختار بدری، جمیل الدین قادری، علیم صبا نویدی، محمد علی اثر، اسد ثنائی، عاجز ترچناپلی، نواب شبیر حیا، مرغوب ترچناپلی، آمر کلیمی، نادر ترپاتوری، ابوالبیان حماد، حکیم یعقوب اسلم وغیرہم کو کسی طرح بھول نہیں سکتے۔

خصوصی طور پر ابوالمجاہد زاہد، افسر بھوپالی، قمر سنبھلی، عزیز بگھروی، رؤف خیر، مسعود جاوید ہاشمی، علیم صبا نویدی، راہی فدائی وغیرہم ایسی شخصیات ہیں جنہوں نے بے شمار نعتیں کہیں ہیں اور جو باحیات ہیں اور بھی اب نعتیں کہہ رہے ہیں۔

تمام اصنافِ سخن میں نعتیں کہی گئیں اور کہی جارہی ہیں۔قصیدہ نگاری میں بھی نعتیہ مضامین کو سمویا گیا ہے۔اس ضمن میں پاکستانی دور کے قصیدہ نگاروں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ان میں عبدالعزیز خالد، جعفر طاہر، حافظ مظہر الدین،

خالد احمد، عبداللہ قادر، حافظ محمد افضل فقیر، حافظؔ لدھیانوی، قمرؔ اینالوی، غلام رسول از ہر، علیم ناصری، سرور سہارنپوری، خالد بزمی، اور نظیر لدھیانوی کے نام لئے جاسکتے ہیں، مثنوی نویسوں میں سید منیر علی جعفر، ملک منظر حسین منظور، سید یزدانی جالندھری کی نمائندگی ہوئی ہے۔ مسدس میں جوش کے بعد محشرؔ رسول نگری، احسان دانشؔ، صہباؔ اختر، سیف زلفی، قیصر بارہوی، انور مسعود، رحمان کیانی اور آسی ضیائی کے نام قابل ذکر ہیں۔

گیت کے ڈھنگ میں بھی نعتیہ کلام سامنے آیا ہے۔ اس میں خصوصی طور پر مظفر وارثی، فراز حامدی، عنبر بہرائچی، ابراہیم اشک بیکل اتساہی اور حسنیٰ سرور کے نام لیتے ہیں۔ پابند نظموں کے طرز کے لئے کرم یدری، جلیل عالی جیسے شعراء کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ مضمون سیرت میں مولانا امانیؔ پلی کنڈوی، فدوی باقوی، دانش فرازی، راجہ عبداللہ خان نیاز کے نام لے سکتے ہیں۔ تظمین کے انداز میں نعتیہ کلام کہنے والے شعراء میں منور بدایونی، اختر الحامدی، عبدالمجید سالک، شورش کاشمیری، ناصر کاظمی، بشر حسین ناظم اور ناصر زیدی وغیرہم کی نمائندگی ہوتی ہے۔ آزاد نظم کے اسلوب میں نعتیہ تجربہ کرنے والوں میں مختار صدیقی، عبدالعزیز خالد، عارف عبدالمتین، جیلانی کامران، ادا جعفری، نعیم صدیقی، ظہور نظر، امین راحت چغتائی، اظہر نفیس، محسن احسان، امجد اسلام امجد قمر ہاشمی، رشید قیصرانی، پروین شاکر، صائمہ خیری، ناہید قاسمی، تحسین فراقی، جعفر بلوچ اور الطاف قریشی کے نام بالخصوص لے گئے ہیں۔ اور نثری نظم میں نعت لکھنے والوں میں علیم صبا نویدی کا نام سرفہرست ہے۔ ان سب میں ایک ہئیت جو سبھوں نے پسند کی ہے وہ ہے غزل کی ہئیت اور اس میں سارے اردو شعراء شریک ہیں۔ کسی کا نام ترک کیا ہی نہیں جاسکتا۔ اس طرح نعت گوئی اردو کی ایک اہم ترین صنف ہے جو رہتی دنیا تک جاری رہیگی اور اس کو کبھی زوال آہی نہیں سکتا اور آنا بھی نہیں چاہئے۔ یہی امید ہے کہ قدرت خود اسکی محافظ رہے گی۔

ترچناپلی کا راک فورٹ قلعہ تاریخ کے آئینے میں

ڈاکٹر ایم.بی. امان اللہ.
گیسٹ لکچرار، شعبۂ عربی، فارسی و اردو،
مدراس یونی ورسٹی، چنئی۔

ترچنا پلی میں ہے ایسا ایک کوہ
فلک پست ہے جس کا دیکھ کر شکوہ

ترچنا پلی ریاست تمل ناڈو کا چوتھا بڑا شہر ہے جو کاویری ندی کے قریب واقع ہے۔ ۳۰۰ ق م میں اُرائیور جو موجودہ ترچنا پلی کا حصہ ہے۔ چولا راجاؤں کا دارالسلطنت رہا ہے، اس کا ثبوت آثار قدیمہ اور قدیم ادب کے مطالعہ سے ملتا ہے، ادبی وسائل سے یہ بات طئے پاتی ہے کہ کالبھرا ((Kalabhra (300-575 AD) کے ایام فترت میں بھی چولاؤں کے قبضے میں رہا ہے، اس کے بعد موجودہ ترچنا پلی اور اس کے اردگرد کے علاقوں کے ساتھ مہیندرا ورما چولا اول (Mahendraverma Chola-I) کے اختیار میں آیا جس نے ۵۸۰ تا ۸۸۰ء میں تخت نشین تھا۔ کتبوں کے بموجب یہ علاقہ چولا یا پانڈیا حکمرانوں کے قابو میں تھا۔ ۸۸۰ء میں آدتیا چولا (Adithya Chola) نے پلاوا راجاؤں کو شکست دی تو وہاں سے ترچنا پلی اور اسکے علاقے چولا راجاؤں کی سلطنت میں آ گئے۔ ۱۲۲۵ء میں یہ علاقہ ہوئیسالا (Hoysala) نے قبضہ کرلیا تو اس کے بعد سے مغلیہ حکمرانوں کی آمد تک پانڈیا حکمرانوں کی سلنطت میں رہا۔

چودھویں صدی میں یہ علاقہ سلاطین دہلی کے قبضے میں رہا، ۱۵۶۵ء میں مدورائی نایکوں اور پھر مرہٹوں، کرناٹک کے نوابوں، فرانسیسیوں اور آخر میں برطانوی حکومتوں نے علی الترتیب قبضے میں رکھنے کی کوشش کی۔ نایکوں کے دورِ حکومت میں اس شہر کو خوب ترقی حاصل ہوئی۔ راک فورٹ یعنی چٹان نما قلعے کے علاوہ یہاں پر ایک گرجا (چرچ) اور ۱۵ سے بھی زائد عربی مدارس موجود ہیں۔

جنوب بعید کے مغل مقبوضات پر دوبارہ جب وجیانگر حکمرانوں کا قبضہ ہوا تو اس کے بعد نایک اور وجیانگر قلمرو نے اس علاقے پر ۱۷۳۶ء تک حکومت کی۔ وشوانادا نایک نے موجودہ تالاب (جوتمل میں تیپاکُلم مشہور ہے) اور قلعہ کی تعمیر کی تھی، میناکشی کے زمانے میں نایکوں کی سلطنت ختم ہوگئی تو مسلمانوں نے پھر سے ایک مرتبہ اس علاقے میں اپنی سلطنت قائم کرلی تھی۔ اٹھارہویں صدی میں ہندوستان پر اپنی بالادستی قائم کرنے کے لئے برطانیہ اور فرانس کے درمیان کشمکش میں کرناٹک کا علاقہ تختۂ مشق بنا ہوا تھا۔ چند سال تک ترچناپلی پر نواب چنداصاحب اور نواب محمد علی کی حکومت بھی قائم تھی۔ اس کے بعد انگریزوں نے یہ علاقہ اپنے قبضے میں لے لیا۔ یہ صوبہ ہندوستان کی آزادی سے قبل ۱۵۰ سال تک انگریزوں کے اقتدار میں رہا۔

چٹان کی قدامت

وہ چٹان جس پر قلعہ تعمیر کیا گیا ہے دنیا کی سب سے قدیم ترین چٹان مانی جاتی ہے، اس کی عمر ۳.۸ بلین سال بلکہ گرین لینڈ کی چٹانوں اور ہمالہ سے بھی زیادہ بتائی جاتی ہے۔ اس چٹان میں سنگِ خارا یا سنگ چینی یعنی شیشہ تیار کرنے والا سیلی کون ڈائی آکسائڈ اور فن کوزہ گری میں مستعمل قلعی معدن کی آمیزش پائی جاتی ہے۔ اس چٹان کی لمبائی، گہرائی اور گیرائی دنیا کی تمام چٹانوں میں سب سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔

مندر:

پہاڑ کے دامن سے راک فورٹ مندر ۸۳ میٹر اونچائی پر تعمیر کیا گیا ہے۔ ابتدأ یہ مندر پلاوا حکمرانوں نے تعمیر کیا تھا مگر نایکوں نے اس فطری قلعہ بندی کو پوری طرح سے استعمال کیا اور بعد میں قلعے کا نقشہ بنایا تھا۔ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچنے کے لئے ۴۳۷ زینے کھدائے گئے ہیں۔

تالاب:

قلعے کے دامن میں ایک تالاب اور چبوترہ موجود ہے، جس میں مدورائی کے نایک تہوار منایا کرتے تھے۔ اس تالاب کے قریب میں اٹھارھویں صدی کا بنایا ایک گرجا گھر بھی ہے جسے اسکوارڈز (Reverened Schewartz) نامی پادری نے تعمیر کیا تھا۔

راج محل:

قلعے کے دامن میں سترھویں صدی کا ایک سو ستونوں پر محیط راج محل موجود ہے جسے چوکا نادا نایک (Chokkanatha Nayak) نے تعمیر کیا تھا دورِ حاضر میں یہ محل 'رانی منگمال محل' کے نام سے موسوم ہے۔ اس میں دربار ہال بھی موجود ہے۔ مورخین کا خیال ہے کہ یہ محل چوکا نادا نایک نے تین چوتھائی ترو ملائی نایک محل کو منہدم کر کے تعمیر کیا تھا۔ اس محل کو ذخیرہ اندوزی کے لئے بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ ۱۶۱۶ء سے ۱۶۳۴ء اور ۱۶۶۵ء سے ۱۷۳۶ء کے درمیان جب ترچنا پلی مدورائی نایکوں کا پایہ تخت تھا اس محل میں راجا اپنا دربار کیا کرتے تھے۔ اب یہاں پر ایک عجائب گھر اور سرکاری دفاتر بنے ہوئے ہیں۔

صدر دروازہ:

یہ قلعے میں داخل ہونے کا صدر دروازہ ہے جو شمالی جانب واقع ہے۔ یہ قلعے میں موجود مندروں، تالاب، راج محل اور بازاروں وغیرہ کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

حضرت طبل عالم بادشاہ کی ترچنا پلی آمد:

ترچنا پلی شہر میں سب سے مشہور و معروف درگاہ حضرت طبل عالم بادشاہ کی ہے۔ ترچنا پلی کے قلعے کی تاریخ میں مورخین نے آپ کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ خیال یہ ہے کہ حضرت طبل عالم بادشاہ کی صحیح تاریخ محفوظ نہیں ہے، لیکن سینہ بہ سینہ روایتوں کے بہ موجب حضرت طبل عالم بادشاہ کی ترچنا پلی میں آمد ۹۹۳ء میں ہوئی۔ اس طرح آپ کو تشریف لائے ہوئے تقریباً ہزار سال ثابت ہوتا ہے۔

حضرت سیدنا طبل عالم بادشاہ کا نسب نامہ:

امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ ←	امام حسینؓ ←	امام زین العابدینؒ
امام سید قاسمؒ ←	شیخ سید حسنؒ ←	سید میر تقیؒ
سید شیخ اختیارؒ ←	سید شہ احمد کبیرؒ ←	سید شاہ مطہر الدین طبل عالم بادشاہؒ

آپ کے دادا حضرت شیخ اختیارؒ حضرت امام حسینؓ سے ساتویں پشت میں جا کر ملتے ہیں، لہذا طبل عالم بادشاہ آلِ نبیؐ اولادِ علیؓ ہیں، جناب کلیم ہزاروی یوں کہتے ہیں:

یہ ساتویں پشت کی گلابی کلی تھی
جو حسینؓ ابن علیؓ کے گھر کھلی تھی

حضرت طبل عالم روم کے بادشاہ تھے، ایک مرتبہ آپ نے خواب دیکھا کہ بادشاہ کو اس کی ناانصافی کی وجہ سے فرشتے عذاب دے رہے ہیں آپ نے بادشاہت کا تخت وتاج اپنے چھوٹے بھائی جلال الدین کے حوالے کیا اور مدینہ منورہ پہونچے وہاں ذکر واشغال میں مشغول رہے۔آپ کو حضورﷺ سے حکم ملا کہ آپ تبلیغ اسلام کے لئے ہندوستان جائیں، چنانچہ آپ عرب سے ہندوستان میں اپنے نوسو قلندروں کے ساتھ بھٹکل تشریف لائے، بعد بابا بڈھن گری پھر سیو سمندر کی ندی بنگلور سے ہوتے ہوئے ترچناپلی آئے۔شہر ترچناپلی جس کا اصلی نام 'ترسرا' اور 'ترچراپلی' یعنی تین سر والے کی بستی یہاں ایک تین سروالا دیو(تین سر اور چھ ہاتھ رکھنے والا دیو جو دساسر دس سر رکھنے والے دیو کا بھانجہ تھا) رہتا تھا آج بھی اسی دیو کے نام سے ترچناپلی مشہور ہے جو کاویری ندی کے کنارے واقع ہے۔حضرت نطہر ولی نے دس لاکھ دیوؤں کے سران کے تن سے جدا کر کے جہنم رسید کر دئے تو یہ ماجرا سن کر 'ترچرا' نے اپنا رعب جمانے کے لئے حضرت نطہر ولی کو ایک خط لکھا کہ تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ میں آؤں گا تو تم میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑوں کا تو اس خط کا جواب حضرت نطہر ولی نے یوں لکھا:

اگر صلح جُو ہے تو اسلام لا
نہیں تو میری تیغ ہے، تیرا گلا

ترچرا کو اس خط کا کوئی اثر نہ ہوا وہ اپنے دیوؤں کے ساتھ جنگ کرنا شروع کر دیا اس واقعہ کو میر طاہر علی نے یوں نظم کیا ہے۔

تھے چھ ہاتھ اسد یو کو تین سر
ہر اک ہاتھ میں تیر تھے اور تبر
گرز تھا اس کا مشہور نو سو منی
بدن میں زرہ، سر پہ خود آہنی

کہا ہاں فقیرو، خبردار ہاں
میں دیوؤں کا سردار ہوں بے گماں
یہ کہہ کر نکال اپنے ترکش سے تیر
چلایا حملے کرنے وہ حضرت پہ جب
لگا حملے کرنے وہ حضرت پہ جب
تب آیا ہے حضرت کچھ بھی غضب
پکارے کہ اے ترچلا ہوشیار
لگی اس کی گردن پہ تیغ دو دم
ہوئے تینوں سر، تر چلا کے قلم

اس جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد نطہر ولی نے اپنے نوسو قلندروں کے ساتھ ترچنا پلی میں 'کوہ یتماں' جو شہر کے وسط میں ایک فلک بوس پہاڑ ہے جس کا نام Rock Fort ہے اس پر جا کر مقیم ہوئے تو باقی ماندہ دیوؤں نے کوہ کو گھیرا ڈال کر اطراف سے گھیر لیا تا کہ کوئی قلندر آب ودانہ کے لئے نیچے نہ آسکے اور بے آب ودانہ سب ختم ہو جائیں اس واقعے کو میر طاہر علی نے یوں نظم کیا ہے

لیا دیوؤں نے گھیر یہاں کی زمین
وضوکو بھی حضرت کے پانی نہیں

یہ سن کر. کہا شاہ نے مسکراکر
اے اللہ تو ہر ایک کی حاجت روا کر
ادا کر دوگانہ خداوند کا

وظیفہ لگا پڑھنے گوشہ میں جا
نظر شاہ کی تھی کہ برق بلا

دیا دیوؤں کو ایک دم میں جلا
وہ سب دیو جس دم ہوئے جل کے خاک
بجا لایا شہ شکر یزدان پاک
کہا ہے ارادہ مصمم میرا
لڑوں گا میں راون سے لنکھا کو جا
لکھا ہے کہ تھی روح آدم وہیں
ان ایم میں ہو تفرج گزیں
کہا شہ کو آدم نے بعد از سلام
کہ اے میرے لخت جگر نیک نام
یقین تو سمجھ جنگ سے تیری آج
ہوا خوش رسول خدا کا مزاج
بجا ڈنکہ تو اب تیرے نام کا
کہ اب دور آیا ہے اسلام کا

جب سب دیوؤں کا خاتمہ ہوگیا تو تیمان کا پنڈت 'پھول باغ' کے مندر سے بھاگا اور نطہر ولی کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اب تک یہ ملک دیوؤں اور راکشسوں کا تھا، اب یہ آپ کا ہے، آپ نے یہاں کے انسانوں پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے کہ ان کو آدم خور دیوؤں و راکشسوں سے نجات دلائی ۔ اور اپنا خاص مندر 'پھول باغ' خالی کر دیا اور حضرت نطہر ولی کو سکونت کے لئے چھوڑ دیا۔

تیمان پجاری کو نطہر ولیؒ نے کہا تم آج سے صرف پہاڑ کے پجاری ہو، پہاڑ کا مندر تم لو اور تمہارا خاص مندر ہم لیتے ہین یہی وجہ ہے کہ اس پہاڑ کو 'کوہ تیمان' کہتے ہیں۔

یہ کہہ بتکدے کو گیا حق شناس
رہا تیمان کوہ پر بت کے پاس

اسی مندر میں حضرت طبل عالم بادشاہؒ آرام فرما ہیں، اور وہ سر کٹا بت 'لنگ' آج بھی حضرت کے سرہانے موجود جلتا رہتا ہے۔

راجہ چولا کو اولاد نہیں ہوتی تھی اس معاملے میں وہ بہت مایوس تھا، تیمان پجاری کے کہنے پر وہ حضرت نطہر ولیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے لئے اولاد کی خواہش ظاہر کی آپ نے دو پھول دے کر کہا کہ یہ لے جاؤ اور اپنی رانی کو کھلا دو، تم کو دو بچے پیدا ہوں گے، لیکن اس میں پہلا بچہ ہمارا ہوا۔ راجہ نے رانی کو وہ دو پھول کھلا دئے اور جب پہلا بچہ ''ماما جگنی'' پیدا ہوئی لیکن راجہ اپنا قول بھول گیا جس کے نتیجے میں اس کے نومولود بچہ کے ہاتھ پاؤں اس کے جسم کے اندر چلے گئے وہ گوشت کا لوتھڑا ہو کر رہ گئی، جب نطہر ولیؒ کی خدمت میں روانہ کر دیا گیا اس وقت آپؒ وضو بنا رہے تھے، وضو سے فارغ ہو کر بقیہ وضو کا پانی جب اس گوشت کے لوتھڑے پر حضرت نطہر ولی نے چھڑکا تو فوراً ہاتھ پاؤں نکل آئے۔

حضرت نطہر ولی کے کرامات بہت سے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ آپ کے بے شمار کرامات ہیں جن کا ظہور ہونے کی دلیل حضرت سید محمد عبدالرحمٰن کلیم ہزاروی قادری رضوی یوں فرماتے ہیں۔

ہست کعبہ در دکن در گہر نطہر ولی
شان فضل ذوالمنن درگہ نطہر ولی
ہست نطہر بخدا ہر کس را حاجت روا
حاجت خود پیش کن بردرگہ نطہر ولی

راقم نے شہر ترچنا پلی اور اس کے قلعے اور آثار کے تعلق سے تاریخی شہادتیں اور پھر روحانی عقیدت مندی اور روایات نقل کر دی ہیں۔ حضرت طبل عالم بادشاہ کے حالات زندگی کے بارے میں اس مضمون میں جو کچھ معلومات فراہم کی گئی ہیں وہ ''تاریخ طبلِ عالم'' نامی کتاب سے ماخوذ ہیں۔ بذریعہ سید شاہ نعیم بابا ہزاروی ترچنا پلی سے حاصل ہوئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ومن دخله کان امنا

از۔ مولوی شہاب الدین ابو اسعادات احمد کویا
شالیاتی ملیباری علیہ الرحمہ
سابق استاذ، دارالعلوم لطیفیہ، ویلور۔

یہ قصیدہ جو فصاحت و بلاغت کے محاسن و کمالات پر مشتمل ہے اِسے علامہ ابو السعادات احمد کویا شالیاتی ملاباری رحمۃ اللہ علیہ (سابق مدرس، دارالعلوم لطیفیہ، حضرت مکان) نے حکیم شاہ محمد شریف صاحب ویلوری علیہ الرحمہ کی فرمائش پر ارقام فرمایا۔ یہ قصیدہ منیفہ شمس العلماء الحاج سید شاہ محی الدین عبداللطیف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، (الرابع) حضرت قطب ویلور، وسرپرست دارالعلوم لطیفیہ کی وفاتِ حسرت آیات پر بطور مرثیہ لکھا گیا۔ اس قصیدہ میں حضرت ممدوح کے اوصاف کاملہ، مناقب جلیلہ اور زندگی کے حالات مختصر طور پر ذکر کئے گئے ہیں۔

مذکورۂ ذیل سطور میں ناظرین کے استفادہ کے لئے قصیدہ مذکورہ کے مشمولات کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے۔

سید نیاز احمد عفی عنہ
پرنسپال جمالیہ عربک کالج، مدراس

وَمَــنْ دَخَـلَــهُ كَانَ آمِنًــا

هٰذه قصيدة بديعة و نشيدة بريعة فی مرثية مولانا غوث الانام و غيث الكرام، عين اعيان الكملاء و زين تيجان الفضلاء صفوة المشايخ و زبدة الرواسخ سيدنا و ملاذنا شمس العلماء المولوی الحاج السيد الشاه محی الدين عبداللطيف الحسنی والحسينی سجادة قطب ويلور قدّس سرهم وافاض علينا برهم مدی الدهور مديّر المدرسة القطبيّة المسماة بالمدرسة اللطيفية ، دامت فيوضاتها العليّة وقامت بركاتها العلمّية ابدية سرمديّة اٰمين ثم اٰمين

رضی ا لله عن القطب

من رشحات قلم مولانا العلامة المفضال واستاذنا الفهامة ذی ا لفضل و الكمال التحرير اللبيب، والحبر النجيب الاريب، الشيخ المؤيد من الله الباری، المولوی شهاب الدين ابی السعادات احمد كويا الشالياتی المليباری، المدرس السابق لتلك المدرسة المباركة الهنية ، واحد اركان دار افتائها السنية لازالت مطالع الانوار، اٰناء الليل و اطراف النهار حسب التماس الفاضل الالمعی، والكامل اللوذعی، ذی الذهن الثاقب، المولوی الحكيم محمد غلام غوث شريف صاحب ابن الفاضل الامجد، والكامل الاوحد، صاحب الحكم الصبّا الحكيم الحاذق القاضی الشاه محمد شريف صاحب الويلوری المقام، دام سعدهم و قام مجدهم فی صفحات الايام علی التمام الی يوم ا لقيامة طُبعت فی مَطبع شاه الحميدية بمدراس لازالت فی مدراس ١٣،٣٩

بسم الله الرحمن الرحيم

حامداً و مادحا اماّ بعد فهذه مرثاة راثية ، و مرتاة راثية، رثوت بها مولانا غوث الانام، و سيدنا غيث الامان ، فخر الاعلام، و ذخر الزّمان، سيّد السادات و سند القادات، مرتع الكشف

والكرامات، و مربع الفضل والبركات الويلوريّ المولد، والمكى المرقد، قدوتنا شمس العلماء المولوى الحاج السيّد شاه محى ا لدين عبداللطيف سجادة قطب ويلور،ا بن شيخنا و عمدتنا، و ميزاب فيضنا، و صفوتنا، مولانا شمس العلماء المولوى الحاج السيّد الشاه ركن ا لدّين محمّد ابن قطب دار السرور ويلور، قدّس سرهم المبرور، و اعاد علينا بركات فيضهم المنظوم والمنثور، ليوم النشور، اٰمينَ اٰمينُ دَعْوَةً قَبِلْتُ كَاَنَّنِىْ بِالعَيَانِ اَبْصُرُهَا، وانا العبد الفقير الى مولاه القدير كثير البال اسير البلبال شهاب الدين ابو السّعادات احمد كويا الشالياتى كان الله لهولاسلافه و بارك فى اخلافه فى الحال والأنى ـ

اَقُصَفُ قَاصِفَةٍ اَمْ نَقْرُنَا قُوْرٍ هَذِىْ الدُّنَا امْتَلاءَ تْ هَوَلَابِعَا قُوْرِ

اَنَاخَ بَيْنَ الْبَرَايَا كَلُّ دَاهِيَةٍ خَــرُّوْا بِهَـــا صَــعَــقًـــا مِــنْ نَــفْــخَةِ الــصُّــوْرِ

تَنَكَّرَتْ بُقَعُ الدُّنْيَا لِسَوْرَتِهَا وَانْـــخَـــرَ مَـــا انْـــخَـــرَّ مِـــنْ دُوْرٍ وَمِـــنْ سُــوْرٍ

اَضْحَتْ ماَ ٰنِسُهَا عَفَّاءَ مُوْحِشَةً اَمَسَـــتْ سَــوَاكِــنُهَـــا هَــضْــمَــاءَ قَــا شُــوْرٍ(١)

صَقْعَاءُ(٢) خَضْرَائِهَا غَبْرَاءُ مُنْكَدِرَه اَيَّـــامُهَـــا كَــلَيَـــا لِيْهَـــا بِــدَيْجُــوْرٍ

تَزَلْزَلَتْ قُلَلُ الاَطْوَادِ وَانْفَجَرَتْ كَــعَيْـــنِ مَــعْــذُوْرِنَـــا اَوْ قَــلْـــبِ مَــذْعُــوْرٍ

اَصَابَ عَقْلَ الْوَرَىٰ صَدَّامُ دَهْشَتِهِ فَــلَيْـــسَ اِلَّا لَـــمَــجْــنُــوْنٍ وَمَسْــحُــوْرٍ

فَمِنْ حَزِيْنَ كَئِيْبِ لَاهِفٍ دَنِفٍ اَلْـــقٍ اَلِيْـــسٍ عَتِيْـــهِ الـــرَّ ئِـــىْ مَــمْــرُوْرٍ

اَفْنِ اَفِيْلٍ مَزِيْقٍ رَافِعٍ يَهْفِ بِـــاَدْهَـــمِ الــــدَّمْـــعِ مَـــغْــلُـــوْلٍ وَ مَـــاسُـــوْرٍ

مَاذَا لَہٗ مِنْ حَدِیْثٍ حَادِثٍ نُکُرٍ یَـعْـافُـہٗ سَـمْـعُ مَیْسُـوْرٍ وَ مَـعْـسُـوْرٍ

مُسْتَعْسِفٍ (٣) اَلْقَلْبِ والاَکْبَادِ وَالْعَقْلِ لَـمْ یُبْـقِ طَـلْـقـاً (۴) وَ مَـلْـقـاً غَیْـرَ مَـکْسُوْرٍ

اَجْفَانُھَا فُلْکٌ مَشْحُوْنَۃٌ بِدَمٍ تَـجْـرِیْ بِبَـحْـرٍ مِـنَ الْـعَبْـرَاتِ مَسْـجُـوْرٍ

اَتیٰ اَخِیْرَنَھَارِھَا شَارِقُہٗ خِـضَـابُ (۵) کَـانُـوْیِـہِ مِـنَّـا بِتَـامُـوْرٍ (٦)

اَمْ ذَاکَ فَعْیُ ھُمَامِ الْعَصْرِ سَیِّدِنَا عَبْـدِ الـلَّـطِیْفِ حَـفِیْـدِ الْـقـطـبِ ویـلُـوْر

اَلشَّاہ مُحي لِدِیْنِ الشَّمْسِ لِلْعُلَمَا مَـجْـداً وَ فَـضْلاً حَـویٰ مَـا غَیْـرَ مـحْـصُـوْرٍ

(١) السنة القاشرة کل شئی لمحلها و قحطها (٢) من اسماء ا لشمس (٣) العسف النفس الاخیر للحیاة (۴) المطلق والملق الناطق والصامت (۵) ھو الذی یقطع علی الناس حدیثھم لثقلہ (٦) ای دم الحیوٰۃ ١٢ منہ کان اللہ لہ

خُلاحِلٌ ۔ ١ کَوْثَرٌ ۔ ٢ شَھْمٌ ۔ ٣ نَدٍ ۔ ۴ اَفِقٌ ۔ ۵ مُـعَـمَّـمٌ ۔ ٦ مُـخَـوْلٌ زَوْلٌ ۔ ٧ بِـمِشْـکُـوْرٍ

مَرَوَّعٌ ۔ ٨ طَفَحَ الدُّنْیَا مَحَامِدُہٗ صَـدْرُ الْـمَشَـایِـخِ اِرْشَـاداً بِـمَـا نُـوْرٍ

مِنْ صَفْوِ حُکْمِ کِتَابِ اللّٰہِ مُسْتَنَداً وَمِـنْ حَـدِیْـثٍ بِشُـرَّاحٍ وَ فَـاسُـوْرٍ

نَقْلاً وَ عَقْلاً وَفَرْعاً وَالاُصُوْلَ وَمِنْ عِـلْـمِ السُّـلُـوْکِ عَـلـی تَـطْھِیْـرِ مَـقْـدُوْرٍ

عِلْمُ التَّصَوُّفِ مِنْ مِیْرَاثِ مَنْزِلِہٖ عِـلْـمُ الْـحَـقَـائِـقِ مَـرْکُـوْزٌ بِـفَـاثُـوْرٍ ۔ ٩

صَافِیْ فَصُوْفِیَ عَنْ بِدْعَاتِ مَشِیْخَةٍ — اِذْ كَـانَ قَـالِـعَـهَـا عَـنْ كُـلِّ تَيَهُّـوُرٍ ھ ١٠

بَرّاً نَقِيّاً صَفِيَّ الْقَلْبِ مُتَّقِيّاً — عَـدْلاً رَءُوْفـاً عَـطُـوْفـاً دُوْنَ فَـاتُـوْرٍ ھ ١١

كَظَّامُ غَيْضٍ عَفُوٌّ مُحْسِنٌ خَضِعٌ — لَيْـنُ الْـجَـنَـاحِ بَسِيْـمُ الثَّـغْـرِذُ ثُـوْرٍ ھ ١٢

مَرْفُوْعُ صِيْتٍ دَلِيْلُ الْقَوْمِ اَنْبَلُهُمْ — مَـوَاصِـلُ الـرَّحْـمِ صَـدْرٌ كُـلَّ مَـصْـدُوْرٍ

يَقْرِیْ الضُّيُوْفَ يُهَنِّيهِمْ وَ يَخْدِمُهُمْ — بِـنَـفْـسِـهِ وَ يَـرَاهُ خَيْـرَ مَسْـرُوْرٍ

جَلِيْلُ عِزٍّ هَيُوْبُ النَّاسِ اَجْمَلُهُمْ — كَـرِيْـمُ نَـفْـسٍ جَـوَادٌ غَيْـرُ مَبْهُـوْرٍ ھ ١٣

هَشٌّ وَ بَشٌّ قَسِيْمٌ بَلْ وَسِيْمُهُمْ — يَـا حَبَّـذَا مِـنْ طَـلِيْـقِ الْـوَجْـهِ مَـازُوْرٍ ھ ١۴

لَطِيْفُ قَوْلٍ شَرِيْفُ الجَانِبَيْنِ زَكِیْ — عَـدّاً لِـنِسْبَتِـهِ مِـنْ مَـنْـزِلَ الـطُّـوْرِ ھ ١٥

(١) السيد الشجاع (٢) السيد الكثير الخير (٣) حديد الفؤاد (۴) من بلغ النهاية فى الكرم (٦) كريم الطرفين شريف الجانبين (٧) ظريف حرک متوقد (٨) الملهم بالصواب فى كل باب فى الحديث ان لكل امة محدثين و مروعين فان يكن فى هذه الامة احمد منهم فهو عمرو فيه اشارة الى ما كان يقع للممدوح من الالهامات الصادقة والرؤيا الصالحة (٩) اى الصدر (١٠) اى المطمئن من الارض (١١) اى فترة (١٢) اى لمعان و ضوء و نور (١٣) اى لايعنى فى الجود (١۴) ناقد (١٥) اى سيدنا محمد رسول الله صلى الله عليه و سلم المنزل عليه سورة الطور ١٢ منه كان الله له

لَهُ مَكَارِمُ اَخْلَاقٍ شَجِيَّتُهُ — كَـمْ ذَا تَـحَـمَّـلَ مِـنْ غَـوْغَـاءَ مَـخْـرُوْرٍ

وَفِی فَصَفّٰی کَدُوْرَ الْقَلْبِ وَالدَّرَنَا عَـنْ کُـلِّ مُسْتَـرِ شَـدِیْـهِ مِثْـلَ بِـلُّـوْرٍ ۱
بِنُوْرِ ذِکْرٍ وَفِکْرٍ وَالتَّوجُّهِ مِنْ طُـرُقٍ وَارِثـاً مِسْلَاکُ جُـمْـعُـوْرٍ ۲
سُبحَانَ مِنْ مَخْزَنَ السَّلَاسِلِ مِنْ اِحْـدٰی وَ تِسْـعِیْـنَ بِـالاِسْـنَـادِ مَسْـطُـوْرٍ
فَالْقَادِرِیَّةُ زَادٌ زُهْدٌ جِشْتِیَةٍ جَـابَ الـجَلَالَ کَـذَا شَـطَّـارَ طَیْـفُـوْرٍ ۳
لَلسُّهْرَ وَرْدِیِّ ذَاکِ بَلْ اَجَادَ اِلیٰ بَیْـتِ الْـکَبِیْـرِ الـرِّفَـاعِـیْ کُـلَّ مَـحْبُـوْرٍ
بِالْکُبْرَوِیَّةِ حَیٌّ حَجَّ کَا زَرَنٍ بَـلْ اَبُ مَـدْیَـنِـهِ مِـنْ خَیْـرِ مَبْـنُـوْرٍ ۴
سُلُوْکُهُ وَاحِدٌ فِیْ النَّقْشْبَنْدِیَةِ وَاَرْبَـعٌ لِاُوَیْـسٍ غَیْـرُ مَسْتُـوْرٍ
وَسَبْعَةٌ لِاَبِیْ الْخَیْرِ الَّذِیْ کَمُلا وَاثْـنَـانِ لِـلشَّیْـخِ دَقَّـاقٍ کَـمَـثْـمُـوْرٍ ۵
وَاثْنَانِ لِلْحَمْوِیْ اِقْبَالَهُمْ اَبَدٌ طَـاوُسُ حَـرَمَیْـنِ تَـلْـقِیْبًـا بِـمَشْهُـوْرٍ
وَوَاحِدٌ شَمْسَ تَبْرِیْزِ کَذٰلِکَ مِنْ اِبْـنِ لِاَدْهَـمَ فِـیْ بَشْـرَاءَ ۷ مَبْثُـوْرٍ ۸
کَذَا الْخَفِیْفُ کَذَا مُؤَمَّلُ ابنِ عَلِیْ کَـذَاکَ وَاحِـدَهُ الـحَلَّاجِ مَـنْـصُـوْرٍ
کَذَا الْحَرِیْرِیْ وَ عَطَّارٌ وَ عَبْدُ مَلِکُ کَـذَا مَـدَارِیَّـهُ الـطَّبْـقَـاتِ ذِیْ جُوْرٍ ۹

۱ اَصَلٌ ۲ الـجمع العظيم ۳ اسم ابی يزيد البسطامی المنسوب اليه الطريقة الشطارية ۴ ای مـخبـر ۵ كثيـر فـی الـجد قليل فی العد ۶ هو ابو الخير اقبالعا لمقلب من رسول الله صلی الله

عليه وسلم بطاؤس الحرمين ۔ ۷ جبل تعبد به ابراهيم ابن ادهم رضى الله عنه و نفعنا به ۔ ۸ المستغنى عن الناس ۔ ۹ من الجؤار بمعنى التضرع والاستعانة ورفع الصوت بالدعاء ۱۲ منه كان الله له

كَذَا عِصْمَةُ دِيْنِ حِمْيَرِ يَتُهُمْ　　وَالْيَاقَعِيُ وَشُرَيْحُ الْهَانِيُ ذُوْ فُوْرٍ ۔ ۱

وَ مَعْدَلَ الْعَدِ وافَيْنَاکَ اَجْمَعُهُ　　بِحَيْدَرٍ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ذُوْ كُوْرٍ ۔ ۲

و.اثْنَانِ مِنهَا (۳) اِلَيْهِ الْوَصْلُ بِالْحَسْرِ　　رَيْحَانَةِ الْمُصْطَفٰى مِنْ خَيْرِ امُوْرٍ ۔ ۴

وَتِسْعَةٌ بِحُسَيْنِ سِبْطِ سَيِّدِنَا　　مَنْ ذَاقَ شَهْدَ وِصَالٍ يَوْمَ عَاشُوْرٍ

وَعَشْرَةٌ بِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَبِیْ　　بَكْرٍ رَفِيْقِ رَسُوْلٍ خَيْرُ مَوْزُوْرٍ ۔ ۵

وَسَبْعَةٌ بِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرُ　　فَارُوْقِ حَقٍّ عَدُوْلٌ سَيْفُ نَاشُوْرٍ

وَوَاحِدٌ بِاَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذِیْ　　نُوْرَيْنِ عُثْمَانَ مَنْ وَاسٰی بِمَدِّ ثُوْرٍ ۔ ۶

وَوَاحِدٌ بِابْنِ عَبَّاسٍ ثَمَانِيَةٌ　　بِوَسْطِ خِضْرٍ اَبِی الْعَبَّاسِ تَخْضُوْرٍ ۔ ۷

وَمَا بِالْيَاسَ فِیْ التَّعْدَادِ وَاحِدَةٌ　　ثَلٰثَةٌ بِاَبِی الدَّرْدَاءِ فِی الزُّوْرِ ۔ ۸

بابٌ بِاَرْبَعِ اَهْلِ اللّٰهِ سَيِّدِنَا　　جَلَالِ دِيْنِ بُخَارِیٌّ ۔ ۹ بِجَاشُوْرٍ

اَبِیْ الْبَيَانِ وَشَمْسِ الدِّيْنِ وَالْمِلَلِ　　وَاَحْمَدِ بِنْ لِرَدَّادٍ مِنَ الْجُوْرِ ۔ ۱۰

هٰذَا مَهَبٌّ فَصَارَ الْكُلُّ بِالْجُمَلِ　　بَذَاکَ قُدْسٌ فَيَانُزْهاً لِجُسْمُوْرٍ ۔ ۱۱

وَكَمْ سِوَا هَالَهُ طُرُقٌ وَسِلْسِلَةٌ كَمَا بِمَخْدُوْمِنَا السَّاوِيّ مَبْذُوْرٍ ١٢

۱ مخفف فؤارای و عبو الهنا و نشرة کالمسک ۲ ای وصول ۳ ای السلاسل ۴ ای امیر المؤمنین ۵ من الوزارة ۶ ای المال الکثیر ۷ الذی یخضر منه الاشیاء ۸ بمعنی القوة وهٰذا مما اتفقت فیه لغة العرب والفرس ۹ ای منسوب الی بخاری لکونه نزیلا به و مقیما فیه وهو مولانا قطب اقطاب العلمین السید جلال الحق والشرع والدین ابو عبدالله الحسین الحسینی البخاری مخدوم جهانیان والسادات البخاریة قبیلة عظیمة من اولاد سیدنا جعفر الصادق منسوبة الی السید جلال الدین البخاری رضی الله عنهم و نفعنا بهم کما فی الانتباه وغیره ۱۰ ای جماعة العلماء الاشیاخ ۱۱ قوام الطریقة ۱۲ کامل معجل ۱۲ منه کان الله له

نَاهِیْکَ مِنْهَا بِتِیْجَانِ الخِلَافَةِ مِنْ بَانِ الخِلَافَةِ یَرَاعِ اللَّوْحِ قَاهُوْرٍ

رَاقِیْ رِقَابِ جَمِیْعِ الْاَوْلِیَاءِ حُکْماً ۱ قُطْبِ الْاَقَاطِیْبِ مُحِی الدِّیْنِ مَاطُوْرٍ

وَمِنْ کَمَالَاتِ شَمْسِ الْهِنْدِ عُمْدَتُنَا اَلشَّاه عَبْدِ الْعَزِیْزِ الدَّهْلَوِیْ الْغُوْرِ ۲

عَلَیْهِمِیْ مِنْ اِلٰهِ الْکَوْنِ مَرْحَمَةٌ وَسَرَّنَا سِرُّهُمْ عَنْ کُلِّ مَذْهُوْرٍ

طَوٰی مَنَازِلَ سُلَّاکٍ وَ رَصَّعَهَا جَوَاهِراً بَالَهَا نُوْراً عَلٰی نُوْرٍ

وَکَانَ فِیْ عَالَمِ الرُّقْیَا یَرٰی ثُلَلاً شِیْخَانِ سِلْسِلَةٍ جَاوُهُ بِالشُّوْرِ ۳

وَعَانَقُوْهُ وَ صَدْرٌ مِنْهُمُوْ لَصِقٌ بِصَدْرِهِ فَهُوَ قَبَسٌ اَیُّ مَغْمُوْرٍ ۴

کَمْ یُخْبِرُوْنَ لَهُ مَا غَابَ مِنْ جُمَلٍ وَاَهَالَهُ مِنْ لَطِیْفِ الْقُدْسِ مَخْبُوْرٍ

کَذَاکَ رُؤْیَاہُ مَا فِیْ الْکَوْنِ وَاقِعَۃٌ ۔۔۔ کَــأَنَّــہُ مُــلْـھَــمٌ مِــنْ خَیْــرِ حَــاضُــوْرِ ۵ھ

فِیْ بَعْضِ حَالاتِہٖ یَبْدُوْ مَلَا مَتِیاً ۶ھ ۔۔۔ کَــمَــا وَجَــدْنَـــاہُ مِــنْ سَبْــرِ بِــمَسْبُــوْرِ

رَبِیْعُ طٰہٰ رَابِیْعٌ فِیْہِ مَوْلِدُہٗ ۔۔۔ فِــیْ عَــامِ مُــخْتَــارُ مُبْــدِیْ غَیْــرَ قَــاصُــوْرِ ۷ھ

اَحْیَا مَعَالِمَ دِیْنِ اللّٰہِ وَارِثُہٗ ۔۔۔ اَوْفٰــی مَــنَــاسِکَ حَــجٍّ مِــنْــہُ مَبْــرُوْرِ

وَکَانَ بَاعِثَہٗ لِلْحَجِّ وَالِدُہٗ ۔۔۔ اِذْ جَــا یُــخَــاطِبُــہٗ قَــوْلاً کَــخَــاطُــوْرِ ۸ھ

بَلْ قَالَ الْحَاجُ اِبْنُ الْحَاجِ اَرْدَفَہٗ ۔۔۔ بِــقَــوْلِ اِبْــنِ لِــحَــاجِ حُــلْــمُ مَــأْبُــوْرِ ۹

کَذَاکَ اَنْبَأَہٗ مَنْ لَا یُبَاحُ بِہٖ ۔۔۔ بِــمَــا یَــکُــوْنَ عَــلَــی کُثْــرٍ وَ مَــنْــدُوْرِ

۱ھ من اللّٰہ تعالیٰ ۲ھ ای البحر العمیق ۳ھ العسل الصافی ۴ھ ای کامل کثیر ۵ھ حضرۃ الملک المقتدر ۶ھ الملامتی من لا یظھر خیرا ولا یضمر شرا ۷ھ من یذکر الشئی ۹ھ ای مصلح صالح ۱۲ منہ کان اللہ لہ

لِذَاکَ سَارَعَ فِیْ ذَا الاَمْرِ مُؤْتَمِراً ۔۔۔ وَاَمَّ اُمُّ الْــقُــرٰی سَیْــراً بِبٰــابُــوْرِ

مُصَاحِباً بَکْرَ اَوْ لَا دِ لِیُلْقِحَہٗ ۔۔۔ فِــیْ اثْــنَیْــنِ ثَــالِــثِ ۱ھ شَــوَّالِ لِــحَــافُــوْرِ

وَمَسَّہُ الْوَعْکُ ۲ھ فِیْ عَرْفَاتِ مَعْرِفَۃٍ ۔۔۔ لٰــکِــنْ اَفَــاضَ لِاِتْــمَــامِ لِــجُــنُّــوْرِ ۳ھ

وَقَالَ وَادِعَ بَیْتٍ جَاءَ مَوْعِدُنَا ۔۔۔ ھٰــذَا مَــقَــامِــیْ بِــجَــرْمِ الــلّٰــہِ نَــاجُــوْرِ ۴ھ

اَدَّیْ الْخِلَافَۃَ وَالْخِرْقَاتِ لِابْنِہٖ ۔۔۔ فَتّٰــاحِ عَیْــنِ الْھُــدٰی فِــیْ کُــلِّ دَسْتُــوْرِ ۵ھ

اَوۡصٰی الۡوَصَایَا وَوَفّٰی الاَمۡرَ مُتَّجِهاً — نَحۡوَ اللَّطِیۡفِ حَسِیۡبِ کُلِّ مَفۡطُوۡرِ

فَزَارَهُ سَیِّدُ الۡاَکۡوَانِ وَالرُّسُلُ — وَالۡاَوۡلِیَاءُ وَاَمۡلَاکٌ بِقُدۡمُوۡرِ ۶ھ

وَحَفَّهُ النُّوۡرُ وَالۡاَلۡطَافُ وَالۡبِشۡرُ — فَذَاقَ جَامَ وِصَالِ مَزۡجَ کَافُوۡرِ

فَجَهَّزُوۡهُ وَطَارَ النَّعۡشُ بِالۡفُضَلَا — تِجَاهَ بَیۡتِ یَمِیۡنِ اللّٰهِ صَبُّوۡرِ ۷ھ

جَمٌّ گَفِیۡرٌ بِلَا عَدٍّ وَلَا حَصۡرٍ — صَلُّوۡا عَلَیۡهِ فَیَا طُوۡبٰی لِجَمۡهُوۡرِ

نَادٰی مُنَادٍ بِغُفۡرَانٍ لَهُمۡ کَرَمًا — وَاَلۡحَدُوۡا الشَّمۡسَ فِیۡ الۡمَعۡلٰی کَمَاۡ مُوۡرٍ ۹ھ

فَلَا حَیَاءَ لِشَمۡسِ النَّجۡمِ مُذۡ طَلَعاً — مِنۡ بَعۡدِ غَیۡبَةِ شَمۡسِ الۡعِلۡمِ مِنۡ هُوۡرٍ ۱۰ھ

فِیۡ جُمۡعَةٍ طَیِّ ذِیۡ حَجِّ بِوَقۡتِ زُحَلۡ — فِیۡ عُمۡرِ اِیۡلٍ وِعَامٌ حَاجُ مَغۡفُوۡرِ

ضَجِیۡعَ ۱۱ھ هَاشِمِ اَجۡدَادٍ ثَوٰی قُدُساً — قَصۡرَ الۡفَرۡدِیۡسِ مَعۡ آبَا بِمَنۡصُوۡرٍ ۱۳ھ

۱ھ متبعا جده الشريف قطب ويلور رضى ا الله عنه حيث كان سفره الاخير للحرمين فى ثالث شوال ۱۲ ۲ھ الحمى ۱۲ ۳ھ اى نعمة الحج ۳ھ من النحر علم مكة ۱۲ ۵ھ اى النسخة ۱۲ ۶ھ خوان الفضة والوان النعمة ۱۲ ۷ھ بتشديد الباء من اسماء الله الحسنىٰ ۱۲ ۸ھ بمعنى الوعك الحى ۹ھ من الهيرة بمعنى الارض المسهلة قلبت الياء و او الانضام ماقبلها ۱۲ ۱۰ھ من اسمائه تعالىٰ بالسريانه ۱۱ھ اشاره الى جده الرابع والعشرين من جهة الاب وهو مولانا السيد محمد حازم رضى الله عنه المدفون بجنة المعلات بمكة المشرفة فممدوهنا الان ضجيعة قدس اسرارهم و نفعنا ببركاتهم ۱۲ منه كان الله له ۱۲ھ اى نزل مقدسا مطهر ۱۲ ۱۳ھ اى عيش هنى صاف ۱۲ منه كان الله له

لِقَاءَ مَوۡلَا اَوۡلَاهُ وَشَفَّعَهُ — فِیۡنَا لِعَهۡدِ ۱ھ اَکِیۡدِ غَیۡرِ مَقۡصُوۡرِ

فِیْ لَیْلِ وُصْلَتِہٖ اَلْاَنْوَارَ وَالْعُظْمَا اُمُّ الْقُرَیٰ لِیُرٰی — اِنِّـیْ ھ ۲ رَاَیْـتُ وَاَشْیَا غَیْـرَ مَذْکُوْرِ

وَاَمَّ کَعْبَتَتُ اُمُّ الْقُرَیٰ لِیُرٰی — ذَا کَـعْبَتَیْـنِ عَـلٰـی اٰبَـادِ دَاھُـوْرِ

کَاَنَّ کُلًّا یُوَلِّیْ الْوَجْہَ نَحْوَھُمَا — حَـالَ الـصَّـلٰـوۃِ لِاَمْـرِ غَیْـرِ مَـنْـکُـوْرِ

وَکَانَ فَارَانَ ھ ۳ یَبْغِیْ جَدَّہٗ قَبَدَیٰ — مِـنْ نَـحْـوِ طَیْبَۃَ ھ ۴ دَاعِیَـہٖ بِـمَـنْـظُـوْرِ

لِذَاکَ اَکْرَمَ مَثْوٰہُ وَاَنْزَلَہٗ — دَارَ السَّلَامِ بِـمَـا فِیْھَـا مِـنَ الْـحُـوْرِ

یَا بَکَ ھ ۵ نِلْتَ مُرَادًا نَحْنُ فِیْ وَلَہٖ — تَـرَکْتَـنَـا شَـذَرَ مَـذُرًا بَیْـنَ عَـافُـوْرِ ھ ۶

اٰہٖ لَہٗ مِنْ فَقِیْدِ الْعَالَمِیْنَ فَھَلْ — لَـنَـا مُسَـلٍّ یُـجَـلِّـیْ غَیْھَـبَ الْـمُـوْرِ

ھُوَ ابْنُ شَیْخِیْ وَفَخْرِیْ سَیِّدِیْ سَنَدِیْ — الشَّتَـاہِ رُکْنِ الْھُدٰی وَالـدِّیْنِ عُـصْـمُـوْرِ ھ ۷

اِبْنٌ لِمَدْعُوِّ طٰہٰ نَحْوَ طَیْبَتِہٖ — اِبْـنُـوْا اَبِـیْ الْـحَسَـنِ الْـمَـحْـوِیِّ عَـامُـوْرِ ھ ۸

اِبْنٌ لِذَوْقِیْنَا ابْنُ الْاَعْظَمِ الْقُرْبِیٰ — اِبْـنٌ لِشَـوْقِـیْ مُـحِـیِّ الـدِّیْـنِ عَـنْ عُـوْرِ ھ ۹

عَبْدٍ لِقَادِرُ قُطْبِ الدِّیْنِ نَجْلِ سِرِّیْ — عَبْـدٍ لِـفَتَّـاحِ اِسْـمَـاعِیْـلَ فَـاخُـوْرِ ھ ۱۰

ھ ۱ ھو قولہ تعالیٰ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ وقولہ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم المرء مع من احب وانت مع من احببتہ فانا لقد وادناھم واحببنا ھم و خذ مما ھ ۲ و خلاصۃ الرؤیا انی کنت متوضا لیلۃ الجمعۃ التی توفی فیھا سیدنا الممدوح من حوض مسجد مکان قطب ویلور فاذا رأیت من داخل القبۃ شعا لحا وضوأ فع فوت الیھا وقت انفتح الباب ندخلتھا ولجات الی قبر شیخی فتحرکت التربات الطیبۃ کلھا و خرج منھا کرام عظام وفیھم

الشمس والبدر واالنجوم ثم كان ماكان و حصل ما حصل ھ٣ اسم مكة ھ٤ من اسماء المدينة ھ٥ من اسماء مكة ھ٦ اى المصيبة والشر ھ٧ اى دولاب فيضى ھ٨ المعمور ايضا ھ٩ كل عيب و قبح ھ١٠ ريحان المشايخ منه كان الله له

بُرْهَانِ دِيْنِ حُسَيْنِ ثُمَّ مَنْصُوْرِ ... فَتَّاحِ ثُمَّ جَلَالِ حَامِدِ الطُّوْرِ ھ١

حَمْزِ خَلِيْفَةِ غَوْثِ الاَعْظَمِ الْكُبْرَا ... اَسَدِ حُسَيْنِ مُحَمَّدُ خُرِ ذَا خُوْرِ

وَهَاشِمِ جَنَّةَ الْمَعْلَا نَرَاهُ عَلَا ... سَيْفِ الاِلٰهِ اَبِىْ قَاسِمِ بِجَا فُوْرِ ھ٢

كَرَّارِ حَيْدَرِهِمْ ثُمَّ النَّقِيِّ وَتَقِىْ ... عَلِيِّ رَاضِ و مُوْسٰى كَاظِمِ الاُوْرِ ھ٤

وَجَعْفَرِ بَاقِرِ زَيْنِ حُسَيْنِ عَلِىْ ... هٰذَا ابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَيُّوْرِ ھ٥

وَزَوْجُ فَاطِمَةِ الزَّهْرَاءِ قُرَّتِهِ ... وَاُمُّ رَيْحَانَتَيْهِ الْبَتُلِ قُبْشُوْرِ ھ٧

آلُ النَّبِيِّ وَاَهْلُ الْبَيْتِ عُرْوَتُنَا ... اَوْلَادُهَا حُبُّهُمْ مِنْ خَيْرِ مَاجُوْرِ

صَلّٰى عَلَيْهِمْ بِتَسْلِيْمٍ وَتَرْضِيَةٍ ... وَالْطُفْ بِنَا نَجِّنَا عَنْ بُوْرِ مَصْبُوْرِ ھ٨

آلَيْسَ حَقًّا عَلَيْنَا اَنْ نَمُوْتَ اَسىً ... بَلْ وَلٰكِنَّهُ مِنْ غَيْرِ مَقْدُوْرِ

نَمْشِىْ عَلَى الْاَرْضِ هُوْلًا بَعْدَ سَيِّدِنَا ... كَاَنَّمَا هُوَ فِيْهَا غَيْرُ مَقْبُوْرِ

تَظُنُّ يَا مُوْتُ حَيًّا بَعْدَ قُدْوَتِنَا ... كَلَّا لَتَذْبَحُ كَبْشًا غَيْرَ مَحْشُوْرِ

هٰذَا جَزَاؤُكَ اِذْ اَفْجَعْتَنَا اَبَدًا ... وَكُلُّنَا بَعْدَ مَا مِتْنَا بِمَنْشُوْرِ

اَيَـــا فَلاَ نِـدَا ١ كُبَـــادٍ لَـنَـــا وَلَـــهُ صَبْـرًا جَـزَاكُـمْ بِـخَيْـرٍ جَـلَّ مَـوْفُـوْرِ

عَـزَاكُـمُـوْا اَحْسَنَ الْـمَوْلٰـى وَسَلَّـمَكُـمْ يَـا اَهْـلَ بَيْـتِ رَسُوْلِ اللّٰـهِ عَنْ بُوْرٍ ھ ١٠

ھ ١ عـلـم يهتـدى به ھ ٢ بادغام دال محمد فى دال دخر وجو جائز قاعدة ھ ٣ كناية عن مـدفـنـه اصفهان لان الاجفار كانوار مكانها نار الغيظ ھ ٥ سديد الشجاعة ھ ٦ بتول ھ ٧ الطاهرة عـن ا لحيض فلم تحض طول عمرها ھ ٨ المحبوس للقتل ھ ٩ يعنى كيف تحمنا لنا ان نمشى فوق الارض وسيدنا مقبور تحتها اليس هذا خلاف الادب ايضا ١ ٢ ھ ٩ هلكته وآفة ٢ ١ منه كان الله له

دُوْمُـوْا عَـلٰى سِـمَتِـهِ فَـضْلًا وَمَعْـرِفَةً قُـوْمُـوْا بِـوَاجِـبِ مَـاْمُـوْرٍ وَمَـزْبُـوْرِ

اَصْـحَـابَـنَـا لَا تَـظُنُّـوْا اَنَّ سَيِّـدِنَـا قَـدْ غَـابَ لَا ذَاكَ عَـنْ دَارٍ وَدَيُّـورِ

اَمَـــا تَـــرَوْنَ اِلَـــى اَوْلَادِهِ الْـنُـجُـبِ فِيْهِـمْ سَـرٰى سِـرُّهُ مِنْ غَيْـرِ حَـاصُوْرِ

لَا سِيَّـمَـا الشَّـاهِ عَبْـدِ الْـقَـادِرِ الْفِـرْمَا مِـنْ عَـاقِـبٍ ثَـاقِـبٍ بِـالْفَيْضِ مَعْمُوْرِ

لِمْ لَا هٰـذَا مَـكَـانُ الْـقُـطْـبِ سَـادَتِـنَـا هَلَّا لَـطِيْـفِيَّـــهُ الْاَعْلَا م فِـىْ الـدُّوْرِ

اَسَّـاسُهَـا جَـدُّهُ الـرُّكْـنُ الرَّكِيْنُ وَ كِم شَـادَ الْـمَـنَـائِـرِ اِحْيَـاءَ لِجُذْمُوْرِ ھ ٢

بِـجَـارُ فَـضْـلِهِـمِـىْ مَـنْ ذَا يُحِيْطُ بِهَـا ٥ذَا الْيَـرَاعُ لَهَـا مِـنْـقَـارُ عُـصْـفُوْرِ

مِتْهَـــابُ اَزْهَـــرَ اَطْـفَـــاهُ وَ خَتَّــمَــهُ وَ دُقَّ الْـمَـصَـائِبِ مِنْ اَكْنَافِ مَغْبُوْرِ ھ ٣

نَـظْـمِـىْ كَـعِلَّـةِ طَبْـعِيِّ مِنَ الْـعُـمْـرِ مِـائَةٌ وَعِشْـرُوْنَ فَـلْيَـقُـلْ كَـمَـعْـذُوْرِ

ولہ ایضا کان اللہ لہ

مَا حَالُ وِیلُورٍ وَمَا حَالُ الْوَرٰی — بَعْدَ اغْتِرَابِ الشَّمْسِ فِیْ اُمِّ الْقُرٰی

اَسَفًا فَیَا اَسَفًا اِلٰی مَنْ نَشْتَکِیْ — آہِ الْفُؤَادِ فَذَابَ مِمَّا قَدْ جَرٰی

اَللّٰہُ اَکْبَرُ عِیْلَ صَبْرِیْ وَانْعَفٰی — بَلْ طَاشَ عَقْلِیْ صِرْتُ شِجًا مُعْتَرٰی

ے ۱ وقد قیل الولد سر لابیہ ے ۲ ای الاصل ے ۳ ای المبتلی بحیص و بیص ۱۲ کان اللہ لہ

حضرت سید عبداللطیف اہ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت قطب ویلور کے پوتے ہیں۔ آپ علماء کرام کے مابین سورج کی طرح ہیں۔ آپ کی بزرگی اور فضیلت حصر سے باہر ہے۔ آپ دلیر اور سردار ہیں۔ آپ کے اندر بے شمار خوبیاں ہیں۔ آپ کی سخاوت بے انتہا ہے آپ جود وعطا کے انتہائی درجہ پر فائز ہیں۔ آپ نجیب الطرفین ہیں یعنی آپ کے والد گرامی اور والدہ محترمہ دونوں سادات سے ہیں۔

سرکار شمس العلماء سید عبداللطیف علیہ الرحمہ دینی کاموں میں چست اور صاحب نشاط ہیں۔ آپ کو اللہ کی جانب سے الہامات ہوتے تھے اور عالم رؤیا میں آپ حقائق سے باخبر ہوجاتے تھے۔

آپ ان مشائخ کے صدر ہیں جو مسند ارشاد پر فائز ہیں۔ آپ قرآن مجید سے دلائل اخذ فرماتے ہیں اور احادیث نبویہ کی عمدہ نفیس تشریح بیان فرماتے تھے۔ نقلی و عقلی دلائل واضح کرنے میں آپ کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔

ان تمام خوبیوں کے علاوہ راہِ سلوک وطریقت کی منزلوں سے باخبر تھے اور اہل سلوک کے نباضِ کامل تھے۔

حضرت سید عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ کو علم تصوف ورثہ میں ملا تھا یہ علم آپ کو اپنے خاندانی بزرگوں سے سینہ بہ سینہ حاصل ہوا تھا۔ آپ صوفیٔ باصفا تھے۔ آپ نے بدعات کا قلع قمع فرمایا۔

حضرت والا نیک سیرت، بلند کردار، پرہیز گار تھے، آپ کا دل انوار الٰہی سے مجلّٰی تھا۔ آپ بے انتہا رحم دل اور ہمدرد ہونے کے باوجود عدل وانصاف کا پیکر تھے۔

آپ غصہ کو پی جانے والے یعنی غصہ کے وقت خود کو قابو میں رکھنے والے تھے اپنے دشمنوں کو معاف کرنا انکے ساتھ حسن سلوک اور نرمی کرنا آپ کا وتیرہ تھا۔ آپکے چہرہ پر ہمیشہ مسکراہٹ اور نورانیت نظر آتی تھی۔ آپکے مزاج میں حد درجہ نرمی اور لیونت تھی۔

ہر جگہ آپ معزز تھے، یقیناً آپ ساری قوم کے رہبر تھے، آپ رشتہ دار کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے تھے اور ہر موقعہ پر آپکو صدارت اور اولیت حاصل تھی۔

آپ بڑے مہمان نواز تھے۔ مہمانوں کی مدد کرنا اور انکی خدمت کرنا آپکی پیاری عادت تھی بلکہ آپ مہمانوں کی آمد پر بے انتہا مسرور ہوا کرتے تھے۔

لوگوں کے پاس آپکی بڑی عزت تھی اور دلوں میں آپکی بے پناہ ہیبت تھی اس لئے کہ آپ صاحب جلال تھے۔ اس جلال کے باوصف آپ سب سے زیادہ صاحب جمال تھے۔ آپ کریم النفس، صاحب جود وسخا تھے۔ آپ امداد کرنے سے کبھی نہیں اُکتاتے تھے۔

آپ ہمیشہ ہشاش وبشاش رہا کرتے تھے۔ آپ بڑے خوبرو تھے۔ آپ بڑی سنجیدگی کے ساتھ تنقید فرماتے تھے۔ آپ نجیب الطرفین تھے اور خداداد ذہانت کے مالک تھے۔ آپکی باتوں میں لطافت تھی۔ آپ اُس پیغمبر اعظم کی پاکیزہ نسل سے تھے جن پر سورۂ طور نازل ہوئی۔

آپ نے اپنی بلند اخلاقی اور اعلیٰ ظرفی کی وجہ سے بہت سے فتنوں کا سامنا کیا اور انہیں زائل کر دیا۔ آپ نے کئی دلوں کو جو کدورت باطنی سے آلودہ تھے شیشہ کی طرح صیقل بنا دیا۔ آپ نے ذکر، فکر اور باطنی توجہ کے ذریعہ اپنے مریدین کے دلوں کو جلا بخشی۔ آپ طریقت کے مختلف سلاسل میں بیعت کرواتے تھے۔ ایسا کیوں نہ ہو جبکہ آپ مخزنِ سلاسل ہیں۔ آپکے آباء واجداد سے یہ نعمتِ باطنی آپکو ملی ہے۔ آپ سیدنا بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کے صحیح جانشین ہیں۔ آپ کو ایک سو اکیانوے سلاسل میں اجازت حاصل ہے۔ جن مشہور سلاسل میں آپ بیعت وخلافت سے سرفراز فرماتے تھے۔ وہ قادریہ، چشتیہ، شطاریہ اور سہروردیہ وغیرہ ہیں مگر آپ نقشبندیہ طریقہ کے مطابق سلوک کرواتے تھے۔ آپ کو حضرت اویس سے چار، حضرت ابوالخیر سے سات اور حضرت شیخ دقاق سے دو سلسلے حاصل تھے۔ حضرت شیخ اقبال حموی معروف بہ طاؤسِ حرمین رحمۃ اللہ علیہ سے دو سلسلوں میں آپکو اجازت حاصل ہے۔ حضرت شمس تبریزی، ابراہیم بن ادہم، مؤمل بن علی، حلاج منصور، حریری عطار اور عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ سے آپکو روحانی فیض حاصل تھا۔ اس طرح سلسلۂ مداریہ کے شیوخ جو خشوع

وخضوع میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے ان بزرگوں سے بھی آپ نے اکتسابِ فیض کیا ہے۔ حضرت عصمت الدین، یافعی اور شریح ہانی رحمہم اللہ سے بھی آپکو نسبت ہے۔ حضرت امام حسینؓ کے توسط سے آپکو دو سلسلوں میں مولائے کائنات علیؓ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نسبتِ روحانی حاصل ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے آپکو نو سلاسل میں نسبت حاصل ہے۔ وہ حضرت حسین جنہوں نے یومِ عاشورہ میں شہادت کا جام نوش فرمایا۔ دس سلاسل میں آپکو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فیض حاصل ہے۔ وہ صدیق اکبر جو کہ وزیر رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے آپکو سات سلاسل سے نسبت ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک سلسلہ میں آپکو انتساب روحانی حاصل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک سلسلہ میں آپکو نسبت حاصل ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام سے آپکو آٹھ سلاسل میں نسبت حاصل ہے۔ حضرت الیاس سے ایک سلسلہ میں آپکو اجازت حاصل ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے تین سلاسل میں آپ فیض یافتہ ہیں۔ آپکو حضرت سید جلال الدین بخاری شمس الدین اور احمد بن ردادر حمہم اللہ جیسی ہستیوں سے نسبت حاصل ہے۔ آپکی بارگاہ عالی میں کئی نسبتوں کا حصول ہوجاتا ہے۔ مذکورہ بالا سلاسل کے علاوہ بھی آپکو کئی سلاسل میں خلافت واجازت حاصل ہے۔ مثلاً ہمارے مخدوم حضرت ساوی علیہ الرحمہ سے بھی آپکو نسبت ہے۔ آپکو قطب الاقطاب پیران پیر غوث الاعظم دستگیر جیلانی رضی اللہ عنہ سے خلافت کا تاج حاصل ہوا۔ آپکو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ سے بھی اکتسابِ فیض حاصل ہے۔ آپ نے عالمِ رویا میں بہت سے شیوخ کاملین وواصلین کو دیکھا جنہوں نے آپکو شہد پلائی اور اس شہد سے مراد معرفتِ الٰہیہ کی شہد تھی، ان بزرگوں نے آپ سے معانقہ کیا اور بہت سے راز آپ پر فاش کئے۔ اس طرح آپ کے خواب سچ ہوتے گویا کہ آپکا خواب اللہ کی جانب سے الہام ہوتا۔ بعض اوقات آپکے اندر ملامتی شان نظر آتی تھی یعنی آپ اپنی ادنیٰ برائی بھی ظاہر کردیتے اور بڑی بڑی نیکیوں کو چھوڑ دیتے تھے۔

آپکی ولادت باسعادت ۱۲۹۷ھ میں ہوئی جسکا مادۂ تاریخ ان لفظوں سے نکلتا ہے ''مختارِ مبدی'' آپ نے اللہ کے دین کو حیات نو عطا فرمائی۔

آپ نے حج بیت اللہ کا فریضہ انجام دیا، آپکے والد محترم نے آپکو حج ادا کرنے کا حکم دیا۔ آپ کے والدِ گرامی نے آپ کو حاجی کے فرزند حاجی کے الفاظ سے خطاب کیا۔ آپ کو اسطرح غیبی اشارات ہوا کرتے تھے۔ پس آپ نے مکہ مکرمہ کے سفر کی تیاری شروع کردی، اپنے ساتھ اپنے فرزند ارجمند کو لیا۔ آپ کا یہ سفر ماہ شوال کی تیسری تاریخ بروز دوشنبہ

واقع ہوا۔ میدانِ عرفات میں آپ کو سخت بخار لاحق ہوا۔ لیکن آپ نے تمام مناسک حج کو پورے سکون کے ساتھ انجام دیا۔ طواف وداع سے فارغ ہوکر آپ نے فرمایا کہ حرم شریف ہماری آخری سکونت گاہ ہے پھر آپ نے اپنے فرزند وخلیفہ کو بے شمار وصیتیں فرمائیں۔ دارالعلوم لطیفیہ کی نگرانی اور اہتمام کی طرف خصوصی توجہ دلائی۔ آپکو حضور پرنور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اسکے علاوہ بہت سے اولیاء کا آپ نے دیدار کیا۔ انوار الٰہیہ اور الطاف ربانیہ نے آپکا احاطہ کرلیا۔ آپ نے جام وصال نوش فرمایا جسمیں محبت کا کافور شامل تھا۔

آپکی نماز جنازہ میں بے شمار علماء وفضلاء شامل ہوے۔ آپ کی نماز جنازہ حرم شریف میں کعبۃ اللہ کے سامنے ادا کی گئی۔ علماء کے علاوہ عوام الناس بھی کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔ ہاتف غیبی سے آواز آئی کہ تمام شرکاءِ جنازہ کی مغفرت کردی گئی اس لئے کہ انہوں نے آفتاب علم کی تجہیز وتکفین اور نماز جنازہ میں حصہ لیا ہے۔ اب آسمانی سورج کو نکلنے میں شرم نہ ہوگی اس لئے کہ علم کا سورج زیرزمین غائب ہوگیا۔ ذوالحجۃ کا مہینہ تھا اور جمعہ کا دن تھا۔ آپ کا سن وصال حاجِ مغفور یعنی ۱۳۳۸ھ ہے۔

آپ کے چوبیسویں دادا حضرت ہاشم رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ کی زمین مقدس میں مدفون ہیں۔ آپ اور آپ کے اجدادِ کرام ہمارے لئے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں وسیلہ اور شفاعت کرنے والے ہیں اس لئے کہ یہ ہستیاں اولادِ رسول ہیں۔ جس رات آپکا وصال ہوا میں نے خواب میں انوار وتجلیات کا مشاہدہ کیا اور عظیم ہستیوں کا دیدار کیا، میں نے دیکھا کہ آپ نے کعبۃ اللہ کے قرب میں نماز پڑھائی اور کعبہ کے پاس ایسے کھڑے ہوگئے کہ گویا دو کعبے ہیں۔ ایک تو اصلی کعبہ اور دوسرا تو خود آپ۔ سارے لوگ گویا ان دونوں کعبوں کی طرف رُخ کئے ہوئے ہیں۔

مکہ مکرمہ آپکے جدِ امجد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشتاق تھا پس آپ ﷺ نے مدینہ منورہ سے مکہ کا رخ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہترین ٹھکانہ نصیب فرمایا اور دارالسلام (سلامتی والا گھر) کے آپکو مہمان بنایا، حورانِ جنت سے آپ کا اکرام فرمایا۔

اے مکہ! تو نے حضرت کو اپنا مدفون بنا کر ایسی مراد حاصل کرلی ہے جس کا ہمیں بے انتہا شوق ہے۔ اے مکہ! تو نے حضرت کو اپنی آغوش میں لے کر ہمیں ہمیشہ کے لئے رنج ومصیبت میں گرفتار کردیا۔ ہائے افسوس کہ جو یکتائے زمانہ تھا وہ رُخصت ہوگیا۔ ہے کوئی جو ہم کو تسلی دے اور ہمارے دلوں سے اس رنج کو دور کردے۔

وہ تو میرے سردار، میرے پیرومرشد شاہ رکن الدین علیہ الرحمہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ اس عظیم ہستی کے

فرزند ہیں جنکو انکی طہارت ونفاست کی وجہ سے طٰہٰ کہا جاتا ہے۔آپ حضرت ابوالحسن محوی کی اولاد سے ہیں جو کہ خوبیوں سے آراستہ ہیں۔حضرت ذوقی، حضرت قربی کے فرزند ہیں۔اور وہ حضرت محی الدین شوقی کے فرزند ہیں۔وہ حضرت میراں کے فرزند ہیں۔اور انکے والد گرامی عبد اللطیف علیہ الرحمہ ہیں وہ حضرت برہان بن عبد القادر بن طاہر قطب الدین کے فرزند ارجمند ہیں۔اور وہ حضرت عبد الفتاح اسمٰعیل کے قابل فرزند ہیں، انکے والد برہان الدین ابن حسین ابن منصور بن فتاح بن جلال بن حامد بن حمزہ ہیں۔اور یہ غوث الاعظم دستگیر جیلانی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہیں۔حضرت حمزہ سے سلسلۂ نسب یوں ہے کہ حمزہ بن اسد بن حسین بن محمد بن ہاشم بن سیف اللہ بن قاسم بن کرار بن نقی بن تقی بن علی بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن باقر بن زین العابدین بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنھم اجمعین۔حضرت علی مرتضیٰ تو رسول کریم ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں۔آپ بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے شوہر محترم ہیں جو کہ حسنینِ کریمین کی والدۂ محترمہ ہیں۔یہ سب اولادِ نبی ہیں اور اہلبیت اطہار ہیں انکی محبت میں اجر عظیم ہے۔اللہ تعالیٰ ان تمام بزرگوں پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔اللہ ان پر اپنی سلامتی اتارے اور ان سے راضی رہے۔اے اللہ! تیرے ان محبوبین کے طفیل ہم پر رحم فرما اور ہم کو عذاب سے نجات دے دے۔آمین۔

کیا یہ ہم پر حضرتِ والا کا حق نہیں کہ ہم آپ کے غم میں مر جائیں! ہاں! مگر یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ سرکار کی وفات کے بعد ہم زمین پر چلتے ہیں گویا کہ آپکو دفن نہیں کیا گیا۔مطلب یہ ہے کہ آپ زیرزمین ہیں سو زمین پر چلنا بے ادبی ہے مگر کیا کریں؟ اس کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔

اے موت! کیا تیرا خیال ھیکہ تو ہمارے پیشوا کے بعد بھی زندہ ہے؟ یقیناً تو مینڈھے کی شکل میں حشر سے پہلے ہی ذبح کردی جائیگی۔یہی تیری جزا ہے کیونکہ تو نے اچانک ہمارے دلوں کو صدمہ پہنچایا ہے۔ہم سب تو مرنے کے بعد ضرور اٹھائے جائینگے۔

اے ہمارے سردار کے جگر پارو! تم لوگ ہمارے جگر پارے بھی ہو، اللہ تعالیٰ تمکو صبر کی جزا عطا فرمائے۔اے اہل بیت! تم لوگ حضور ﷺ کے خاندان سے ہو۔اللہ تعالیٰ تمکو تسلی دے اور ہر قسم کی ہلاکت اور تباہی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

علم وفضل کی راہ میں ہمیشہ اپنے بزرگ کے طریق پر کاربند رہو! کتابِ الٰہی کے تمام احکام کی پابندی کرو! کیا تم لوگوں نے انکی شریف وقابل اولاد کو نہیں دیکھا؟ ان لوگوں میں انکے جدِّ امجد کا سرِّ پنہاں ہے۔پس اے عزیزو! ہمارے

آقا کے متعلق یہ گمان نہ کرو کہ وہ غائب ہو گئے وہ تو اپنی اولاد میں پوشیدہ ہیں۔

خصوصاً! حضرت سید شاہ عبد القادر دام فیضہ تو آپکے جانشین اور درخشندہ ستارہ ہیں۔ یہ مبارک خطۂ زمین کیوں نہ اقطاب کا مقام ہو؟ کیوں یہ بقعہ نوری ممتاز علماء کا مسکن نہ ہو؟ یا سکے بانی و مؤسس آپکے جدِ اعلیٰ رکن الدین علیہ الرحمۃ ہیں۔ آپ نے کئی مساجد اور مدارس کے میناروں کو مضبوط کیا اور ان میں دینی روح ڈالدی۔

آپ کے مناقب و محاسن تو کئی دریاؤں کے مثل ہیں۔ میں تو ایک چڑیا کی چونچ رکھتا ہوں۔ کون انکے فضائل کا شمار کر سکتا ہے؟ آپ تو ایک روشن چراغ ہیں جسکو مصیبتوں کے بینہ نے بجھا کر رکھدیا ہے۔

میری اس نظم کے اشعار طبعی عمر کی مقدار میں ہیں۔ یعنی ایک سو بیس اشعار ہیں قارئین مجھے معذور سمجھ کر اس نظم کو قبول فرمائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نعت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

مولوی سید محمد حنیف یم۔اے۔بی۔او۔یل

بابِ درِ رسول کھلا خوش نصیب ہوں — آغوش رحمتوں کا ملا خوش نصیب ہوں
میں اپنے آپ پہ رہا برہم تمام عمر — پہنچا درِ نبی تو کہا خوش نصیب ہوں
دیکھوں کبھی وہ روضہ کبھی اپنے آپکو — لایا کہاں نصیب مرا خوش نصیب ہوں
کب سے تھا میں ترستا دیارِ رسول کو — آخر بلاوا آ ہی گیا خوش نصیب ہوں
جب وہ ملے، اللہ بھی ایمان بھی ملا — یوں مقصدِ حیات ملا خوش نصیب ہوں
ان کی مدح سرائی کو قرآن کم نہ تھا — میں کیا مری اوقات ہے کیا خوش نصیب ہوں
ان کے قدم، خدیجہؓ مرے نجت کھل گئے — غارِ حرا سے گھر پہ ملا خوش نصیب ہوں
نکلا تھا قتل کو مجھے ایمان مل گیا — میں تھا عمر، فاروقؓ ہوا خوش نصیب ہوں
نیزے پہ جب بلند ہوا کر بلا کا شیر — بولا، میں سر بلند ہوا خوش نصیب ہوں
دیوانہ ان کا حشر میں بے خوف کہے گا — کملی کے ہوں سایہ میں کھڑا خوش نصیب ہوں
ہر سُو کرم کی دُھوم ہے، سرکار کی غازی — مجھ پر بھی ان کی، سو سو عطا خوش نصیب ہوں

۷۸۶

نظر کا کمال ہے

مولوی ابوالنعیم سید شاہ محمد کمال اللہ ظہوری لطیفی یم.اے.،
چشتی القادری جنیدی گورنمنٹ قاضی، ضلع چتور
و سجادہ نشین آستانۂ عارفیہ چتور۔(اے۔پی۔)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس عالم گیتی میں جن نفوس قدسیہ کو پیدا فرمایا ہے۔ان مبارک ہستیوں سے ایسے ایسے کارنامے منصۂ شہود پر جلوہ فگن ہوئے ہیں کہ آج کی سائنس کی روشنی میں ان بزرگوں کے کمالات وکرامات کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔سائنس دان اپنے علم کے بل بوتے پر نت نئی ایجادات جو کئے ہیں ان آلات کے ذریعہ انسان زمین پر بیٹھ کر آسمان کی بلندیوں پر اڑنے والے پرندوں کے رنگ وہئیت وآواز تک کو آسانی کے ساتھ سن سکتے و دیکھ سکتے ہیں۔ایسے ہی آسمان کی بلندی سے زمین اور اس کے تہہ میں قدرت کے کیا کیا کرشمہ سازیاں ہیں کیسی کیسی عجیب وغریب مخلوقات واشیاء موجود ہیں یہ سائنسی عجوبہ سے انسان اسکا پتہ لگالیتا ہے۔

اس پر حضرت انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ کیا ایسا بھی ممکنات سے ہے۔لیکن انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے اس پر پختہ یقین کر لیتا ہے۔

شاید ایسے ہی موقعہ پر ایک نکتہ شناس نے کہا ہے کہ سائنس جتنی ترقی کرتی جائیگی اسلام کی حقانیت اتنی زیادہ ثابت ہوگی۔

مثال کے طور پر اہل ایمان کا اس بات پر متفقہ یقین کاملہ ہے کہ حضور پر نور معلم کائنات حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو جو جسمانی معراج حاصل ہوئی کسی نبی ورسول کو ایسا مرتبہ ودرجہ ملا ہی نہیں ان تمام واقعات پر مجھے روشنی نہیں ڈالنی ہے۔صرف یہ بتلانا ہے کہ انسان کیا اس کا دماغ کیا قدرت الٰہی کے اس

عظیم الشان معجزہ پر تذبذب و کشمکش کا شکار رہا۔ آج کی سائنس کی ترقی نے اس مسئلہ کو آسانی سے حل کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی پرواز آسمان کی بلندیوں تک ہو سکتی ہے۔ اس طرح سے ہو بھی رہا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان کبھی بھی اپنی ناقص کمزور فہم و علم کی بنیاد پر غلط فیصلہ ہرگز نہ کرے۔ جہاں انسان کے عقل کا پرندہ پرواز کرتے کرتے بےبس ہو جاتا ہے وہیں سے عشق کی منزل شروع ہوتی ہے۔

حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشۂ لب بام ابھی

روحانیت کے مدمقابل مادیتِ کی ہار ہو جاتی ہے۔

نبی محترم حبیب کردگار ﷺ نے ارشاد فرمایا **اتقولہ بفراسة المومن لانہ ینظر من نور اللہ۔** مومن کی فراست و دانائی سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ بندہ جب خود کو خدا میں گم کر دیتا ہے تو حدیث شریف کے مطابق اسکا دیکھنا خدا کا دیکھنا ہوتا ہے۔ بمصداق من کان للہ کان اللہ لہ۔

ایک مرتبہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی ﷺ میں خطبہ دے رہے ہیں دوران خطبہ آپؓ نے فرمایا ''یا ساریہ الجبل یا ساریہ الجبل'' حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو لشکر مجاہدین کا افسر بنا کے آپ نے روانہ فرمایا تھا اسکے کچھ دنوں کے بعد وہاں سے ایک قاصد آ کر یہ خبر دیئے کہ ہم پر دشمن غالب آ رہے تھے ہار کے قریب تھے ہمارے سردار کو غیب سے آواز آئی کہ ساریہ پہاڑ کو پیچھے رکھو اسکے آگے نہ بڑھو اس ہدایت پر عمل کئے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن پر ہم کو فتح حاصل ہوگئی ورنہ ہم تمام ہلاک ہو جاتے اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے میدان جنگ کا نقشہ دیکھ رہے ہیں اور انہیں ضروری ہدایات دوران خطبہ دے رہے ہیں۔

یہ کرشمہ کیا ہے وہی اتقو الفراسة المومن کا فیض ہے۔ قطب الاقطاب شیخ دکن حضرت شیخ سراج الدین جنیدی قدس سرہ گلبرگہ میں جو'' شیخ روضہ'' کے نام سے آستانہ عالیہ مشہور ہے۔ آپ کا معمول رہا کہ

ہر نصف شب کے بعد بیدار ہو کر تازہ غسل فرماتے نماز تہجد سے فارغ ہو کر اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے اور صبح نماز کے بعد اپنے حجرہ خاص میں یاد الٰہی میں رجوع الی اللہ ہو جاتے جسکو مراقبہ و مکاشفہ کہا جاتا ہے۔ صبح نو بجے آپ باہر تشریف لے آتے تھے آپ کی جلالی نظر بائیں رکھے گئے پانی کے مٹکوں پر پڑتی تو ان میں جوش آ کر ایک دوسرے سے ٹکرا کر ٹوٹ پھوٹ جاتے۔ جب دائیں جانب آپ کی جمالی نظر پڑتی تو جتنے مریض ہوتے وہ تمام شفایاب ہو جایا کرتے یہاں تک کہ لنگڑے لولوں کو بھی دائمی صحت حاصل ہو جاتی وہ بہت خوش و خرم لوٹ جاتے۔ آخر روزانہ کا یہی معمول ہوتا گیا۔ آج بھی شہر گلبرگہ میں آپ کا مزار پر انوار زیارت گاہ خاص و عام بنا ہوا ہے۔

۵۱۱ھ کا ذکر ہے کہ حضرت شیخ عفیف الدین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ خود کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے دل میں یہ خیال گذرا کہ میں حضرت غوث الثقلین سردار اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں بیٹھا ہوا ہوں آپ سے کوئی کرامت دیکھوں، اسی وقت حضرت نے میری طرف نظر اٹھا کر مسکرا دیا۔ اور فرمایا عفیف آج ہمارے ہاں پانچ مہمان آرہے ہیں اور انکے رنگ ونشانات و عمر اور وہ پانچوں کو کس چیز کے کھانے کی رغبت و چاہت ہے تمام بتلا دیا، جب وہ پانچوں حضرات آئے تو قسم کھا کر کہتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ فرمایا بعینہ وہی تمام باتیں میں نے پایا۔۔ اسکی تفصیلات آپ کی کتب سیرت میں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ تو سردار اولیاء کی نظر باکمال کی ایک ادنیٰ مثال دی گئی۔

ہمارے شہر چتور میں پلمنیر روڈ پر ایک مجذوب بزرگ بنام حضرت سید غلام رسول بابا رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے ہندو مسلم فیض پا رہے ہیں۔ آپ کے تعلق سے معمر بوڑھے لوگوں سے سنا گیا کہ حضرت کبھی کبھی کسی کی دکان پر چلا جائیں تو اس کی دکان چمک جاتی کبھی کسی کے مکان پر جاتے تو وہ آپ کے لئے کھانے کی چیزیں پیش کر دیتے تھے، ایک مرتبہ گولنگس پیٹ محلّہ کے ایک مسلمان کے گھر میں حضرت تشریف لے گئے وہ ماں صاحبہ فوری طور پر گھر میں جو پکا رہا وہ تمام لا کے دیدئے حضرت نے اپنے انداز سے گالی دے کر پوچھا کہ چھینکے میں تلی ہوئی مچھلی جو رکھ کر ہے یہ سن کر اس عورت کے حواس اڑ گئے کہ حضرت کو یہ کیسا معلوم یہ اسی نظر کا کمال ہے۔ جو مرد مومن کے لئے حاصل ہے۔

راقم کے والد بزرگوار عامل شریعت ورہبر طریقت حضرت مولانا سید شاہ محمد عبدالجبار صاحب عرف

حضرت سید محمد عارف اللہ ظہوری چشتی القادری چتوری قدس سرہ آپ کے پیر بھائی جناب محمود خان صاحب قادری مرحوم سرشام دوڑے دوڑے آئے اور پریشانی میں کہے کہ حضرت ہمارے گھر سے صبح سے گا بھن گائے لا پتہ ہے ادھر ادھر بہت تلاش کیا لیکن پتہ نہیں ہے۔ آپ نے سن کر فوری طور سے فرمایا کہ کیوں پریشان ہوتے ہو۔ ویلور روڈ میں جاؤ گائے مل جائے گی یہ سائیکل پر سوار ہو کر اسی جانب چل پڑے کچھ ہی فاصلہ پر وہ گائے مل گئی۔ خوشی خوشی اپنے گھر لے آئے۔ آپ کا وصال ۴ صفر المظفر ۱۳۹۲ھ مطابق 21 مارچ 1972ء کو ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ اعلیٰ حضرت ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادری علیہ الرحمہ سابق سجادہ نشین حضرت مکان ویلور نے پڑھائی۔ آپ کا آستانہ عارفیہ چتور میں مرکز عقیدت بنا ہوا ہے۔ یہ تمام اسی نور خدا کی جلوہ گری ہے اللہ تعالیٰ اپنے خاص خاص بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

آج بھی اللہ کے برگزیدہ بندے جنہیں دنیا ''اللہ کے دوست'' کے نام سے یاد کرتی ہے ان کی نظر میں بھی وہی کمال ہے۔ ایک دنیا ان سے فیض حاصل کر رہی ہے۔ دنیا ان بزرگ ہستیوں سے خالی نہیں ہے، بس تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت سعدی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ہر بیشہ گمان مبر کہ خالی ست شاید کہ پلنگ خفتہ باشد۔

کسی بھی جنگل کے بارے میں یہ گمان نہ رکھو کہ وہ شیر سے خالی ہوگا، ممکن ہے کہ شیر سویا ہو۔

حضرت ڈاکٹر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں پاکیزہ نفوس کے تعلق سے یہ شعر کہا ہے اس اسی پر یہ مضمون ختم کر رہا ہوں۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

علامہ اقبالؒ کی شاعری کا انسانی منظر نامہ

مولوی حافظ ڈاکٹر بشیر الحق قریشی لطیفی ویلور
پروفیسر لطیفیہ عربی کالج ویلور

کوئمبتور صوبہ ٹمل ناڈو کا مشہور شہر ہے۔ یہ شہر سرحد کیرلا اور شمالی مغربی سرحدیں اوٹی اور میسور (کرناٹک) کی قربتوں سے معمور ہے۔ معتدل آب وہوا کے اعتبار سے بھی یہ شہر بے مثال ہے۔ تقریباً ایک ہزار برس پہلے یہ ایک قریہ تھا۔ جہاں دراوڑی لوگوں کی بود وباش تھی سچائی یہ ہے کہ عہد ٹیپو سلطان میں اس شہر نے تھوڑی بہت ترقی کی مگر اس کی ترقی کے اسباب یقیناً حیرت انگیز ہیں۔ عہدِ ٹیپو سلطان میں مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو سلطان نے اس کا نام 'سلام آباد' رکھا۔ سلطان کے دور میں جو فوجی یہاں سکونت پذیر ہوے ان کی نسل آج بھی یہاں موجود ہے۔ اس دور میں جو لوگ شمالی ہند سے تجارت کی غرض سے یہاں آئے تھے وہ بھی یہیں کے ہو کے رہ گئے۔ دکن سے جو تاجر حضرات یہاں آئے وہ اپنے ساتھ دکنی زبان لے آئے۔ اس زبان کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے عہد ٹیپو سلطان میں دکن سے آ کر یہاں اپنی جوانی کے بھرپور خدوخال روشن کئے بالخصوص اس دور میں یہاں کی خواتین کا اوڑھنا بچھونا اردو زبان ہی ہو گیا تھا اور آج بھی یہاں کے خواتین کی گھریلو زبان اردو ہی ہے۔

انگریزوں کے دور میں اسکولوں میں باضابطہ اردو تعلیم کا انتظام ہوا۔ مولانا عبدالقادر نویدیؔ مولانا شیخ عبداللہ عمری اور سید احمد الحانؔ نے اردو درس وتدریس کی جو خدمات انجام دیں وہ بھی ناقابل فراموش ہیں۔

1968ء میں یہاں انجمن اردو کا انعقاد عمل میں آیا۔ 1969ء میں اس اردو انجمن کی جانب سے مرزا غالبؔ کا صد سالہ یادگار جشن بڑے تزک واحتشام سے منایا گیا۔ اور اس میں ایک شاندار مشاعرہ کا بھی اہتمام ہوا۔ یہ شاید کوئمبتور کا پہلا مشاعرہ تھا۔ اس جلسہ اور مشاعرے میں پروفیسر یوسف کوکن، پروفیسر حیدر علی خان پروفیسر سید عظمت اللہ سرمدی، مولانا اسمٰعیل رفیعی قدسی، خواجہ شاہ کاوش بدری اور کمال مدراسی نے شرکت کی تھی۔ اس مشاعرے کے بعد انجمن اردو کی جانب سے اردو کی بہت ساری تقریبات کا انعقاد عمل میں آیا جس کی داستان بڑی لمبی ہے جس کی تفصیل سید فیض احمد قادری۔ سکریٹری اردو انجمن کوئمبتور

نے ''نقشِ جنوب'' میں پیش کی ہے۔۱۳ فروری 2011ء کا دن کوئمبتور کی تاریخ کا بہت اہم ترین دن ہے اس دن قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، دہلی کے تعاون سے ڈاکٹر اقبال پر کل ہند سیمنار اور عظیم الشان مشاعرہ کا انعقاد عمل میں آیا۔اس سیمنار کی صدارت قومی کونسل کے چیرمن چندر بھان خیال صاحب نے اور مشاعرے کی صدارت علیم صبا نویدیؔ صاحب نے کی۔اس اجلاس میں تقریباً ٹمل ناڈو کی ایک درجن کتابوں کی رسمِ اجراء عمل میں آئی اور ہندوستان کے بارہ مشہور و معروف ادیبوں اور شاعروں کو ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں اعزازات سے نوازا گیا۔بالخصوص علیم صبؔا نویدی کو اردو زبان و ادب کی خدمات پر خسرو ایوارڈ اور کوی کو عبدالرحمٰن کو ٹمل زبان و ادب کی خدمات کے اعتراف میں ڈاکٹر اقبالؔ ایوارڈ سے نوازا گیا۔ سیمنار میں ہندوستان کے مشہور و معروف ادیبوں نے ڈاکٹر اقبال سے متعلق مختلف موضوعات پر مقالہ پیش کیے۔اس سیمنار میں لطیفیہ عربی کالج حضرت مکان ویلور کی نمائندگی کرتے ہوئے مولانا مولوی ڈاکٹر بشیر الحق قریشی نے ''علامہ اقبال کی شاعری کا انسانی منظرنامہ'' پر پُرمغز مقالہ پیش کیا۔اس مقالہ کو سن کر اکثر ناقدین ادب نے ڈاکٹر بشیر الحق کے موضوع کے انتخاب کی داد دی۔اور کہا کہ ہمارے ادیبوں نے اقبال کے شاعری کے اندر جو انسانی نشیب و فراز اور ارتقائی خدو خال ہیں اس پر بہت کم توجہ دی ہے۔آج ڈاکٹر بشیر الحق کے مقالہ کی سماعت کے بعد اتنا تو ضرور احساس ہوا کہ اس مقالہ نے آج کی اس نشست کی شان کو نہ صرف بڑھا وا دیا ہے بلکہ اقبال کو سمجھنے کے نئے زاویہ سے آشنا کیا ہے۔ (ادارہ)

شاعری اپنے وجود کے اعتبار سے دو رُخ لئے رہتی ہے۔اسکا ایک رُخ کسبی ہوتا ہے اور دوسرا رخ وھبی ہوتا ہے۔اسی کو شعر و سخن کی دنیا میں آمد اور آورد کہا جاتا ہے اسکا وہبی رُخ عطیۂ خداوندی ہے۔اس نوع کی شاعری میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے شاعر کے قلب میں علوم و معارف، حقائق و دقائق اور اسرار و رموز کا القاء اور الہام ہوتا ہے، اور وہ اپنے ضمیر پر نازل ہونے والی کتاب کی تعبیر اور تفسیر اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہے اور اہل علم کے قلم سے ایسے شاعر کے کلام کی جو تعبیرات اور تفسیرات وجود میں آتی ہیں وہ نہ صرف متنوع ہوتی ہیں بلکہ مختلف اور متضاد بھی ہوتی ہیں اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ اسکے کلام سے جو معانی و مطالب اور مفاہیم اخذ کئے جاتے ہیں وہ من و عن وہی ہوں جو شاعر کے نزدیک ایک ہیں بقول ڈاکٹر رابندرناتھ ٹیگور:

''شاعر کے الفاظ کی تعبیر ہر شخص اپنے خیالات کے مطابق کرتا ہے۔''

اور یہ اس لئے ہے کہ لفظوں کے معانی کی دنیا بے پناہ وسیع ہوتی ہے جسکے باعث معانی اور مطالب کے اخذ و استنباط میں بھی وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور ایک ہی شعر کی مختلف تعبیرات وجود میں آتی ہیں۔ علامہ اقبالؒ کی شاعری کے ساتھ بھی یہی صورت حال ہے آپ کے قلبی واردات و کیفیات اور خیالات پر مبنی شاعری کی متعدد تعبیریں اور تفسیریں بیان ہو رہی ہیں آپ کی شاعری شش جہات اور ہفت رنگ لئے ہوئے ہے اور اس کا ایک رخ انسانی قدروں سے وابستہ ہے۔ انسانیت و آدمیت کا اکرام و احترام اور تحفظ و ظہور اور انسانی اقدار کی تعلیم و تفہیم اسلام کا خاصہ ہے اور یہ خاصہ علامہ اقبالؒ کی شاعری میں پوری طرح جلوہ کناں ہے۔

اسلام نے انسانوں کو متعدد خداؤں کی عبادت و پرستش سے نجات دلائی اور انہیں ایک خدا کے آگے سرنگوں کیا اور وحدت ملت اور انسانی برادری کی عظیم شاہ راہ متعین کی اور بنی نوع انسان کو خدا کا کنبہ قرار دیا۔ اور اس کنبہ کے ساتھ محبت و الفت اور حسن وسلوک کو اللہ کی رضا و خوشنودی کا سبب ٹھہرایا جیسا کہ زبان نبوت نے فرمایا: **الخلق عیال اللہ و احب الی اللہ من احسن الی عیالی۔**

انسان، اونچ نیچ، رنگ و روپ، ذات پات، لسانیت و علاقائیت کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ اسلام نے ان زنجیروں کو توڑ دیا اور بابانگ دہل اعلان کیا کہ کسی انسان کو کسی انسان پر کوئی فوقیت اور برتری نہیں ہے۔ صرف اسی انسان کو عظمت اور فضیلت حاصل ہے جو حسن اخلاق کا پیکر ہو اور ایسا انسان ہی خالق کی نگاہوں میں معزز و مکرم اور محترم ہے۔ اور یہ ساری کائنات انسان کے لئے بنائی گئی ہے اور اسے بے پناہ ذہنی و عقلی اور عملی قوت دی گئی ہے جسکے باعث وہ ساری دنیا کو بدلنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور ان صلاحیتوں کی بدولت انسان کو اشرف المخلوقات کا شرف عطا کیا گیا ہے۔

علامہ اقبال نے انسان کے عنوان سے جو نظم لکھی ہے اس میں انسان کا مظاہر فطرت و قدرت سے تقابل کیا کہ ان کے کردار میں کیا فرق ہے۔ کائنات کی ہر چیز دوسروں کے تابع ہے۔ ساری مخلوقات میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جو آزادانہ طریقہ سے مصروف عمل ہے اور وہی بصیرت اور عقل کا مالک ہے۔

منظر چمنستاں کے زیبا ہوں کہ نازیبا — محروم عمل نرگس مجبور تماشا ہے
رفتار کی لذت کا احساس نہیں اس کو — فطرت ہی صنوبر کی محروم تمنا ہے
تسلیم کی خوگر ہے جو چیز ہے دنیا میں — انسان کی ہر قوت، سرگرم تقاضا ہے
اس ذرہ کو رہتی ہے وسعت کی ہوس ہر دم — یہ ذرہ نہیں، شاید سمٹا ہوا صحرا ہے

چاہے تو بدل ڈالے ہیئت چمنستاں کی یہ ہستی دانا ہے، بینا ہے، توانا ہے

جاوید نامہ، خطاب بہ جاوید میں فرماتے ہیں۔

حرف بدرا برلب آوردن خطا است کافر ومومن ہمہ خلق خدا است

آدمیت احترام آدمی باخبر شو از مقام آدمی

پیغمبر انسانیت نے غریبوں محتاجوں، ضعیفوں کی خدمت کرنے اوران سے محبت کرنے کو عبادت کا درجہ دیا اور یہ ہدایت دی کہ لوگ خود بھی برائیوں سے دور رہیں اور دوسروں کو بھی برائیوں سے بچنے کی تلقین کریں۔ علامہ اقبالؒ نے ''بچہ کی دعا'' کے اسلوب اور پیرہن میں انسانی قدروں اور انسانی جذبات کی وضاحت کی ہے۔ فرماتے ہیں۔

لب پہ آتی ہے دعا بن کہ تمنا میری زندگی شمع کی صورت میں خدایا میری

دور دنیا کا مرے دم سے اندھیرا ہو جائے ہر جگہ میرے چمکنے سے اجالا ہو جائے

ہو مرا کام غریبوں کی حمایت کرنا دردمندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا

مرے اللہ برائی سے بچانا مجھ کو نیک جو راہ ہو اس رہ پہ چلانا مجھ کو

دنیا میں ہزاروں انسان ہیں اور ان کی اکثریت مختلف مذاہب وادیان سے وابستہ ہے لیکن یہ وابستگی کسی انسان کے نیک ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ کسی انسان کے اچھے ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ دوسروں کے کام آئے۔ علامہ فرماتے ہیں۔

ہیں لوگ وہی جہاں میں اچھے آتے ہیں جو کام دوسروں کے

علامہ اپنی ذات اور شخصیت کو بھی اس وصف سے متصف دیکھنے کے آرزومند ہیں۔

راتوں کو چلنے والے رہ جائیں تھک کے جس دم امید ان کی میرا ٹوٹا ہوا دیا ہو

میری زبانِ قلم سے کسی کا دل نہ دکھے
کسی سے شکوہ نہ ہو زیر آسماں مجھ کو

یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی سماج اور معاشرہ قبائل وشعوب سے خالی نہیں رہ سکتا لیکن یہ شعوب وقبائل باہمی تعارف کا ذریعہ بنے رہیں تو انسانیت کے لئے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اور اگر ان کے ذریعہ فرقہ آرائی اور فرقہ پرستی کی لہر چل پڑے تو یہ انسانیت کے لئے سم قاتل ہے علامہ اقبالؒ نے فرقہ آرائی کو ایسا درخت قرار دیا ہے جسکا پھل تعصب کے سوا کچھ

اور نہیں اور تعصب کا پھل تباہی کے سوا کچھ اور نہیں۔

شجر ہے فرقہ آرائی تعصب ہے ثمر اسکا
یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو

علامہ اقبال کے نزدیک باہمی محبت والفت اور مؤدت ورافت ہی انسان کے لئے بیداری وہوشیاری تعمیر وترقی کامیابی وکامرانی اور فوز وفلاح کا ذریعہ ہے اور آپ محبت ہی کو غموں اور دکھوں کے زخموں کا مفید علاج سمجھتے ہیں اور نفرت و عداوت اور امتیاز محمود وایاز کو تباہی وبربادی قصور کرتے ہیں فرماتے ہیں۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سو بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے
محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بخت خفتہ کو بیدار قوموں نے
بیابان محبت دشت غربت بھی وطن بھی ہے
یہ ویرانہ قفس بھی، آشیانہ بھی چمن بھی ہے
جو تو سمجھے تو آزادی ہے پوشیدہ محبت میں
غلام ہے اسیر امتیاز ماوتو رہنا
تمیز بندہ و آقا فساد آدمیت ہے
حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

علامہ اقبال اپنی ایک مشہور ترین نظم "نیا شوالہ" میں ہندو مذہب کے قائد برہمن سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں ۔اے برہمن! آ ہم اور تم دونوں مل کر نفاق وشقاق اور تفرقہ بازی کا خاتمہ کردیں اور لوگوں کے درمیان اتحاد واتفاق اور یگانگت کے جذبات بیدار کریں اور ان میں ایک نئے شوالہ کی بنیاد رکھ دیں اور اس میں سب مل کر ایسے نغمات گائیں جن سے صلح وآشتی، محبت والفت اور اپنائیت ویگانگت کے جذبات ابل پڑیں۔

آ غیریت کے پردے اک بار پھر اٹھادیں
بچھڑوں کو پھر ملادیں، نقش دوئی مٹادیں
ہر صبح اٹھ کے گائیں منتر وہ میٹھے میٹھے
سارے پجاریوں کو مے پیت کی پلا دیں
شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مکتی پریت میں ہے

علامہ اقبال نے اپنی ایک اور نظم "ایک پرندہ اور جگنو" میں جگنو کی زبان سے انسان کو کمزوروں پر ظلم وستم سے باز آنے اور باہمی محبت والفت کے ساتھ زندگی گذارنے کی تلقین کی ہے۔

ایک پرندہ کسی درخت پر بیٹھا ہوا چہچہا رہا تھا کہ دفعتاً اسکی نگاہیں کسی چمکتی چیز پر مرکوز ہوگئیں اور وہ درخت سے اڑ کر اسکو ہڑپ کرنا ہی چاہتا تھا کہ جگنو نے اس پرندہ سے کہا۔ تو ایک ایسا پرندہ ہے جو اپنے نغموں سے چمن میں بہار کا سماں

پیدا کرتا ہے۔ایک کمزور جگنو پر یوں حملہ آور ہونا یہ تیرے شایان شان نہیں ہے۔اگر تجھے اپنی زندگی پیاری ہے تو مجھے بھی جینے دے اسی میں دونوں کی بھلائی ہے۔

سر شام ایک مرغ نغمہ پیرا کسی ٹہنی پہ بیٹھا گا رہا تھا
کہا جگنو نے او مرغِ نوا ریز! نہ کر بے کس پہ منقار ہوس تیز
مخالف ساز کا ہوتا نہیں سوز جہاں میں ساز کا ہے ہم نشیں سوز
قیامِ بزمِ ہستی ہے اِنھی سے ظہور اوج و پستی ہے اِنھی سے
ہم آہنگی سے ہے محفل جہاں کی اسی سے ہے بہار اس بوستاں کی

انسان سے متعلق جو مسائل ہیں ان میں سے ایک اہم اور اخلاقی مسئلہ اسکی وطنیت اور قومیت کا بھی ہے۔علامہ اقبال کی شاعری میں اس مسئلہ کی تشریح بھی ہمیں ملتی ہے۔زمانۂ قدیم سے انسان کی وطنیت اسکے رہائشی نطۂ زمین کے نام کی جانب منسوب ہوتے آرہی ہے اور یہی صورت حال ان سارے انسانوں کی ہے جنہوں نے سرزمین ہند میں آنکھیں کھولیں اور اسی میں بود و باش اختیار کرلی یا دیگر علاقہ کے انسانوں نے اس سرزمین کو مستقل طور پر اپنا وطن بنالیا وہ ہندی اور ہندوستانی کہلائے جیسے،چینی، ایرانی،عربی اور جاپانی وغیرہ۔ ہند کے سارے باشندے وطنیت کے اعتبار سے متحدہ قومیت رکھتے ہیں اور عقیدہ مسلک کے اعتبار مختلف مذاہب کے پیرو ہیں۔

علامہ اقبال کے دور میں وطن کی جغرافیائی اصطلاح میں تغیر رونما ہوا اور انسانیت ، رنگ و نسل، ذات و پات، لسانیت وعلاقائیت اور مغربیت ومشرقیت کے خانوں میں تقسیم ہونے لگی اور عالم گیر انسان دوستی اور انسان برادری کی روح مجروح ہونے لگی۔اسلام نے انسانوں کو ان کی پیدائشی اور رہائشی زمین کے ساتھ محبت کی تعلیم دی اور وطن کے ساتھ محبت کو ایمان سے منسلک ٹھہرایا۔لیکن اسکی عبادت اور پرستش کی اجازت نہیں دی۔

مغربی اقوام کا سیاسی نظریۂ وطنیت نہ صرف دنیائے اسلام کے لئے نقصان دہ تھا بلکہ دنیائے انسانیت کے لئے بھی سم قاتل تھا۔علامہ اقبالؒ نے جب یہ دیکھا کہ دنیائے اسلام بھی ان غیر اسلامی نظریات سے متاثر ہورہی ہے تو آپ کی زبان قلم کھل گئی، ہر ملک ما است ملک خدائے ما است۔اور آپ نے وطنیت سے متعلق اپنے خیالات اور نظریات کو بیان کیا جو اسلام کی روح سے مناسبت اور موافقت رکھتے ہیں۔

اس دور میں مے اور ہے، جام اور ہے جم اور ساقی نے بنا کی روش لطف و کرم اور

مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آذر نے ترشوائے صنم اور

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرھن اسکا ہے، وہ مذہب کا کفن ہے

یہ بُت کہ ترا شیدۂ تہذیب نوی ہے
غارت گر کا شانۂ دین نبویؐ ہے

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفویؐ ہے

نظارۂ دیرینہ کو دکھادے
اے مصطفویؐ! خاک میں اس بُت کو ملادے

ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
رہ بحر میں آزاد وطن صورت ماہی

ہے ترک وطن سنت محبوب الٰہی
دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشاد نبوتؐ میں وطن اور ہی کچھ ہے

اس موضوع پر علامہ اقبالؒ کی ایک نظم دنیائے اسلام کا مطالعہ بھی مفید ہے جس میں انہوں نے اہل مغرب کی عیاریوں کو بے نقاب کرتے ہوئے عالم اسلام کو ایک عظیم پیغام دیا کہ وہ زمانہ شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے وحدت اور طاقت اور اتحاد ملت کی طرف توجہ دیں فرماتے ہیں:

حکمت مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح کردیتا ہے گاز

ربط و ضبط ملت بیضاء ہے مشرق کی نجات
ایشیاء والے ہیں اس نکتے سے اب تک بے خبر

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کرتا بخاک کاشغر

جو کرے گا امتیاز رنگ وخون، مٹ جائے گا
ترک خر گاہی ہو یا اعرابیِ والا گوہر

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہوگئی
اڑگیا دنیا سے تو مانند خاک رہ گذر

بتان رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہوجا
نہ ایرانی رہے باقی نہ تورانی، نہ افغانی

یہ ہندی و خراسانی یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بے کراں ہوجا

ہوس نے ٹکڑے ٹکڑے کردیا ہے نوع انسان کو
اخوت کا بیاں ہوجا، محبت کی زباں ہوجا

غبار آلودۂ رنگ ونسل ہیں بال و برتر ے
تو اے مرغ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں ہوجا

نسل، قومیت، کلیسا، سلطنت، تہذیب، رنگ
خواجگی نے خوب چن چن کے بنائے مسکرات

علامہ اقبالؒ کی شاعری سے ہٹ کران کا ایک نثری اقتباس ملاحظہ فرمایئے جس سے موصوف کے نظریۂ وطنیت کی مزید تشریح ہوتی ہے۔

وحدت صرف ایک ہی معتبر ہے اور وہ بنی نوع انسان کی وحدت ہے جو نسل و زبان اور رنگ سے بالاتر ہے، جب تک اس نام نہاد جمہوریت اس ناپاک قوم پرستی، اور اس ذلیل ملوکیت کی لعنتوں کو پاش پاش نہ کردیا جائے گا، جب تک انسان اپنے عمل کے اعتبار سے، الخلق عیال اللہ کے اصول کا قائل نہ ہوجائے گا۔ جب تک جغرافیائی وطن پرستی اور رنگ و نسل کے اعتبارات کو نہ مٹایا جائے گا، اس وقت تک انسان اس دنیا میں فلاح و سعادت کی زندگی بسر نہ کرسکیں گے، اور اخوت، حریت اور مساوات کے شاندار الفاظ شرمندۂ معنی نہ ہوں گے۔

(شائع کردہ تقریر آل انڈیا ریڈیو، لاہور یکم جنوری ۱۹۳۸ء)

میں اپنے اس مقالہ کے اختتام پر انجمن اردو کے ڈاکٹر اقبال سیمینار کے ذمہ داروں میں جناب اے. کے محمد اقبال صاحب اور جناب سید فیض احمد قادری کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ تمام سامعین کا بھی مشکور و ممنون ہوں کہ آپ نے اس عاجز کی طالب علمانہ تحریر کو بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ سماعت فرمایا۔

بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب

مولوی سید نیاز احمد جمالی
پرنسپل، دارالعلوم جمالیہ، چنئی۔

پیارے مصطفیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی بارگاہِ عالی وہ جلیل القدر مقام ہے جسکی تعظیم واحترام کا طریقہ پروردگارِ عالم نے اپنے کلام پاک میں ذکر کیا ہے۔ یہ وہ بارگاہ ہے جہاں اکابر اولیاء بھی خود کو ادب کا مجسمہ بنا لیتے ہیں۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

"ایمان" تعظیم رسول کا متقاضی ہے:-

ہر مومن کے دل میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ عظمت کا ہونا لازمی ہے۔ جس دل میں عظمتِ رسول نہیں یقیناً وہ دل نورِ ایمان سے خالی ہے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد گرامی ہے۔ **اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِداً وَّمُبَشِّراً وَنَذِيراً لِّتُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ۔ (سورۂ فتح)**

ترجمہ : اے محبوب ! ہم نے آپکو گواہ، خوشخبری دینے والا، عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا تاکہ اے لوگو! تم ایمان لاؤ اللہ اور اسکے رسول پر اور اس رسول کی تائید کرو اور اسکی خوب تعظیم وتکریم کرو۔

قال الامام البغوی هاتان الکنایتان راجعتان الی النبی صلی الله علیه وسلم۔

امامِ بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں ضمیریں (تعزروہ اور توقروہ کی) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

طرف لوٹتی ہیں۔ اس آیت کریمہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم وتکریم کا وجوب نصِ قطعی سے ثابت ہوگیا۔ جو شخص رسولِ کریم ﷺ کی تعظیم کرے گا وہ کسی بھی صورت میں حضورِ اکرم ﷺ کی برابری کا دعوی نہیں کرے گا بلکہ ہمیشہ ہر حیثیت سے خود کو اور جملہ افرادِ عالم کو نبی کریم ﷺ سے کم جانے گا۔

اہل اسلام پر تعظیم رسول واجب ہے

حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کے وجوب پر جمیع علماء اسلام کا اتفاق و اجماع ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ تعظیم رسول ہی جان ایمان بلکہ عین ایمان ہے۔ پروردگار عالم نے کلام پاک میں متعدد مقامات پر تعظیم رسول کے طریقے سکھلائے ہیں۔ خالق کائنات نے اپنے تمام بندوں پر پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کو فرض کیا ہے علامہ نبہانی علیہ الرحمہ اپنی کتاب جواہر البحار میں یوں رقمطراز ہیں۔

اوجب تعالی علینا تعظیمه و توقیره ونصرته ومحبته والادب معه۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم مسلمانوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر، حضور ﷺ کی مدد اور محبت اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں باادب رہنے کو واجب کردیا ہے۔

علامہ نبہانی علیہ الرحمہ کی اس عبارت سے نبی کریم ﷺ کے چار حقوق معلوم ہوے۔ (۱) تعظیم رسول (۲) محبتِ رسول (۳) نصرتِ رسول اور (۴) ادبِ رسول۔

تعظیم رسول

تعظیمِ رسول کا مفہوم یہ ہے کہ مومن اپنے دل سے حضور اکرم ﷺ کا احترام کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اسکے دل میں جاگزیں ہوجائے۔ کسی بھی شخص کو حضور ﷺ سے بڑھ کر صاحبِ عظمت یا صاحبِ مقام تصور نہ کرے۔ عاشقِ رسول فاضل بریلوی علیہ الرحمہ عظمتِ رسول کے تصور کو بہترین انداز میں سمجھارہے ہیں۔

سب سے اعلی و اولی ہمارا نبی ۔۔۔ سب سے برتر و بالا ہمارا نبی
اونچے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے ۔۔۔ ہے اُس اونچے سے اونچا ہمارا نبی

خلق سے اولیاء اولیاء سے رسل اور رسولوں میں اعلیٰ ہمارا نبی

ایک عاشقِ رسول نے عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار بایں انداز کیا ہے۔

یا صاحب الجمال و یاسید البشر من وجهك المنير لقدنور القمر

لا یمکن الثناء کما کان حقّه بعد از خدا بزرگ توئی قصه مختصر

ترجمہ: اے جمال والے آقا! اے تمام انسانوں کے سردار! آپ کے رُخِ زیبا ہی سے چاند کی تابانی ہے۔ آپ کی ثنا کما حقہ ممکن نہیں۔ مختصر اور جامع بات یہ ہے کہ خدائے بزرگ و برتر کے بعد سب سے افضل واعلیٰ آپ ہی ہیں۔

محبتِ رسول

ناظرین اکرام! محبت رسول کا مفہوم یہ ہے کہ بندۂ مومن ہر شئے سے بڑھکر محبوبِ خدا ﷺ کو محبوب رکھے۔ حضور کی رضامندی ہی اسکا مقصود ہو۔ رسول گرامی وقار ﷺ نے فرمایا کہ **لا یؤمن احدکم حتی اکون احبّ الیه من والد و ولده والناس اجمعین۔ (متفق علیه)**

ترجمہ: تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا تا آنکہ میں اسکے نزدیک اسکے والدین اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (بخاری مسلم)

ایک عاشق رسول عرض کرتا ہے

محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

نصرتِ رسول

محترم قارئین! نصرتِ رسول کا مطلب یہ ہے کہ اشاعت دین اور تبلیغ حق کے سلسلہ میں سرکارِ دو عالم ﷺ

کے نقش قدم پر چلے۔ صحابہؓ کرام نے غزوات وسرایا میں حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور ساتھ دیا۔ حضور اکرم ﷺ کی نصرت وحمایت کے لئے اپنی ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار تھے۔ جب بھی قربانی پیش کرنے کا موقعہ آیا تو صحابہ نے قربانیاں دے کر عاشقانِ رسول ہونے کا ثبوت دے دیا۔ صحابہ کرام کا یہ پیغام تھا کہ:

جو جان مانگو تو جان دینگے جو مال مانگو تو مال دینگے
مگر نہ ہوگا یہ ہم سے ہرگز نبی کا جاہ جلال دینگے

اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کریں اور دیگر مسلمانوں کو حضور کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی گذارنے کی ترغیب دیں۔ ہماری یہ خدمت ہی نصرتِ رسول ہے۔ البتہ ہم یہ اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ ہم نصرتِ رسول کی وجہ سے حضور ﷺ پر کوئی احسان نہیں کررہے ہیں بلکہ خود ہمارا ہی بھلا کررہے ہیں۔ جیسا کہ پروردگارِ عالم نے فرمایا **اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ**۔

ادب رسول

ناظرینِ باوقار! حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا چوتھا حق ادبِ رسول ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ کی بارگاہِ عالی کے آداب کو قرآن مجید نے واضح کیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے۔ **یا یھا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ**۔ (یعنی اے مومنو!! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو) مطلب یہ ہے کہ کسی بھی معاملہ میں رسول کریم ﷺ کے آگے پیش قدمی نہ کریں بلکہ تمام معاملات میں نبیؐ کریم ﷺ کے پیچھے رہیں اور حضور ﷺ کی غلامی سے سرِ مو منحرف نہ ہوں۔ حضور اکرم ﷺ کی پیروی اور اتباع سے اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کا درجہ حاصل ہوتا ہے جیسا کہ فرمانِ مولیٰ عزوجل ہے۔ **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ**۔ اے میرے محبوب! آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اے لوگو! اگر تمہارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے تو میرے متبع ہوجاؤ یعنی میرے پیچھے پیچھے چلو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریگا۔

یہاں پر یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ حضور سے پیش قدمی کرنا اللہ سے پیش قدمی کرنا ہے۔ حضور کی بے ادبی اللہ کی بے ادبی ہے۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ** یعنی اللہ اور اس کے

رسول سے آگے نہ بڑھو۔

حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں ہمیشہ پست آواز میں بات کرنا چاہیے۔ اگر آواز اونچی ہوگئی تو سارے اعمال صالحہ بےکار ہو جائیں گے۔ پروردگار عالم فرماتا ہے کہ **یایھا الذین امنوالاترفعواصوانکم فوق صوت النبی (الحجرات)** اے مومنو! تم اپنی آواز کو نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو۔ لہٰذا اصحابہ کرام نے بہت ہی پست آواز میں حضور سے گفتگو کرنا شروع کر دیا۔ اگر کسی کی آواز فطری طور پر اونچی تھی تو اس نے بھی اپنی آواز کو پست کرنیکی کوشش کی۔

آج بھی ہم دربار رسول میں حاضری دیں تو ہمارے لئے لازمی ہے کہ بالکل دبی اور پست آواز میں صلاۃ وسلام عرض کریں اور اپنی گذارشات کو پست آواز میں عرض کریں۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

علامہ عمادالدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **قال العلماء یکرہ رفع الصوت عند قبرہ صلی اللہ علیہ وسلم کما کان یکرہ فی حیاتہ علیہ السلام لانہ محترم حی فی قبرہ دائما۔**

ترجمہ : علماء کرام نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کے روضہ اطہر کے پاس آواز اونچی کرنا سخت مکرہ ہے جیسا کہ حضور ﷺ کے ظاہری حیات میں یہ ممنوع فعل تھا اس لئے کہ ہمارے حضور ﷺ اپنی قبر انور میں ہمیشہ زندہ اور قابل احترام ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

صحابۂ کرام اپنی روزمرہ زندگی میں دینی احکام معلوم کرنے کے لئے سرکار دو عالم ﷺ سے ہم کلام ہوتے تھے۔ پروردگار عالم نے صحابۂ رسول کو گفتگو کے دوران ادبِ رسول کی رعایت کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

ولاتجھرواله بالقول کجھر بعضکم لبعض (الحجرات) یعنی اے مومنو! جب تم ہمارے نبی سے بات چیت کروتو جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے بڑی آواز میں بات کرتے ہو ایسا مت کرو اسلئے کہ تم کسی معمولی انسان سے نہیں بلکہ سیدالانبیاء محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کر رہے ہو۔

علامہ اسمعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ اس ارشاد ربانی کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر روح البیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ **حافظو اعلی مراعاۃ جلا لۃ النبوۃ** یعنی اے مسلمانو! جب تم بارگاہ مصطفیٰ میں پہونچ کر بات کرنے لگوتو حضور ﷺ کی نبوت کی عظمتوں کا استحضار کرو۔ حضور کے درجۂ باکمال سے ایک لمحہ کے لئے بھی غفلت کرو۔ اگر ادبِ رسول کی رعایت میں کوتاہی ہوگئی تو تمہاری آخرت برباد ہو جائیگی اور سارے اعمال صالحہ کالعدم ہو جائیں گے۔

تفسیر خازن میں اسی آیت کے تحت درج ہے۔ **امرھم ان یجلوہ ویفخموہ ویعظموہ ولا یرفعوا اصواتھم کما ینادی بعضھم بعضا۔**

ترجمہ : اس آیت کریمہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ پیغام دیاہیکہ وہ حضور ﷺ کی بزرگی اور رفعت کالحاظ رکھیں۔ نبی کریم ﷺ کی تعظیم کرتے ہوئے حضور کی بارگاہ بیکس پناہ میں اپنی آوازوں کو اونچی نہ کریں جسطرح لوگ آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں اور بلند آواز سے خطاب کرتے ہیں۔

شیخینِ کریمین کا کردار

مذکورہ بالا آیت کریمہ کے نزول کے بعد صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے بالکل پست آواز میں حضور سے بات کرنے لگے۔ چنانچہ روح البیان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے۔

قال ابو بکر والذی انزل علیك الکتب یا رسول اللہ لا اکلمك الا کاخی السرار۔ یعنی یا رسول اللہ! قسم اس رب ذوالجلال کی جس نے آپ پر کتاب کو نازل کیا۔ میں آپ سے اس طرح بات کروں گا جیسے کوئی شرگوشی کرتا ہو یا آہستگی سے راز کی بات بتاتا ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باوجودیکہ بہت دلیر، جری اور طاقتور انسان تھے۔ بارگاہ مصطفیٰ میں پیکر ادب بن جاتے۔ اُنکے سارے تن میں عظمتِ رسول کی ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔ تفسیرِ روح البیان میں ہے کہ **کـان عـمـر**

بعد ذلك اذا حدث النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدثہ کاخی السرار لم یسمعہ حتی یستفہمہ یعنی اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب بھی حضور ﷺ سے ہم کلام ہوتے تو اس انداز میں گفتگو فرماتے گویا کہ سرگوشی کررہے ہیں۔ بسا اوقات سرکار دوعالم ﷺ حضرت عمر کی بات سن نہیں پاتے تو ان سے وضاحت چاہتے تھے۔

دعا کیجئے کہ اے پروردگار ! ہمارے دلوں کو تیرے پیارے نبی ﷺ کی محبت وعظمت سے معمور ومنور بنائے۔

آمین۔ وما علینا الا البلاغ۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆

منقبت (نذرِ خواجۂ دکن حضرت بندہ نواز علیہ الرحمہ) سید نیاز احمد عامری جمالی

فریاد میری سننا بندہ نواز ہو تم
قسمت مری جگانا بندہ نواز ہو تم

مشتاق ہوں تمہارا کرنا کرم خدارا
در پہ مجھے بُلانا بندہ نواز ہو تم

منزل سے ہٹ گیا ہوں عصیاں میں گھر گیا ہوں
غفلت کو تم مٹانا بندہ نواز ہو تم

سائل پہ رحم کرنا عرفاں کا جام دینا
خالق سے تم ملانا بندہ نواز ہو تم

تم ہو دکن کے خواجہ عُشّاق کے ہو راجہ
ہمکو نواز دینا بندہ نواز ہو تم

کیا کرسکے نیازیؔ مدح و ثنا تمہاری
گیسو دراز ہو تم بندہ نواز ہو تم

غوثیؔ آرکاٹی

ڈاکٹر جاویدہ حبیب

جنوبی ہند کے قدیم اور قد آور شعراء اور نثر نگاروں میں سید محمد غوثؔ غوثیؔ آرکاٹی کو ایک منفرد اور نمایاں مقام حاصل ہے۔ ان کا شمار آرکاٹ کے چند بلند پایہ اور پُر گو سخنوروں میں ہوتا ہے۔ غوثیؔ کے تفصیلی حالات کسی تذکرے یا تاریخ میں نہیں ملتے۔ ان کا تعارف سب سے پہلے مولوی نصیر الدین ہاشمی نے اپنی کتاب ''مدراس میں اردو'' میں اس طرح کرایا ہے۔

> ''شاہ غوث جامی بھی آرکاٹ کے باشندے صوفی منش آدمی تھے۔ افسوس کہ کسی تذکرہ میں آپ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس طرح آپ کے حالات پردۂ خفا میں ہیں۔ آپ کی ایک تصنیف ''ریاضِ مسعود'' کے نام سے موجود ہے۔ یہ دراصل فارسی ''قصص الانبیاء'' کا دکنی ترجمہ ہے۔ جو ۱۱۹۱ھ میں کیا گیا ہے۔[۱]

''مدراس میں اردو'' کی اشاعت کے بعد جب انہوں نے کتب خانہ سالار جنگ کے مخطوطات کی فہرست مرتب کی تو غوثیؔ کی ایک اور مثنوی ''ریاض غوثیہ'' کی وضاحت کرتے ہوئے اطلاع دی ہے کہ۔

> ''شاہ غوثی حیدر آباد کے شاعر ہیں............دکن میں ایک اور غوثی گذرے ہیں۔ جن کا تعلق مدراس سے تھا اور غوث جامی سے موسوم تھے ''ریاض مسعود'' ان کی مثنوی بھی مشہور ہے۔ یہ دوسرے غوثی ہیں جن کو حیدر آباد سے تعلق تھا'' [۲]

گویا غوثیؔ کے نام کے دو شاعر ہو گئے ایک کا وطن حیدر آباد جن سے ہاشمی صاحب نے مثنوی ''ریاض غوثیہ''

منسوب کردی اور دوسرے غوثی آرکاٹ کے تھے۔ جو''ریاض مسعود'' کے مصنف تھے۔ آگے چل کر اسی مثنوی (ریاض غوثیہ) کا ایک اور نسخہ جب انہیں کتب خانہ آصفیہ کے مخطوطات کی فہرست مرتب کرنے کے دوران ملا تو انہوں نے اسکی توضیح کرتے ہوئے لکھا۔

''شاہ غوثی کو بیجاپور سے تعلق تھا ۳ے

گویا نصیر الدین ہاشمی کے پاس یہ تیسرے غوثی تھے۔ دراصل ہاشمی صاحب کو غلط فہمی ہوگئی تھی۔ ورنہ یہ تینوں غوثی ایک ہی شخص تھے۔ جو ان دونوں مثنویوں کے مصنف تھے۔

غوثی کا پورا نام سید محمد غوث تھا اور آرکاٹ کے متوطن تھے۔ انہوں نے حضرت سر اللہ انتر جامی (متوفی ۱۱۷۱ھ) کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی اور انہیں کے نام کی مناسبت سے غوث جامی کے لقب سے مشہور ہوئے ۴ے

ڈاکٹر محمد علی اثر نے آگے چل کر یہ بھی اطلاع دی ہے کہ غوثی کے والد افصحی بھی شاعر تھے۔ ان کی دو تصانیف'' نو بہار'' اور'' وفات نامہ نبی'' کا پتہ چلتا ہے۔ اول الذکر کتاب ناپید ہے اور آخر الذکر کا ایک نسخہ کتب خانہ سالار جنگ میں محفوظ ہے۔ ۵ے

غوثی قدیم اردو کا ایک باکمال شاعر تھا۔ اس کی قادر الکلامی کا یہ عالم تھا کہ اس نے ''قصص الانبیاء'' کے موضوع پر ''ریاض مسعود'' کے نام سے تین جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم مثنوی ہے جو تقریباً بارہ ہزار پانچ سو (12,500) ابیات پر مبنی ہے۔ ۱۱۹۱ھ میں تصنیف کی ہوئی یہ مثنوی صنعتی بیجاپوری کی مثنوی ''خاور نامہ'' کے بعد دکنی اردو کی سب سے ضخیم تصنیف ہے۔ قصص الانبیاء کا تاریخی نام ''ریاضِ مسعود'' ہے جس سے ۱۱۹۱ھ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں۔ غوثی نے اس مثنوی کی تاریخ تصنیف صوری اور معنوی دونوں طریقوں سے نکالی ہے۔

برس ہجری اگیارا سو اکیانوے بھرے پر یو بنیا ہے نسخۂ نو

ہے نام اس کا سنو جو ''ریاض مسعود'' ہے تاریخ اس اسم کی بیچ مشہور ۶ے

۱۱۹۱ھ

مثنوی ''ریاض مسعود'' جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے۔ تین جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم مثنوی ہے جو فارسی کی ''قصص الانبیاء'' کا ترجمہ ہے۔ اس تصنیف میں جیسے کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام کے واقعات و حالات بیان کیے گئے ہیں۔ اس مثنوی کی پہلی جلد میں ابتدائے آفرینش و آدمؑ کی پیدائش سے حضرت ایوبؑ

تک تمام پیغمبروں کے حالات درج کیے گئے ہیں۔ دوسری جلد میں سکندر ذوالقرنین سے حضرت عیسیٰؑ تک کے واقعات پیش کیے گئے ہیں اور آخری جلد میں ختم المرسلین حضور کریم ﷺ کی سیرت طیبہ اور شمائل مطہرہ درج کیے گئے ہیں۔

مذکورہ مثنوی کے علاوہ غوثی کی درج ذیل تصانیف کا پتہ چلتا ہے۔

ریاض غوثیہ ۱۱۶۹ھ　　غوثیہ ۱۱۸۸ھ　　ضیافت نامہ　　تفسیر غوثی ۸

مثنوی ''ریاض غوثیہ'' (5670) اشعار کی ایک طویل نظم ہے جس میں حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی کے سوانح اور مناقب بیان کیے گئے ہیں۔ یہ تصنیف دراصل ''مناقب غوثیہ'' نام کی ایک فارسی مثونی کا ترجمہ ہے جو 1169ھ میں منصۂ شہود پر آئی ہے۔ نصیر الدین ہاشمی نے ''ریاض غوثیہ'' کی تاریخ تصنیف 1191ھ بتائی ہے ۹ حالانکہ خود غوی نے درج ذیل شعر میں اس مثنوی کی تاریخ تصنیف 1169ھ بتائی ہے۔

باغ یو باغاں کوں سارے داغ ہے　　اس کی تاریخ ''عندلیب باغ'' ہے

عندلیبِ باغ کے الفاظ سے 1169ھ کے اعداد برآمد ہوتے ہیں، اور یہی اس کا سال تصنیف ہے۔

غوثیہ

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے واقعات و مناقب پر ہے۔ غوثی نے یہ مثنوی 1188ھ میں رمضان المبارک کی ستائیس 27 ویں شب (شبِ قدر) کو مکمل کی۔ سال تصنیف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاعر نے لکھا ہے۔

ایگارا سوای اُپر آٹ سال　　د''روضۂ صفا'' ہیچ گن کر نکال

1188ھ

ضیافت نامہ

یہ دراصل قصیدے کی ہیئت میں لکھی ہوئی 104 ابیات پر مشتمل ایک نظم ہے۔ جس میں غوثی نے حضرت عثمان غنیؓ کے یہاں اور پھر خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا کے گھر حضور اکرمؐ کی ضیافت کا واقعہ بیان کیا ہے۔ اس تقریب میں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے علاوہ دیگر اصحابِ رسول بھی مدعو تھے۔ ۱۰

تفسیرِ غوثی

پارہ عم کی تفسیر ہے۔ اس کا شمار آرکاٹ کے قدیم ترین نثری نمونوں میں ہوتا ہے۔ مولوی

نصیرالدین ہاشمی نے اس رسالے کی وضاحت کرتے ہوئے اطلاع دی ہے کہ

اس میں سورۂ عم یتسالوں سے سورۂ فاتحہ تک قرآنی آیات سرخ روشنائی سے لکھی گئی ہیں اور اس کے ساتھ مختصر الفاظ میں تشریح کی گئی ہے ۔[۱۱]

غوثی کی مذکورہ تمام شعری اور نثری تصانیف ہنوز غیر مطبوعہ ہیں۔ مدراس، ویلور، حیدر آباد، کراچی اور دیگر مقامات کے کتب خانوں کی زینت ہیں۔

نصیرالدین ہاشمی نے مولوی حبیب اللہ مرحوم کی ایک مملوکہ بیاض کے والے سے لکھا ہے کہ

''غوثی کی وفات 1225ھ میں ہوئی اور معلیٰ نے تاریخ

وفات نکالی ہے۔[۱۲]

بقول علیم صبا نویدی

غوثی کا مزار بہ مقام آرکاٹ ان کے مرشد حضرت سر اللہ انتر جامی کے مزار کے روبرو ہے۔ [۱۳]

حواشی

۱۔ مدراس میں اردو۔ ادارۂ ادبیات اردو، مکتبۂ ابراہیمیہ پریس حیدر آباد مطبوعہ 1938ھ ص ۳۱

۲۔ نصیرالدین ہاشمی، وضاحتی فہرستِ مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ 789

۳۔ نصیرالدین ہاشمی، کتب خانۂ آصفیہ کے اردو مخطوطات (جلد اول) ص 88

۴۔ ڈاکٹر محمد علی اثر۔ ''نوادراتِ تحقیق''۔ غوثی آرکاٹی قدیم اردو کا ایک قادر الکلام سخنور ص 12

۵۔ ایضاً ایضاً ایضاً ص 13

۶۔ ایضاً ایضاً ایضاً ص 23

۷۔ ڈاکٹر محمد نسیم الدین فریس۔ اٹھارویں صدی کی دکنی شاعری کا تحقیقی و تنقیدی مطالعہ ص 458

۸۔ نوادراتِ تحقیق ص 16

۹۔ وضاحتی فہرست کتب خانہ آصفیہ (جلد اول) 216 ص

۱۰۔ نوادراتِ تحقیق ص 25

۱۱۔ وضاحتی فہرست مخطوطات کتب خانہ آصفیہ جلد اول ص 38

۱۲۔ مدراس میں اردو ص 32

۱۳۔ تمل ناڈو کے صاحب تصنیف علماء ص 54 مصنف علیم صبا نویدی

۸۶/۹۲ء

یا علی مدد

خلفائے راشدینؓ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام

محمد شفاعت احمد سلیمؔ، یم،اے، بی ایڈ.،
اردو منشی، وی، آر، ہائی اسکول، نیلور (آندھرا پردیس)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس میں کیا راز تھا کونسی مصلحت پوشیدہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے کسی اپنا خلیفہ نامزد نہیں فرمایا، ابن سعدؒ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے پردہ فرمایا تو ہم سب نے اس نکتہ پر غور کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بجائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام بنایا تھا پس وہ شخص جو ہمارے دین کے لئے امام منتخب فرمایا گیا تو ہم دنیاوی امور کے لئے اُن کے امام (خلیفہ) منتب ہونے پر راضی ہوگئے۔

ایک اور روایت میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کو اچانک کسی نے شہید نہیں کیا (معاذ اللہ رب العالمین) اور نہ آپ ﷺ کا یکا یک وصال ہوا بلکہ کئی دن تک آپ ﷺ کی طبعیت ناساز رہی اور جب آپ کی بیماری نے زور پکڑا اور مؤذن نے آپ ﷺ کو نماز کے لئے بلایا تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے کا حکم فرمایا اور مشاہدہ فرماتے رہے، مؤذن نے پھر نماز کے لئے بلایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا تو ہم خلافت کے متعلق غور کرنے کے بعد پھر انہیں کو اپنی دنیا کے لئے اختیار کرلیا جس کو پیارے نبی مصطفیٰ ﷺ نے ہمارے دین کے لئے یعنی نماز کے لئے منتخب فرمایا تھا چونکہ نماز دین کی اصل ہے اور حضور اکرم ﷺ دین و دنیا کو قائم فرمانے والے تھے۔

احمدؒ و بیہقی نے دلائل نبوت میں بسند حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرو بن سفیان کے حوالے سے لکھا ہے کہ جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ کے درمیان ارشاد فرمایا کہ لوگو! رسول اللہ ﷺ نے اس امارت (خلافت) کے سلسلہ میں ہم سے کسی کی بیعت کے لئے کوئی عہد نہیں لیا تھا بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہم نے با اتفاق رائے خلیفہ منتخب کرلیا اور وہ امور خلافت کو بحُسن وخوبی انجام دے کر اس دارفنا سے دار البقا کو تشریف لے گئے۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے تو آپؓ کو اپنا جانشین مقرر کرنے کی فکر ہوئی آپؓ اپنی بیماری کے

زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا جانشین بنانا چاہا تو صحابہؓ سے مشورہ کیا تو بعض صحابہؓ نے آپؓ کے اس انتخاب کو درست کہا اور بعض صحابہؓ نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت میں بڑی تندی و تیزی ہے، ذرا سی بات پر ان کی تلوار میان سے نکل آتی ہے، آپ کے سامنے ان کا برتاؤ اس طرح سے ہے تو جب وہ خود خلیفہ ہوں گے تو اللہ جانے کیا کریں گے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے جواب میں کہا ان کی سختی کی وجہ یہ تھی کہ میں نرم تھا، خلافت کا بوجھ جب ان کے کندھوں پر آپڑیگا تو اُن کی طبیعت میں خود بخود نرمی آجائیگی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات صحیح ثابت ہوئی خلیفہ بننے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طبیعت میں اگلی سی تندی اور تیزی باقی نہ رہی اور آپؓ ایک بے مثال خلیفہ ثابت ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے وصال کے وقت خلافت کے لئے ان چھ صحابہؓ کے نام تجویز کئے، ۱۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۲۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۳۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۴۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۵۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۶۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فرمایا کہ ان میں سے کسی کو خلیفہ بنالینا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ اولاً مشورے کے لئے تین آدمیوں کو منتخب کرلینا چاہئے چنانچہ حضرت زبیرؓ نے اپنی طرف سے حضرت علیؓ کو حضرت سعد بن وقاصؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو اور حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو منتخب کیا، حضرت عبدالرحمٰنؓ نے فرمایا میں امر خلافت اپنے لئے پسند نہیں کرتا، خلافت سے بری رہنے والا شخص ہی خلیفہ کا انتخاب کریگا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کا یہ فیصلہ سُن کر دونوں حضرات (حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ) خاموش رہے، پھر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ان دو صحابہؓ (حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ) علیحدہ علیحدہ وعدہ لیا کہ جس کو بھی خلیفہ مقرر کردیا جائے وہ بخوشی دوسرے کی اطاعت کرے اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان بن عفانؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں فیصلہ کیا اور وہی خلیفہ مقرر ہوئے، اور انہوں نے بھی خلافت کی ذمہ داری بحُسن وخوبی انجام دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہوجانے کے بعد مسلمانوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلفیہ بنانا چاہا تو انہوں نے صاف انکار کردیا لیکن جب لوگوں نے اصرار کیا تو آپؓ خلیفہ بننے پر آمادہ ہوگئے۔ ایک جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب لوگوں نے اصرار کیا تو میں نے خیال کیا کہ وہ دونوں خلیفہؓ جن سے میں نے نماز کے سبب بیعت کی تھی وصال فرماچکے اور جن کے لئے مجھ سے وعدہ لیا گیا تھا وہ بھی رخصت ہوگئے لہٰذا یہ

سوچ کر میں نے خلیفہ بننا منظور کر لیا اور بیعت لینی شروع کر دی۔

طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ" حضرت علی کی طرف دیکھنا بھی ایک قسم کی عبادت ہے۔ اس حدیث شریف سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقام و مرتبہ بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے۔ تینوں خلفاء کی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی خلافت کی ذمہ داری بحسن وخوبی انجام دی۔ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ ابن ملجم کے سخت وار سے رمضان کے مہینے میں مسجد کے اندر نماز فجر کے وقت سخت زخمی ہو گئے اور آپؓ کی شہادت کا وقت قریب آ گیا تو لوگوں نے پوچھا ہم آپ کے بعد حضرت امام حسن کو خلفیہ بنائیں تو آپؓ نے جواب دیا میں نہ تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں نہ اس سے روکتا ہوں یہ تمہارا اپنا معاملہ ہے۔ جس طرح چاہو طے کر لو۔ خلافتِ راشدہ (خلفاء راشدین) کا زمانہ جسے رسول اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ کے بعد سب سے اچھا زمانہ سمجھا جاتا ہے اسد اللہ الغالب مظہر العجائب والغرائب امام المشارق والمغارب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ختم ہو گیا۔

خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مختصر سے حالات اور مناقب یہاں پیش کئے جا رہے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلامی اخلاق کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے صحابہ کرامؓ میں حضرت عمر فاروقؓ کا مقام اور مرتبہ بہت ہی اونچا اور اعلیٰ ہے آپؓ کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ ہے کہ قرآن مجید آپؓ کی رائے کے موافق اکثر نازل ہوتا تھا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائیں موجود ہیں اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اگر کسی معاملہ میں لوگوں کی رائے دوسری اور حضرت عمرؓ کی رائے دوسری ہوتی، تو قرآن مجید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوتا۔ ابنِ ماجہ اور حاکم نے بہ روایت ابوذرؓ لکھا ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حق کو عمرؓ کی زبان پر وضع کر دیا ہے وہ ہمیشہ حق ہی بولتے ہیں۔ احمدؒ اور البزار نے ابو ہریرہؓ کی روایت سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (حضرت) عمرؓ کی زبان اور دل پر حق کو جاری فرما دیا۔ طبرانی نے ابن عباسؓ کی زبانی لکھا ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ حضرت عمرؓ سے سلام کے بعد فرما دیجئے کہ ان کا غضب عزیز و پسند ہے اور ان کی رضا کے مطابق ہی حکم ہوتا ہے۔ ابن منیعؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ہم تمام صحابہ رسول اللہ کو اس امر میں کچھ بھی شک نہیں ہے

کہ حضرت عمرؓ کے ارشاد پر ہم سب کے دل مطمئن ہو جاتے ہیں اور ہم سب کو دلی سکون میسر آتا ہے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ جھوٹ کو بھی پہچان لیتے تھے، حضرت امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جھوٹ کو پہچان لیا کرتے تھے اور یہ بات آپؓ کے لئے مخصوص تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں، ترمذی شریف کی حدیث ہے سرکارِ دو عالم حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب یعنی اگر میرے بعد نبی ہوتے تو عمر بن خطاب ہوتے (مشکوۃ شریف ص ۵۵۸) البزارؒ نے ابن عمر کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ عمرؓ اصحابِ جنت کے چشم و چراغ ہیں۔ ابن ماجہؒ اور حاکم نے ابی بن کعبؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص سے خداوند عزوجل سب سے اول مصافحہ فرمائے گا اور سلام بھیجے گا اور ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کریگا وہ عمرؓ ہیں۔ مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۴۲۶ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ عمرؓ مجھ سے ہیں اور میں عمرؓ سے ہوں اور عمرؓ جس جگہ بھی ہوتے ہیں حق ان کے ساتھ ہوتا ہے۔

جن وانس اور شیاطین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دور بھاگتے ہیں۔ ابن عساکرؒ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عمرؓ سے شیطان خوف کے باعث بھاگتا ہے۔ بخاریؒ اور مسلمؒ نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا اے عمرؓ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جس راستے سے تم گزرو گے اس راستے سے شیطان نہیں گذرے گا بلکہ وہ دوسرے راستے سے جائیگا۔ طبرانیؒ نے سدیسہؓ سے روایت کی ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت سے عمرؓ اسلام لائے ہیں تب سے جب کبھی ان کو شیطان ملا اور آمنا سامنا ہوا تو الٹے پاؤں بھاگا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میں بلاشبہ نگاہ نبوت سے دیکھ رہا ہوں کہ جن کے شیطان بھی اور انسان کے شیطان بھی دونوں میرے عمرؓ کے خوف سے بھاگتے ہیں۔ (مشکوۃ شریف ص ۵۵۸)

سادگی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سیرت کا ایک روشن پہلو تھا، آپؓ سادگی پر بہت زور دیتے تھے آپؓ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ کوئی شخص آپؓ کے لباس سے شناخت نہیں کرسکتا تھا کہ آپؓ ہی خلیفہ وقت اور امیر المومنین ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے آپؓ کے لباس میں بارہ پیوند شمار کئے، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے کرتے میں شانے کے قریب چار پیوند لگے دیکھے۔

خلیفہ مقرر ہونے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تجارت کر کے اپنا گزارہ کرتے تھے خلیفہ بننے کے بعد تجارت کر کے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنا مشکل ہو گیا، دن رات خلافت کے کام انجام دینے میں وقت نکل جاتا تھا، آپؓ نے صحابہؓ کو بلا کے مشورہ کیا، لوگوں نے مختلف مقداریں تجویز کیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا آپؓ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح اتنا روپیہ لے لیا کیجئے جو آپؓ کے روٹی کپڑے کے لئے کافی ہو مطلب متوسط طریقہ جو آپؓ کے گھر والوں کے لئے اور آپؓ کے لئے کافی ہو جائے وہی مقرر فرمالیں، حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی اس رائے کو پسند فرمایا اور قبول کرلیا اس طرح بیت المال سے متوسط مقدار آپؓ کے لئے مقرر ہوگئی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کے مشوروں سے ملک کا انتظام کرتے تھے یہ مجلسیں جن میں بڑے بڑے فیصلے ہوتے تھے مسجد نبوی میں ہوا کرتی تھیں اور ان میں بڑے بڑے صحابیؓ جو ملکی معاملات کی سمجھ بوجھ رکھتے تھے شریک ہوتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اکثر معاملات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتے تھے، جن جھگڑوں کا فیصلہ دوسرے لوگ نہیں کر سکتے تھے وہ عام طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوتے تھے، ایک بار کسی بات کو فیصلہ کرنے میں حضرت عمرؓ سے غلطی ہوئی حضرت علیؓ نے ٹوکا حضرت عمرؓ نے فوراً اپنی غلطی مان لی اور فرمایا لولا علی لهلك عمر یعنی علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا، علیؓ کی موجودگی نے عمرؓ کو ہلاکت سے بچالیا، ایران کی لڑائیوں میں نہاوند کی لڑائی بہت لڑائی تھی، ایرانی اپنی ساری فوج سمیٹ کے نہاوند میں جمع ہو گئے تھے، حضرت عمرؓ نے اس موقع پر چاہا کہ حضرت علیؓ مسلمانوں کی فوج کی کمان کریں، لیکن انہوں نے انکار کر دیا، ہاں لڑائی کے انتظام کے بارے میں مشورے ضرور دیتے اور حضرت عمرؓ نے انہیں مشوروں پر عمل کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی کے مشورے سے سن ہجری کا اجرا کرایا۔

اہل بیت سے ہمیشہ آپؓ کو بے حد محبت تھی، ابن عساکرؒ ابوالبختری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر بن الخطاب منبر پر خطبہ کے لئے تشریف لے گئے وہاں حضرت حُسینؓ ابن علیؓ بھی موجود تھے آپؓ کو منبر پر تشریف فرما دیکھ کر کہا کہ میرے بابا جان کے منبر سے اتریئے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیشک یہ آپؓ کے بابا جان (ﷺ) ہی کا منبر ہے، میرے باپ کا نہیں ہے، مگر یہ تو بتاؤ تمہیں کس نے یہ سکھایا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ سن کر کھڑے ہو گئے اور آپؓ نے فرمایا واللہ میں نے ان سے کچھ نہیں کہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ نے حضرت حسینؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا! اے نادان! تم سے یہ بات کس نے کہی تھی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علیؓ میرے بھتیجے کو نہ ڈانٹئے! واقعی یہ منبر ان کے بابا جان کا ہے

خلیفہ مقرر ہونے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تجارت کر کے اپنا گزارہ کرتے تھے خلیفہ بننے کے بعد تجارت کر کے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنا مشکل ہو گیا، دن رات خلافت کے کام انجام دینے میں وقت نکل جاتا تھا، آپؓ نے صحابہؓ کو بلا کے مشورہ کیا، لوگوں نے مختلف مقداریں تجویز کیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا آپؓ بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح اتنا روپیہ لے لیا کیجئے جو آپؓ کے روٹی کپڑے کے لئے کافی ہو مطلب متوسط طریقہ جو آپؓ کے گھر والوں کے لئے اور آپؓ کے لئے کافی ہو جائے وہی مقرر فرمالیں، حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کی اس رائے کو پسند فرمایا اور قبول کر لیا اس طرح بیت المال سے متوسط مقدار آپؓ کے لئے مقرر ہو گئی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ کے مشوروں سے ملک کا انتظام کرتے تھے یہ مجلسیں جن میں بڑے بڑے فیصلے ہوتے تھے مسجد نبوی میں ہوا کرتی تھیں اور ان میں بڑے بڑے صحابیؓ جو ملکی معاملات کی سمجھ بوجھ رکھتے تھے شریک ہوتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اکثر معاملات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتے تھے، جن جھگڑوں کا فیصلہ دوسرے لوگ نہیں کر سکتے تھے وہ عام طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوتے تھے، ایک بار کسی بات کو فیصلہ کرنے میں حضرت عمرؓ سے غلطی ہوئی حضرت علیؓ نے ٹوکا حضرت عمرؓ نے فوراً اپنی غلطی مان لی اور فرمایا لولا علی لھلک عمر یعنی علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا علیؓ کی موجودگی نے عمرؓ کو ہلاکت سے بچا لیا، ایران کی لڑائیوں میں نہاوند کی لڑائی بہت لڑائی تھی، ایرانی اپنی ساری فوج سمیٹ کے نہاوند میں جمع ہو گئے تھے، حضرت عمرؓ نے اس موقع پر چاہا کہ حضرت علیؓ مسلمانوں کی فوج کی کمان کریں، لیکن انہوں نے انکار کر دیا، ہاں لڑائی کے انتظام کے بارے میں مشورے ضرور دیتے اور حضرت عمرؓ نے انہیں مشوروں پر عمل کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی کے مشورے سے سن ہجری کا اجرا کرایا۔

اہل بیت سے ہمیشہ آپؓ کو بے حد محبت تھی، ابن عساکرؒ ابوالبختری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر بن الخطاب منبر پر خطبہ کے لئے تشریف لے گئے وہاں حضرت حُسینؓ ابن علیؓ بھی موجود تھے آپؓ کو منبر پر تشریف فرما دیکھ کر کہا کہ میرے بابا جان کے منبر سے اتریئے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیشک یہ آپؓ کے بابا جان (ﷺ) ہی کا منبر ہے، میرے باپ کا نہیں ہے، مگر یہ تو بتاؤ تمہیں کس نے یہ سکھایا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ سن کر کھڑے ہو گئے اور آپؓ نے فرمایا واللہ میں نے ان سے کچھ نہیں کہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ نے حضرت حسینؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا! اے نادان! تم سے یہ بات کس نے کہی تھی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علیؓ میرے بھتیجے کو نہ ڈانٹئے! واقعی یہ منبر ان کے بابا جان کا ہے

،انھوں نے سچ ہی کہا! (اس روایت کے تمام اسناد صحیح ہیں)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام رائے زمین پر مجھے عمرؓ سے زیادہ کوئی عزیز نہیں ہے (ابن عساکرؒ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک بار حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلا کر دریافت فرمایا کہ حضرت عمرؓ کیسے ہیں انہوں نے کہا آپؓ مجھ سے زیادہ حضرت عمرؓ کو جانتے ہیں پھر حضرت ابوبکرؓ نے ارشاد فرمایا کچھ تو بتلاؤ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے اور ہم لوگوں میں ان کا مثل کوئی نہیں،۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم صالحین کا ذکر کرو تو حضرت عمرؓ کو بھی فراموش نہ کرو کیونکہ کچھ بعید نہیں کہ ان کا قول الہام ہو اور فرشتے کی زبانی بیان کر رہے ہوں۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلایا جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں ان سے فرمایا کہ عمر کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں تو وہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں جتنا کہ آپؓ ان کے بارے میں خیال فرماتے ہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی، یا رب العالمین! مجھے اپنی راہ میں شہادت عطا فرما اور اپنے رسول ﷺ کے شہر میں مجھے موت نصیب فرما حضرت عمرؓ کی دعا قبول ہوئی حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے مجوسی غلام ابولولوہ نے فجر کی نماز کے وقت مسجد نبوی میں بحالت نماز آپؓ کے کندھے اور پہلو پر خنجر سے دو وار کیا جس سے آپؓ گر پڑے اس کے بعد اس نے اور نمازیوں پر حملہ کر کے تیرہ آدمیوں کو زخمی کر دیا جن میں سے بعد میں چھ افراد کا انتقال ہو گیا، اس وقت جبکہ وہ لوگوں کو زخمی کر رہا تھا ایک عراقی نے اس پر کپڑا ڈال دیا اور جب وہ اس کپڑے میں الجھ گیا تو اس نے اسی وقت خودکشی کر لی، چونکہ اب سورج نکلنا ہی چاہتا تھا اس لئے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دو مختصر سورتوں کے ساتھ نماز پڑھائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپؓ کے مکان پر لائے پہلے آپ کو نبیذ پلائی گئی جو زخموں کے راستے سے باہر نکل گئی، دودھ پلایا گیا مگر وہ بھی زخموں سے باہر نکل گیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ چھ صحابہ رضی اللہ عنہما کی (جس کا ذکر اوپر آچکا ہے) انتخابِ خلیفہ کے لئے ایک کمیٹی بنادی اور فرمایا کہ ان ہی میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کیا جائے۔ اس کے بعد آپؓ نے اپنے صاحبزادہ حضرت عبداللہ سے فرمایا جاؤ حضرت عائشہؓ سے کہو کہ عمرؓ اپنے دونوں دوستوں کے پاس دفن ہونے کی اجازت چاہتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور اپنے باپ کی

خواہش کو ظاہر کی۔ حضرت عائشہ نے فرمایا یہ جگہ میں نے اپنے لئے محفوظ کر رکھی تھی مگر میں آج اپنی ذات پر حضرت عمرؓ کو ترجیح دیتی ہوں۔ جب آپؓ کو یہ خبر ملی تو آپؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

۲۶ یا ۲۷ ذوالحجہ کو آپؓ زخمی ہوئے اور تین دن بعد یکم محرم الحرام ۲۳ھ کو دس برس چھ ماہ چار دن امور خلافت کو انجام دے کر ۶۳ سال کی عمر میں خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے شہادت پائی۔

طبرانیؒ نے سدسیہ سے روایت کی ہے کہ رسول اقدس حضور پُرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے جبرئیل کہتے تھے کہ اسلام عمرؓ کی موت پر روئے گا۔ (اسلام کو ان کی موت سے بہت نقصان پہنچے گا)

قرض

الحاج سید احمد حسینی القادری ادیب

قرض دنیا میں نہ کر دوست نصیحت سن لے
تجربہ ہے یہ میرا، ہے میری حجت سُن لے
زندگی بنتی ہے خوشحال مصیبت اس میں
رنج اس میں ہے، عذاب اس میں کدورت اس میں
باپ بیٹے کا کہاں اس میں بھلا ہوتا ہے
پُر غضب دشمن جانی سے سوا ہوتا ہے
غور کر غور کر دکھ درد کا بانی ہے یہ
بخدا قطع محبت کی نشانی ہے یہ
قرض سے دور رہو دور رہو دور ادیبؔ
لاکھ امیروں کا امیر ایک بے قرض غریب

پیش کش:

سید علی احمد قادری کلیم۔ یم۔ اے۔ یل۔ یل۔ بی

اسلام میں سود ذخیرہ اندوزی اور دھوکہ دہی کی ممانعت

از : - مولوی عبدالسبحان وگرور، ضلع کرنول، آندھرا پردیش۔
مدرس دارالعلوم لطیفیہ، حضرت مکان، ویلور۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ ہرگز مومن نہیں ہوسکتا جو خود پیٹ بھر کر کھائے اور اس کے پہلو میں اس کا پڑوسی بھوک سے کروٹیں بدل رہا ہو۔ معاشی عدم استحکام اور اجتماعی استحصال سود کی فطرت ہے۔

اس لئے اسلام سودی لین دین کا سخت مخالف ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے جو ایمان لانے کے باوجود اپنی منکرانہ روش سے باز نہیں آتے ان کے خلاف خدا اور رسول ؐ کی طرف سے جنگ کا اعلان ہے۔ قرآن شریف سود خور کو اس شخص سے تشبیہ دیتا ہے جو مخبوط الحواس ہو گیا ہو اسلامی حکومت میں سودی کاروبار ایک فرجداری جرم ہے۔

ابن عباسؓ، حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ اور ربیع ابن انسؒ کی رائے یہ ہے کہ جو شخص دارالاسلام میں سود کھائے تو اسے توبہ پر مجبور کیا جائے اور اگر باز نہ آئے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

دوسرے فقہاء کی رائے میں ایسے شخص کو قید کر دینا کافی ہے۔

جب تک وہ سود خوری چھوڑ دینے کا وعدہ نہ کرے اسے قید رکھا جائے۔

فرمان رسول ؐ ہے لوگ کبھی نجات سے محروم نہ ہوں اگر اپنی برائیوں کی تاویلیں کر کے اپنے نفس کو برائیوں پر مطمئن نہ کرتے رہیں۔

نفس برائیوں کی اور عقل ایجاد کی ماں ہے، یہ دونوں جب ایمان کی ڈگر سے ہٹ جائیں عیاری اور مکّاری پر اُتر آئیں تو بُرائی کو اچھائی میں بدلنے کے لئے شیطانی وحی کی روشنی میں سوروپ نکال لیتے ہیں۔

لیکن رحمٰن اہل ایمان کو آگاہ اور خبردار کرتا ہے کہ سود کی ہر شکل چاہے وہ ظاہر میں کتنی ہی بھلی اور اچھی نظر آتی ہو قطعاً حرام ہے۔

سود کو چھوڑ دو اگر واقعی تم ایمان لائے ہو۔

اور اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔ (سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۲۷۹)

دیانت :

شریعت میں پاس امانت اور احساس دیانت خصوصاً شعبۂ تجارت میں خاص اہمیت کے حامل ہیں۔ تجارت میں دیانت اللہ کے دوست ہونے کی قرآنی ضمانت ہے دیانت کی صفت میں خیر و برکت اور رحمت ہے۔ اس کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ بخوبی اس حدیث رسولؐ سے لگایا جاسکتا ہے۔

امانت دار کا اجر اور حشر مثل صدیق اور شہید ہے۔

خرید وفرخت باطل کی راہ پر نہیں چل سکتی چرب زبانی اور غلط بیانی سے کسی کو دھوکے میں نہیں ڈالا جاسکتا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ دغا باز کو پسند نہیں کرتا بلکہ خلوص سے کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

مال کی اصل حالت پر پردہ نہیں ڈالا جاسکتا جان بوجھ کر اصل بات کو چھپا کر اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالا جائے۔

قول رسولؐ ہے کہ جس شخص نے نقص یا عیب والی چیز بیچی اور خریدار کو آگاہ نہ کیا اس پر خدا کا غصہ بھڑکتا ہے اور فرشتے اس پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔

اسی طرح آپؐ نے مزید فرمایا کہ دھوکہ باز جنت میں نہیں جاسکتا۔ تجارت میں خیانت کا مؤثر عمل دخل ہوجائے تو معاشرہ میں فساد پھوٹ پڑتا ہے۔

ناپ تول والی چیزوں کی خرید وفروخت میں درستی اور راستی پر اسلام بے حد زور دیتا ہے۔

حکمِ الٰہی ہے: سورۃ التطفیف کم تولنے والوں کی بڑی تباہی ہے۔

صحیح ترازو سے تولو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو زمیں پر فساد پھیلاتے نہ پھرو۔

اس ذات کا خوف رکھو جس نے تمہیں اور گذشتہ نسلوں کو پیدا کیا۔ (سورۃ الشعراء آیات ۱۸۴تا۱۸۶)

اور جو خیانت کا مرتکب ہوا تو جس چیز کی خیانت کی ہے۔

روز قیامت خدا کے روبرو بعینہ وہی چیز اس کو لا کر حاضر کرنی ہوگی (سورۂ آل عمران آیت ۱۹۱)

باہمی رضامندی

اسلام میں تجارت کی غرض وغایت امداد باہمی ہے اور منافع، محنت خدمت اور وقت کا صلہ ہے نفع کی اصل باہمی رضا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے "باہمی رضامندی کے ساتھ تجارت کی راہ میں نفع حاصل کرو۔" (سورۃ النساء آیت نمبر۲۹)

مرضی اور خوشی کے بغیر لین دین پر مجبور کرنا منع ہے۔

جبر واکراہ کی پالیسی اختیار نہیں کی جاسکتی باہمی رضا میں ہی اللہ کی رضا ہے۔

مرضی کے خلاف کسی کو لین دین پر مجبور کرنے سے اللہ خفا ہوتا ہے۔

کیونکہ مجبوری کی حالت میں ناخوش گوار آوازیں پیدا ہونے کا خطرہ اور تلخ کلامی کی نوبت آنے کا اندیشہ لاحق رہتا ہے۔ جو ایمان اور اخلاق دونوں کے منافی ہے۔

اشیائے تجارت

تجارتی لین دین صرف ان اشیاء کا کیا جاتا ہے۔

جو شریعت کی جانب سے منظور شدہ اور تصدیق شدہ ہوں، ممنوعہ اور مشتبہ چیزوں کا استعمال جس طرح اپنی ذات کے لئے منع ہے اسی طرح دوسروں کو ان اشیاء کی فروخت کے ذریعہ استعمال کے موقع فراہم کرنا ممنوع ہے۔

حرام مال کی پیدائش اور افزائش سے لے کر ترسیل تک جتنے بھی افراد واسطہ اور ذریعہ بنتے ہیں۔

سب کے سب خدا کی نظر میں مجرم اور گنہگار رہیں۔ مثلاً شراب کا پینے والا بلانے لانے والا اور بنانے والا اور سب کا انجام بد ایک ہی ہے۔

ذخیرہ اندوزی

دولت کی زرخیزی کے لئے ذخیرہ اندوزی کرنا چیزوں کی رسد کو روک کر مصنوعی قلت پیدا کرنا تاکہ طلب اور قیمت خرید میں اضافہ ہونا منع ہے۔ بلکہ سخت گناہ ہے۔

جو تاجر قیمتیں چڑھانے کے لئے مال روک رکھے وہ ملعون ہے۔ جس نے چالیس دن غلہ اس نیت سے روک رکھا کہ قیمتیں چڑھ جائیں تو خدا کا اس سے اور اس کا خدا سے کوئی تعلق نہیں۔ چالیس دن غلہ روکنے کے بعد اگر آدمی اس غلہ کو خیرات بھی کردے تو معاف نہ کیا جائے گا۔ مندرجہ بالا اخلاقی ہدایتوں اور تجارتی اصولوں کو دل و ذہن کے پاس رکھتے ہوئے فرد اپنی دولت نفع یا آمدنی میں جس قدر اضافہ کرسکتا ہے اسلام کی طرف سے اجازت ہے اس طرح حاصل شدہ دولت اللہ کا فضل و نعمت اور عنایت ہے جو اس کے پاس بطور امانت ہے۔

حلال مال و دولت پر بھی اسلام فرد کے جملہ حقوق محفوظ قرار نہیں دیتا جائز دولت تعمیری پیداواری اور فلاحی مقاصد پر خرچ کرنے کے لئے ہے جمع کرنے کے لئے نہیں۔

ذخیرہ اندوزی کی طرح زراندوزی احتکار کی طرح ارتکازِ زر کو بھی اسلام قہر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے، ایسا نہ ہو کہ دولت تمہارے امیروں ہی (کے حلقے) میں گردش کرتی رہے۔ (سورۃ الحشر آیت نمبر ۷)

دردناک عذاب کی بدخبری دو ان کو جو سونے چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور انہیں راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی، پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔

یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا لو اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھوں۔

(سورۃ التوبہ، آیت نمبر ۳۵،۳۴)

اسلام میں اصول کی سختی سے مخالفت کرتا ہے کہ دولت آ تو جائے لیکن جب آئے تو جانہ سکے بلکہ اس بات کا حامی ہے کہ دولت آتی جاتی گردش کرتی اور راہ خدا پر چلتی پھرتی رہنی چاہیے، تا کہ غربت وافلاس اور معاشی بحران نہ ہو، دولت امدام باہمی کا ذریعہ ہے ان لوگوں کی مدد کی جائے جو فقیر یعنی اپاہج اور معذور ہوں اور مسکین یعنی خستہ اور شکستہ حال ہوں اسلام میں دولت کی سمت متقین ہے اور وہ ہے راہِ خدا۔ راہِ خدا کے لفظ کے معنی اور مفہوم میں نہایت وسعت اور گہرائی ہے تمام وہ نیکی کے کام جو اللہ کو پسند ہوتا ہے۔ اور اپنے بندوں سے مطلوب ہوں اس کے مفہوم میں شامل ہی کسی کی گردن غلامی سے چھیڑوانا کسی کے فرض کا بوجھ اتروانا حالت سفر میں کسی کی مالی مدد فرمانا غازیان اسلام کو دین کی حفاظت ونصرت اور اسلامی معاشرہ کی سالمیت اور بقاء کے پیش نظر جدید ضروری جنگی ساز وسامان کی خریداری اور فراہمی میں مالی تعاون کرنا ان شمع اسلام کے پروانوں کی مالی اعانت فرمانا جو دینی تعلیم کے حصول وتبلیغ اور نشر واشاعت میں ہمہ تن مصرف ہوں۔

یہ سب خدا کی مختلف سمتیں اور جہتیں ہیں وہ نیکی کے راستے ہیں جو سب جنت کی طرف جاتے ہیں۔

دولت کے معاملے میں اسراف اور بخل کی روش اختیار کرنے کی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں، معاش میں میانہ روی زندگی کا بہترین سنہری عمل ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے: اور فضول خرچ نہ کرو کیونکہ فضول خرچ کرنے والے (دولت کو بے جا اڑانے والے) شیطان کے بھائی ہیں۔ سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۷،۲۶)

اور اپنا ہاتھ نہ تو اتنا سکیڑ و کہ گویا گردن سے بندھا رہے اور نہ بالکل اس کو پھیلا ہی دو ایسا کرو گے تو تم ایسے بیٹھے رہ جاؤ گے کہ لوگ تم کو ملامت بھی کریں گے اور تم عاجز بن کر رہ جاؤ گے۔ (سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۹)

اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچ نہیں کرتے اور نہ بہت تنگی کرتے بلکہ ان کا خرچ افراط وتفریط کے درمیان بیچ راہ پر ہوتا ہے۔

اسلام اور دیگر معاشی نظام

اسلام کے مقابلے میں اس وقت دو معاشی نظاموں کا چلن ہے ایک سرمایہ داری دوسرا اشتراکیت دونوں معاشی شعبۂ زندگی میں خدا کی حکمت علیت اور بصیرت کے منکر ہیں۔

اسلام کا معاشی نظام اپنی ترکیب میں خاص اور منفرد ہے۔ یہ دونوں متذکرہ معاشی نظاموں سے اپنے مقاصد اور ذرائع میں جڑ سے لے کر شاخوں، پھلوں، پھولوں پتیوں حتّٰی کہ رنگ و بو تک میں بالکل مختلف اور جدا ہے۔ شریعت محمدیؐ وہ آواز جو ۶۱۰ء سے پہلے تاریخ انسانی کے کسی دور میں سنائی نہیں دیتی جس کے لئے یہ الزام لگایا جا سکے کہ اسلام نے فلاں دور کی آواز کو دہرایا ہے۔

سرمایہ داری اور اشتراکیت ۱۸ ویں صدی کی انتہا اور ۱۹ ویں صدی کی انسانی ذہن کی پیداوار ہیں۔

جب کہ اسلام چھٹی صدی کی آسمانی ہدایت ہے ایک موٹی سی بات ہے کہ ماضی حال سے نہیں سیکھ سکتا ہاں حال ماضی کا شاگرد ہو سکتا ہے۔ اس طرح اسلام صحت مند معاشی اصولوں کے میدان میں دنیا کا پیش رو ہے۔

سرمایہ داری اور اشتراکیت میں جو خوبیاں پائی جاتی ہیں وہ اسلام ہی کا چربہ ہیں۔ سرمایا داری کی خوبیاں مثلاً وسائل معاش میں ترقی پیداوار میں اضافہ صرف دولت انفرادی حق ملکیت اور شخص آزادی وغیرہ اسلام ہی کی آواز بازگشت ہیں۔

لیکن اس کی خامیاں مثلاً وسائل پیداوار کی کم سے کم تقسیم نفع میں زیادہ سے زیادہ اضافہ سرمایہ کا کثیر معاوضہ محنت کا حقیر صلہ لعنتِ سود صرف طاقتور کو جینے کا حق، ظلم واستحصال معاشی عدم استحکام دوسروں کے حقوق کی پامالی ٹیکس کی چوری، ذخیرہ اندوزی، زراندوزی وغیرہ کی برائیوں سے اسلام کا دامن پاک وصاف ہے۔

دولت انسان کے پاس خدا کی امانت ہے اسکی دولت میں خدا اور بندگانِ خدا کا حق بنتا ہے۔

وہ دولت میں یعنی وہ دولت محض امین ہے مالک نہیں مالک خدا ہے اور خدا کی مرضی منشا یہ ہے کہ دولت سماجی اور

معاشی انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے اور فلاحی معاشرہ کی تعمیر وتشکیل کرنے کے لئے وقف ہو نہ کہ ذاتی بے جا عیش و نشاط کی محفلیں سجانے کے لئے مال و دولت کا مرکز ومحور راہِ خدا ہے۔

جس پر وہ گردش کرتی رہے گی رک نہیں سکتی ایک آرام دہ اور خوش حال عائلی زندگی کے بعد جو کچھ فاضل اور زائد مال و دولت بچے اس کو راہِ خدا کے سمندر میں بہا دینا ہے۔ معاشرہ کے دامن کو معاشی خوشحالی کی کلیوں سے بھر دینے کے لئے اپنی بھری جھولی کو خالی کر لینے کے جذبۂ ایثار وقربانی کا نام ہی ایمان ہے۔ عبادالرحمٰن کے لئے اللہ کا فرمان قرآن میں اس طرح بیان ہوا ہے۔

وہ پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں کہہ دیجئے (العفو) یعنی جو اپنی ضرورت سے زیادہ ہو۔
(سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۱۹)

دولت جنت کی قیمت خرید ہے اس ہاتھ خدا کی قرضِ حسنہ دو اس ہاتھ اس سے دگنا اور جنت کی ضمانت کا پروانہ لو.

فرمانِ الٰہی ہے: اللہ نے مومن سے اُن کی جانیں اور ان کے اموال خرید لئے ہیں جن کے صلہ میں ان کے لئے جنت ہے۔ (سورۃ التوبہ آیت ۱۴)

دولت خرچ کرنے کے لئے لیکن اسراف کی راہ پر نہیں خدا کی راہ پر بخل کی راہ پر چل کر جمع کرنے کے لئے ہرگز نہیں ورثا میں تقسیم دولت بھی راہِ خدا کا ایک اہم پہلو ہے۔ (سورۃ الفرقان آیت نمبر ۲۷)

کسی وارث کو اس کے حق سے محروم کرنے سے اسلام نے سختی سے منع فرمایا ہے۔

رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا: ایک شخص ۹۰ برس راہ خدا کی عبادت کرتا ہے اور مرتے وقت ایک وصیت میں حق دار کی حق تلفی کر کے خود کو دوزخ کا مستحق بنالیتا ہے۔ مخلوقِ خدا کی حاجت روائی اور مالی پریشانی سے نجات دلانے کے لئے قرض دینا بھی راہ خدا کا ایک اہم رُخ ہے وقت مقررہ کے علاوہ قرض ادائیگی تاخیر میں یعنی تاخیر کی صورت میں مہلت اور آسانی اور مجبوری کی صورت میں معافی کی روش اختیار کرنا اللہ کو بیحد پسند ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے: اگر کوئی تنگ دست تمہارا مقروض ہو تو ہاتھ کھلنے تک اس کو مہلت دو اور معاف کر دو تو تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے اگر تم سمجھو۔ (سورۃ البقرہ، آیت ۲۸۰)

قرض کی عدم ادائیگی کی صورت میں قرض خواہ قرض دار کی عزت سے نہیں کھیل سکتا زبان اور بیان سے اس کی تذلیل وتحقیر نہیں کر سکتا اسلام کو یہ بات سخت ناپسند ہے کہ کسی کی مجبوری و بے بسی کو جانتے بوجھتے اس کی عزت کو ٹھیس

اوردل جو خدا کا گھر ہے اس پرضرب لگائی جائے قرض دار قرض کی ادائیگی کے لئے معینہ مدت پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس کی ضروریاتِ زندگی کا بنیادی مال واسباب اور آلات معاش فرق کئے جاسکتے ہیں۔ بلکہ قرض خواہ کو اسلامی معاشرہ مہلت دینے کے لئے مجبور کرسکتا ہے اور بعض حالات کی نوعیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے پورا قرض یا قرض کا کچھ حصہ معاف بھی قرض خواہ سے کرواسکتا ہے۔ اسی طرح اشتراکیت کی خوبیاں مثلاً وسائل معاش کی ترقی: پیداوار میں اضافہ، معاشرتی انصاف معاشی، استحکام تقسیم دولت محنت کی عظمت، سود کی ممانعت غیر ترقیاتی اخراجات کی حوصلہ شکنی یقیناً تعیّشانہ زندگی کی ممانعت پر فرد کی معاشی کفالت گردش دولت وغیرہ اسلامی تعلیمات ہی کا عکس ہے۔

لیکن اس کی خامیاں مثلاً شرف فرد کا انکار، ریاست کا فرد اور ملکیت پر جملہ حقوق محفوظ اظہار رائے پر پابندی، مستقل اخلاقی اقدار اور روحانی قوت کا انکار وغیرہ کی برائیوں کے داغ دھبوں سے اسلام کا آنچل بے داغ ہے۔

دونوں نظام افراط وتفریط کا شکار ہیں۔ انتہا پسندی دونوں کا خاصہ اور خلاصہ ہے۔ اسلام کا مرکزی تصور انسان اور اس کی روحانی، اخلاقی اور معاشی فلاح ہے۔ وہ معاشی ترقی کو امکانی حد تک بڑھانے کے ساتھ ساتھ معاشرتی ومعاشی عدل وانصاف اور روحانی اور اخلاقی ترقی کو اولین اہمیت دیتا ہے۔ اس طرح یہ انسانی فلاح و بہبود کا قابل یقین ضامن ہے۔

دور حاضر کے تقاضے اور مطالبے یہ ہیں۔ معاشی ترقی، تعارف باہمی، معاشرتی انصاف، دولت کی منصفانہ تقسیم اور روحانی قوت پر غیر مشکوک اور غیر متزلزل یقین اور انسان کا اس کے حضور اپنے اعمال کی جواب دہی کا احساس وغیرہ۔ اسلام دنیا کا واحد ضابطۂ حیات ہے جو دورِ حاضر کے معاشی مسائل ہیں اسلام کے معاشی نظام کو آزمانا وقت کی آواز ہے۔ حالات کا تقاضا ہے اور حقیقی معاشی خوشحالی کی ضمانت ہے۔

BISMILLAHIRRAHMANIRRAHIM

جنازہ

شیخ محبوب صاحب گنتکل

دنیا میں بے شمار انسان بستے ہیں اور سب کسی نہ کسی معاملے میں اختلاف رکھتے ہیں، مثلاً رنگ میں، صحت میں، سیرت میں، مذہب میں، مسلک میں، عقیدے میں اور عمل میں مگر موت ایسی تلخ حقیقت ہے کہ اس پر تمام انسان متفق نظر آتے ہیں۔ اور جب انسان مرجاتا ہے تو اسکے جنازے کی تیاری کی جاتی ہے۔ جنازوں میں اہل بصیرت کے لئے عبرت ہے۔ اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ لوگ ہمیشہ دوسروں کے جنازے دیکھتے رہیں گے۔ یہ خیال نہیں کرتے کہ خود انہیں بھی جنازے کی صورت لوگوں کے کندھوں پر جانا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

کیا بھروسا ہے زندگی کا
آدمی بلبلہ ہے پانی کا

آج جی رہے ہیں کپڑے بدل بدل کر
ایک دن لے جائینگے کندھا بدل بدل کر

جب یہ خیال بھی آتا ہے تو یہ سوچتے ہیں کہ انہیں مرنا نہیں ہے۔ یا مرنا ہے تو اتنی جلدی مرنا نہیں ہے۔ یہ باطل سوچ ہے۔ اس لئے جب بھی کوئی جنازہ دیکھے تو اسے یہ سوچنا چاہئے گویا وہ خود اس جنازے میں ہے۔ اور اگر آج نہیں ہے تو بہت جلد اس جگہ میں آنے والا ہے۔ یا تو آج ہی یا کل اور کل نہیں تو پرسوں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے ''جاؤ ہم تمہارے پیچھے آرہے ہیں''۔

آج ہمارے دل گناہوں کے کثرت سے سخت ہو گئے ہیں۔اس لئے جنازے میں شریک اکثر لوگ ہنستے، بولتے اور کھیلتے نظر آتے ہیں۔اگر مردے کے بارے میں کوئی گفتگو کرتے ہیں اسکی برائی کرتے ہیں۔حالانکہ یہ سخت منع ہے۔ سرورکائنات حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔مردوں کو برامت کہو کہ وہ اپنے کئے کو پہنچ چکے ہیں۔ (نسائی)

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا ''جب تمہارا ساتھی مرجائے تو اسے معاف رکھو۔اس پر طعن نہ کرو۔''(ابوداؤد)

میت کے متعلق اچھا گمان رکھو خواہ وہ فاسق ہی کیوں نہ رہا ہو۔کیوں کہ خاتمہ خطرناک ہے۔اس کی حقیقت معلوم نہیں۔اس ضمن میں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''احیاء العلوم'' میں ایک واقعہ نقل فرمایا ہے۔

''بصرہ میں ایک شرابی اور گناہ گار کا انتقال ہوا۔اسکی بیوی کو کوئی ایسا شخص نہیں مل سکا جو جنازہ اٹھانے میں اسکی مدد کر سکتا۔مجبوراً اس عورت نے بوجھ ڈھونے والے بلائے اور انکی مدد سے جنازہ لے گئے۔کسی شخص نے نماز پڑھی اور کرائے کے مزدور اسے دفن کے لئے جنگل میں لے گئے۔اس جنگل میں پہاڑ پر ایک بزرگ رہا کرتے تھے۔وہ بزرگ پہاڑ سے نیچے اتر کر آئے اس پر نماز پڑھنے کا ارادہ کیا۔جب یہ خبر گاؤں والوں کو پہنچی کہ فلاں بزرگ پہاڑ سے اتر کر جنازے کی نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو لوگ جوق در جوق وہاں پہنچے اور بزرگ کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی۔لوگوں کو اس واقعہ پر بڑی حیرت ہوئی۔انہوں نے پوچھا کہ وہ کس خیال سے نیچے تشریف لائے، بزرگ نے جواب دیا کہ مجھ سے خواب میں کہا گیا کہ فلاں جگہ جاؤ وہاں تمہیں ایک جنازہ ملے گا جسکے ساتھ اسکے بیوی کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔اس پر نماز پڑھو، اسلئے کہ اسکی مغفرت کر دی گئی ہے۔لوگوں کو یہ سن کر بڑا تعجب ہوا، بیوی نے بتایا کہ وہ تمام دن شراب کے نشے میں رہتا تھا، بزرگ نے پوچھا، کیا تم سوچ کر بتا سکتی ہو کہ وہ کبھی نیک عمل بھی کر لیا کرتا تھا۔بیوی نے کہا ''ہاں'' اس میں تین باتیں تھیں۔ایک تو یہ کہ جس دن وہ شراب کے نشے میں نہیں ہوتا تھا صبح کے وقت کپڑے بدلتا تھا وضو کر کے باجماعت نماز ادا کرتا تھا۔دوسری بات یہ کہ اس کے گھر میں ایک دو یتیم بچے ہر وقت موجود رہتے تھے۔جن پر اپنی اولاد سے زیادہ شفقت کرتا تھا اور ہر وقت انکے بارے میں پوچھتا رہتا تھا تیسری یہ کہ وہ رات کی تاریکی میں رو رو کر کہا کرتا تھا۔ ''اے اللہ تو اس خبیث (مجھ سے) دوزخ کا کا نسا گوشہ بھرنا چاہتا ہے۔

جنازہ لے جانے کے فضائل:-

ایمان والوں کے جنازے میں شرکت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم سنت ہے۔اس پر بے پناہ اجر کی بشارت رحمت عالم ﷺ نے عطا فرمائی ہے۔چنانچہ رحمت عالم ﷺ کا ارشاد ہے۔'' جو چالیس قدم جنازہ لے چلے اسکے

چالیس کبیرہ گناہ مٹادئے جائیں گے۔(بہارشریعت)

حضرت داؤدعلیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے اللہ جس نے تیری رضا کے لئے جنازے میں شرکت کی اسکا اجر کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس دن وہ مریگا تو فرشتے اسکے جنازے کے ساتھ چلیں گے، اور میں اسکی مغفرت کروں گا۔(شرح الصدور)

جنازہ لے جانے کے آداب

سُنّت یہ ہے کہ پہلے سرہانے کا داہنا اپنے شانے پرلے پھر پائنتی داہنا پھر سرہانے کا بایاں پھر پائنتی کا بایاں اور کم ازکم ہر بار دس دس قدم چلے۔ اکثر لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ یوں لیا اور یوں دیا دو چار قدم بھی مشکل سے چلے جاتے ہیں حالاں کہ ادب یہ ہے کہ دس قدم کم ازکم ہونا چاہیئے اسی طرح حسبِ استطاعت بار بار کوشش کرنا چاہیئے کہ جنازہ لے چلنا عبادت ہے اور عبادت میں کوتاہی اور غفلت نہ کرنا چاہیئے۔

ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے جنازہ کے ساتھ چلنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوڑنے سے کمتر چال ہو۔

سرورِ دو جہاں حضرت محمد ﷺ نے لوگوں کو ایک جنازہ بہت جلدی جلدی لے جاتے دیکھا۔آپ ﷺ نے فرمایا اطمینان کو لازم پکڑو۔(ابن ماجہ)

اس لئے جنازے کے ساتھ جانے والوں کو چاہیئے کہ نہ بت آہستہ چلیں نہ دوڑیں بلکہ معمول سے کچھ تیز چلیں اور افضل یہ ہے کہ جنازے کے پیچھے چلیں۔ دائیں بائیں نہ چلیں اور اگرکسی وجہ سے آگے چلنا ہو تو اتنا دور ہوکر چلیں کہ ساتھیوں میں شمار نہ کیا جائے (بہارشریعت)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں پرعمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین بجاہ سید المرسلین

وللہ المشرق والمغرب فاینما تولو فثم وجہ اللہ ۵

اور اللہ کے لئے مشرق اور مغرب پھر جدھر پھرو گے اُدھر ذات اللہ کی ہے

(قرآن مجید)

علم و عرفان کی باتیں

خواجہ محمد بیابانی چشتی القادری نورؔ صدر مدرسۂ فیض العلوم، خانقاہ نور۔اننت پور (آندھرا)

حضرت خواجہ غریب نواز چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز کی مع منظوم اردو ترجمہ ایک اور عارفانہ غزل بھی برادرانِ طریقت کی خدمت میں پیش کی گئی ہے بغور ملاحظہ فرمائیں۔

توئی کہ جز تو ترا خود حجاب دیگر نیست — بغیر نور رُخت رانقاب دیگر نیست
تو ہے کہ تیرے سوا دوسرا حجاب نہیں — سوائے نور کے تیرا کوئی نقاب نہیں

توئی معرّفِ خود لاجرم بدیہی گشت — کہ در تصورِ تو اکتساب دیگر نیست
فقط تو ہی ہے کہ واقف ہے ذات سے اپنی — تیرے خیال میں غیروں کا اکتساب نہیں

رموزِ عشق زِلوحِ قلم مطالعہ کن — کہ حلِ نکتۂ عشق از کتاب دیگر نیست
رموزِ عشق کو پڑھ دل کی لوح پر اپنے — کہ اس کے نکتہ کے حل کی کوئی کتاب نہیں

شہودِ حق طلبی از وجود خود بگذر　　　که جُز وجودِ تو اُو را حجاب دیگر نیست

گذر وجود سے اپنے جو ہو خدا طلبی　　　سوا وجود کے تیرے کوئی حجاب نہیں

زِقصرِ تن بگذر درلباب جان بنگر　　　دراں لباب عجب گر کتاب دیگر نیست

گذر کے جلد بدن سے تو مغز جاں کو دیکھ　　　کہ لوحِ جاں کے علاوہ کوئی کتاب نہیں

بمُرد زاہد مادر خمارِ خمرِ بہشت　　　گماں بروکہ جز آںِ سے شراب دیگر نیست

خمارِ بادۂ جنت میں مرگیا زاہد　　　گماں اسے تھا کہ اس کے سوا شراب نہیں

جو محوِ تست معینؔ نام اوچہ می پرسی

جب اس میں محو ہے تو اے معینؔ نام نہ پوچھ

کہ جُز خموشی اش اکنوں جواب دیگر نیست

سوا سکوت کے اِس دم کوئی جواب نہیں

برارادانِ طریقت کی خدمت میں یہ دونوں عارفانہ غزلیں مع اردو ترجمہ کے اس لئے پیش کی گئی ہیں کہ ذرا اندازہ لگائیں کہ اولیاء اللہ نے نظم ونثر میں کیسے کیسے خزانے علم وعرفان کے ظاہر فرمائے ہیں۔ معرفت حق اور رموز عشق کی حقیقت کو کس قدر پُر لطف انداز میں ان اشعار میں ارشاد فرمادیا ہے غور فرمائیں۔ اسی لئے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

خدا کے دین کی حقانیت　کے دونوں شاہد ہیں　　　معین الدین اجمیری محی الدین جیلانی

مزید براں حضور غوثِ اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ نے سالکین طریقت ومعرفت کیلئے ''رسالۂ غوث اعظم '' بھی تصنیف فرمایا ہے　جس میں اسرار ورموز علم وعرفان کے بیش بہا موتی بکھیرے۔ خوش نصیب ہیں وہ طالبان حق جو ان کو سمجھیں اور غور کرکے حقیقت کی راہ پر گامزن ہوجائیں اور قرب حق اور وصل حق کی نعمت بھی پالیں۔ چونکہ اس رسالے میں اللہ تعالیٰ کے الہامات کا تذکرہ ہے بعض عارفین نے اس کو '' الہامات غوثیہ '' سے بھی موسوم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور غوث اعظم کو ہر الہام میں '' یاغوث اعظم '' کے خطاب سے مخاطب کیا ہے جس کا مطلب ہے بہت بڑے فریادرس۔

غوث اعظم بمن بے سروساماں مددے　　　قبلہ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

اس رسالہ کی بہترین شرح حضرت سیدنا خواجہ بندہ نواز گیسودراز قدس سرہٗ نے فارسی زبان میں کی ہے۔ نمونتاً

برادرانِ طریقت کے لئے ایک الہام کی تشریح یہاں بیان کی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

قَالَ یَا غَوُثَ الْاَعْظَم اَلْاِنُسَانُ سِرِّیُ وَاَنَا سِرُّہ، لَوُعَلِمَ (عَرِفَ) الْاِنُسانُ منزلته عندی لقال فی کل نفس من الانفاس لمن الملك الیوم الالی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے غوث اعظم انسان میرا بھید ہے اور میں انسان کا بھید ہوں۔ اگر انسان جان لے کہ اس کا مرتبہ میرے نزدیک کیا ہے تو ہر سانس میں کہے کہ آج کے دن ساری بادشاہت سوا میرے کسی اور کو سزاوار نہیں۔

شرح:۔ اگر انسان اپنا مرتبہ پہچاننے کے میرے نزدیک وہ کتنا بلند مرتبہ رکھتا ہے تو یقیناً دم بدم اور ہر سانس میں کہے کہ بادشاہی میرے لئے ہے۔ آج بلکہ ہر روز میری ہی لئے بادشاہت ہے۔ جب منصور مغفور علیہ الرحمہ نے دیکھا کہ ساری دنیا اس کو سجدہ کر رہی ہے اور وہ مسجود ہے راز کے تخت پر ہے بموجب آیت پاک فی مقصد صدق عند علیک مقتدر ء یکون مع اللہ کھوفی الازل۔ ''سارا اقتدار رکھنے والے مالک کے سچی بیٹھک میں ہے تو اللہ کے ساتھ ایسا ہو جاتا ہے جیسا ازل میں تھا''

میں اس کا غیر نہیں ہوں کیونکہ فلا یکون مع اللہ غیر اللہ ''اللہ کے ساتھ غیر اللہ نہیں رہتا'' اپنے آپ کو غیر نہیں پاتا تو یقیناً انا الحق میں خدا ہوں کہہ پڑتا ہے۔ اس جگہ کہنے والا وہی حق تعالیٰ ہے جیسے کہ درخت سے انی انا اللہ (کہلوایا) کہ میں ہی خدا ہوں۔ اسی طرح منصور علیہ الرحمہ نے بھی انا الحق کہا اور بایزید بسطامی علیہ الرحمہ نے بھی سبحانی ما اعظم شانی کہا۔ جب فنا ہونے والی چیز قائم رہنے والے سے مل جائے تو اس کا اثر باقی نہیں رہتا وہ غیر خدا کو نہیں دیکھتے۔ اے دوست جس جگہ خدا کا ظہور ہو مجبوراً یہ کہنا پڑتا ہے جاء الحق وزھق الباطل حق ظاہر ہو گیا اور باطل چھپ گیا۔ یہاں چند اشعار بھی تحریر فرمائے ہیں ملاحظہ فرمائیے۔

من رفتہ ام زخویش برونِ درون نہ ام ازمن مرا طلب مکن من کنوں نہ ام
ہو گیا اپنے سے باہر میں نہیں ہوں میں نہیں مجھ سے مجھکو مانگ مت اب میں نہیں ہوں میں نہیں
با دوست چوں یکے شدہ ام چیست ہجر و وصل من مغز واستخوان و دگر پوست وخوں نہ ام
دوست سے جب مل گیا تو وصل و فرقت پھر کہاں مغز ہوں میں اور نہ ہڈی گوشت اور خوں میں نہیں

حضرت سید شاہ کمال اللہ علیہ الرحمہ نے اس جگہ کیا عمدہ شعر کہا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

دیدار مطلق ہے یہی سرانا الحق ہے یہی گفتار اصدق ہے یہی میں نیں ہوں حق موجود ہے

آگے تشریح فرماتے ہیں کہ جانتے ہو انسان خدا کی بنیاد ہے "الانسان بنیان الرب" جب اس بیج سے جس کو انسان کہتے ہیں صمدیت کا درخت اگتا ہے تو پتہ پتہ ڈالی ڈالی بجز انا الحق اور سبحانی کے اور کچھ نہیں کہتی۔ ہر ذرہ انسان کا آئینہ ہے۔ جب ہر ذرہ میں انسان خود کو دیکھتا ہے اور اپنی روح میں اس (خدا) کو تو انا لا غیری "میں ہوں میرے سوا کوئی نہیں ہے" یہیں سے کہتا ہے۔ لیکن انسان جو مرتبہ خود رکھتا ہے خود ہی نہیں جانتا نہ پہنچانتا ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ لوعرف الانسان الخ اس میں شرط مستقبل مجہول ہے۔ یعنی ہر کوئی خدا کو جانتا ہے مگر پہچانتا نہیں۔ اسی طرح خود کو بھی پہچانتا نہیں۔ جان کو یہ بھی خبر نہیں کہ میں کیا ہوں نہ جسم کو معلوم ہے کہ میں کون ہوں جس کسی نے کہا ہے خوب کہا ہے۔

نہ جاں را خود خبر از جاں کہ جاں چیست　　نہ تن را از تن آگاہی کہ تن کیست

نہ من کی کچھ خبر من کو کہ من کیا ہے؟　　نہ تن کی کچھ خبر تن کو کہ تن کیا ہے؟

بندہ بندہ ہے اور مالک مالک ہے کیا ہوا اگر اس کا ہمرنگ ہو گیا۔ اس کے رنگ تو ان گنت ہیں اور اس کے رنگ کو لینے والے بھی ان گنت طریق الوصول لا ینقطع ابدا۔ پہنچنے کا طریقہ تو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ اس کے معنی ہوئے کہ عاشق کبھی عین معشوق ہو جاتا ہے کبھی نہ یہ ہوتا نہ بالکل وہ یہ اس کا سایہ ہے۔ سایہ اصل شخص کا کیسے ہو سکتا ہے۔

بو العجب کاریست و بس طرفہ رہیست　　ایں چوں عین آں بود آں کئے شود

عجیب کام ہے یہ اور راہ نادر ہے　　کہ یہ جو عین وہی ہے تو وہ سجن کیا ہے

"اللہ کے اخلاق پیدا کرو تخلقوا باخلاق اللہ اسی لئے کہا گیا ہے۔ نہ اخلاق حاصل کرنے والے میں بس کہنے کی ہمت ہے نہ اخلاق الٰہیہ کی کوئی انتہا۔ ہر تخلق پر جان دی جانی چاہیئے تا کہ تو سب کچھ وہی ہو جائے اور تو ہر کام اسی سے کرے اور تجھ میں وہی وہ سمو جائے۔"

حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہٗ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ

"شریعت و طریقت دو متضاد صورتیں نہیں بلکہ شریعت پہلا امتحان ہے جس کے احکام پر تعمیل کرتے ہوئے طریقت کے امتحان دئے جا سکتے ہیں۔ لہٰذا خوب جان لیں کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے۔ لوگوں کو چاہئے کہ احکام شریعت کی پوری پابندی سے تعمیل کریں تا کہ راہ طریقت جلد طے ہو جائے۔"

معلومات صوفیائے کرام سے متعلق ایک جگہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام حنبل رضی اللہ عنہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضرت شیبان راعی صوفی علیہ الرحمہ سے ایک شرعی مسئلہ دریافت کیا وہ یہ کہ اگر کسی کی ایک وقت کی نماز

فوت ہو جائے اور اسے یاد نہ رہے کہ کس وقت کی نماز فوت ہوئی تھی تو اس حالت میں نمازی کو کیا کرنا چاہئے؟ انہوں نے فوراً جواب دیا کہ ایسے غافل شخص کو چاہئے کہ پانچوں وقت کی نماز بالترتیب پڑھے۔ یہ جواب سنکر حضرت امام حنبل رضی اللہ عنہ بالکل خاموش ہو گئے اور حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے خوشی کے عالم میں بیتاب ہو کر کہا جب صوفیاء میں سے شیباں راعی علیہ الرحمہ جیسے غیر عالم کا یہ حال ہے تو ان کے شیوخ و خواجگان کا کیا حال ہوگا۔ لہٰذا فرماتے ہیں کہ ''ادب و فلسفہ اور قرآن و حدیث پڑھنے کے بعد علم تصوف پڑھ کر صوفی بنا جاتا ہے اور جو لوگ احکام شریعت پڑھے بغیر ہندو ویدانت و تصوف کا اظہار کر کے صوفی کہلانا چاہتے ہیں یہ باطل پرست ہیں اور علم تصوف سے کوئی سروکار نہیں رکھتے (از تذکرۂ بندہ نواز علیہ الرحمہ)

حضرت خواجہ بندہ نواز قدس اللہ سرہٗ کے تذکروں میں منقول ہے کہ حضرت نے لاہور پہنچ کر حضرت داتا گنج بخش رضی اللہ عنہ کی درگاہ میں اکیس دن تک قیام فرمایا۔ اکثر بزرگانِ دین کے مزاروں پر فاتحہ پڑھی اور خاص کر داتا گنج بخش قدس سرہ سے فیوض روحانی حاصل کئے اور وہاں سے پاک پٹن آ کر حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ کے مزار پر چالیس دن حاضر رہے اس چلّہ میں بابا صاحب علیہ الرحمہ سے خوب خوب فیضان حاصل کیا۔ پھر بحصول اجازت ملتان گئے جہاں اولیائے کرام شیخ ابوالفتح ملتانی شیخ صدرالدین عارف، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی وغیرہ اولیائے کرام رحمہم اللہ کی زیارت کی اور مزاروں پر جا کر فاتحہ پڑھی ہے۔ (تذکرۂ بندہ نواز)

اس سلسلہ میں ایک مستند معتبر اور مشہور کتاب ''تصریح الاوثق ترجمہ شرح البرزخ'' جس کو حضرت شمس العلماء بدر الفضلا مولانا مولوی مفتی قاضی سید شاہ محمد عبد غفار صاحب قادری حنفی علیہ الرحمہ جو اعلیٰ مدرس مدرسہ عربیہ بنگلور تھے۔ ان کی تالیف ہے۔ اس کتاب میں حضرت والا نے اہل سنت والجماعت کے لئے بڑی تحقیق کے ساتھ قرآن و احادیث کی روشنی میں بہت عمدہ مسائل تحریر فرمائے ہیں اس میں سے چند مسائل اور حکایات وغیرہ بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ یہ کتاب بہت پرانی ہے جو ایک سو بیس سال پہلے بنگلور سے شائع ہوئی تھی جس کی تقریضات ہندوستان اور باہر ممالک کے جید علماء کرام نے تحریر فرمائے ہیں۔ مولنا اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ ''بیہقی نے سنن کبریٰ میں اور طبرانی نے معجم اوسط میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طلب کرو تمہاری حاجتوں کو میری امت کے اصحاب رحمت سے یعنی اولیاء و بزرگانِ دین سے جو ان کے دل نرم ہیں خوف الٰہی سے اگر تم ان سے استمداد و اعانت چاہو گے رزق دئے جاؤ گے اور سیرابی حاصل کرو گے یعنی تمہارے دلی مطالب حاصل ہوں گے اور مقاصد کلی سے فائز

المرام ہر جائینگے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا میری رحمت میرے خاص بندوں میں دائر ہے جو اصحاب رحمت ہیں۔ اور رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اِذَا تَحَیَّرْتُمْ فِی الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِیْنُوْا بِاَهْلِ الْقُبُوْرِ ۔ جب کوئی ایک امور میں تم کو ضرورت در پیش ہو تو استمداد اور اعانت چاہو تو اہل قبور سے یعنی استعانت چاہو تم قبروں سے اولیاء کرام اور بزرگان عظام کے خواہ نزدیک قبور کے ہوں اور غائبانہ۔ نقادانِ حدیث نے اس حدیث شریف کی توثیق کی ہے جیسا کہ ملاعلی قاری شارح مشکوٰۃ نے شرح عین العلم میں اور دیگر علماء نے اپنے کتب میں۔ اس باب میں بہت سے احادیث شریفہ وارد ہیں مشتے بخر دارا سی پر اکتفا کیا گیا۔ اور قلائد الجواھر میں ہے۔ کہ رسولِ خدا ﷺ اور تمام انبیاء و مرسلین اور صحابہ و تابعین و اولیاء اور صلحاء قبور میں حالت حیات کے مانند زندہ ہیں۔ اُن کے اجسام لطیفہ کو خاک مس نہیں کرتی۔ نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں تلاوت قرآن شریف کرتے ہیں تمام امور دین و دنیا کے انہیں پر مفوض ہیں اور متوسلین کی اداء حاجات کرتے ہیں۔ علامہ ابن حجر ہیتمی علیہ الرحمہ نے خیرات الحسان میں فرمایا ہے کہ ہزار ہا اولیاء و علماء و صلحاء قدوۃ المجتھدین حضرت امام ابوحنیفۃ النعمان رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک سے توسل کرتے ہیں اور ان سے ادائے حاجات چاہتے ہیں تو وہ فائز المرام ہوتے ہیں جیسا کہ ہمارے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک تریاق مجرب ہے واسطے اجابت دعا اور دفع ہر بلا و حصول ہر مقصد کے کیونکہ جب مجھ کو ضرورت ہوتی ہے ان کے قبر کے پاس جاتا ہوں اور قبر کے متصل دوگانۂ استخارہ گذار کے ان سے استمداد اور استعانت چاہتا ہوں تو میرے سب حاجات ادا ہو جاتے ہیں۔

آگے امام شافعی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قبر امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی تریاق مجرب ہے واسطے اجابت دعا کے اور ایک ولی نے فرمایا کہ چار اولیاء کرام کو مشائخ سے دیکھا میں کہ حالت حیات کے مانند اپنے قبور میں تصرف کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر۔ پہلے حضرت محبوب سبحانی سید محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہیں۔ دوسرے شیخ معروف کرخی رضی اللہ عنہ ہیں جو حنفی المذہب اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بیک واسطہ شاگرد ہیں اور تیسرے شیخ عقیل منبجی رضی اللہ عنہ چوتھے حیات بن قیاس رضی اللہ عنہ یہ دونوں حضرات قطب الاقطاب حضرت محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے ہیں (ماخوذ از کتاب تصریح الاوثق ترجمۂ شرح البرزخ)

اسی کتاب میں سے چند ایک حکایات بھی یہاں پیش کر دینا مناسب سمجھتا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

حکایت: قاضی ابوبکر بن عبد الباقی نے رسالۂ مشیخ میں فرمایا ہے کہ سلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں حماد مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا

کہ میں رات کو قبرستانِ مکہ کے طرف نکلا اور ایک قبر کے سرہانے اپنا سر رکھ کے سو گیا پس اہل قبور کو میں نے دیکھا کہ حلقہ حلقہ بنائے بیٹھے ہیں۔ میں نے کہا کیا قیامت قائم ہوگئی۔ انہوں نے جواب دیا نہیں ولیکن ایک شخص قبرستان میں آ کر سورۂ فاتحہ اور تین قل ھواللہ پڑھ کر اس کا ثواب ہم پر بخشا سو ہم سال بھر میں سے اس کی تقسیم کر رہے ہیں۔

حکایت: حضرت نظام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کرامات الاولیاء میں فرمایا ہے کہ بشر حافی رضی اللہ عنہ جو مرشد ہیں امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ کے کہتے ہیں میں نے ایک بار قبرستان کو زیارت قبور کے لئے گیا بچشم خود دیکھا کہ اہل مقابر حلقہ حلقہ بنائے بیٹھے ہیں اور آپس میں کوئی چیز تقسیم کر رہے ہیں میں نے پوچھا کیا سبب تم آپس میں تنازع کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ایک ہفتہ ہوا کہ ایک شخص قبرستان میں آ کر ایک بار سورۂ فاتحہ اور تین بار قل ھواللہ پڑھ کر ہم پر بخشا سو ہم ایک ہفتہ سے اس کو تقسیم کر رہے ہیں۔

حکایت: زھرۃ الریاض اور معارج النبوۃ میں ہے کہ ایک بوڑھی عورت حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر عرض کی کہ حضرت میری جوان لڑکی انتقال کی ہے وہ خواب میں نظر نہیں آتی آپ کوئی ترکیب بتلایئے کہ اس کو خواب میں دیکھوں۔ حضرت امام نے فرمایا تو سونے سے پہلے باوضو چار رکعت استخارہ نفل کی نیت سے نماز پڑھ اور درود شریف پڑھتے ہوئے پاک بستر پر سوجا۔ وہ بوڑھی عورت اسی طور سے نماز استخارہ الاموات ادا کی۔ اسی شب خواب میں لڑکی کو دیکھی جو عذاب دوزخ میں مبتلا ہے اس کے کل جسم کو آگ لگی ہے۔ اس بوڑھی عورت نے یہ سارا حال پُر ملال حضرت امام سے عرض کی۔ حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چند روز کے بعد خواب میں دیکھا کہ وہاں ایک خوبصورت لڑکی کو ملاحظہ کیا جو اس کے سر پر تاج نوری اور بدن پر خلعت جنت ہے اور حورانِ جنت اس کو گھوارے میں جھلا رہے ہیں۔ اس لڑکی نے کہا اے امام کیا مجھ کو پہچانا میں اس بڑھیا کی لڑکی ہوں جس کو آپ طریقۂ استخارہ الاموات کا بتلایا تھا۔ میں نے کہا ہاں تجھ کو پہچانا۔ تیری ماں نے تجھکو دوزخ میں جلتی ہوئی دیکھی تھی اب برعکس اس کے جنت میں ہے۔ اس کا کیا سبب ہے۔ اس نے کہا بے شک میری ماں نے مجھ کو دوزخ میں دیکھی تھی اس کے بعد ایک شخص ہمارے قبرستان کو آیا اور فاتحہ اور درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب تمام مُردگوں کو بخشا۔ پس اس قبرستان میں میرے مانند ساڑھے پانچ سو آدمی عذاب میں مبتلا تھے سب کو رستگاری اور جنت میں داخلہ نصیب ہوا۔ حضرت امام بصری رضی اللہ عنہ خواب سے بیدار ہو کر تاکید کیا کہ اس حکایت کو کتب میں نقل کرنا اور فرمایا کہ جب قبرستان میں زیارت قبور کے لئے جاویں تو ضرور درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب تمام مُردوں کو بخشیں۔

حضرت مولٰنا بحر العلوم عبدالقدیر صدیقی حسرتؔ قدس سرہٗ نے کیا خوب فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ایصالِ ثواب راحت روحانی ہے گر حج و زکوٰۃ و صوم و قربانی ہے
ثابت ہے احادیث سے ایصال ثواب تجھ پر نہ درود و فاتحہ خوانی ہے

اس رباعی کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا نے غالباً ایک منکر ایصال ثواب کو مخاطب کر کے لکھا ہے اور ایک رباعی بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ کی یاد کرو وسیلہ ہے قبول ہیں صوم و صلوٰۃ بھی اسی سے قبول
پیغمبر اسلام کا وسیلہ ہے بڑا نادان ہرگز نہ چھوڑ دامانِ رسول

اب پھر برادران طریقت کی خدمت میں راہ طریقت و معرفت میں کام آنے والے ارشادات کو حضرت شاہ العالمین سید عبدالرزاق قدس سرہٗ کی متبرک کتاب ''صحائف معرفت'' سے اخذ کر کے بغرض استفادہ تحریر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں، بہت غور وخوض کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔حضرت فرماتے ہیں۔

چوں ہمہ یادِ تو از مولےٰ بود
ہمچوں مجنونت ہمہ لیلےٰ بود

''جب تیرے حال وخیال پر محبوب (مولیٰ) کی یاد چھا جائے گی تو مجنوں کی طرح تجھے لیلےٰ کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔''

اے فرزند دلبند جس نے اس راہِ طریقت و معرفت میں قدم رکھا اور اپنی ہمت کو بلند کیا وہ اپنے مقصود کو پہنچ گیا اور اس نے شراب محبت کا مزہ چکھ لیا۔آگے فرماتے ہیں کہ افسوس میں نہیں جانتا کہ تو اس کو کیا سمجھے گا اور کیسے سمجھے گا اور تو کسی منزل تک پہنچے گا جسم و جان عبارت ہے پیدا و پنہاں سے اور جب پیدا بھی خدا ہے اور پنہاں بھی خدا ہے تو پھر تو خود سوچ لے کہ تن کہاں ہے اور جان کہاں ہے یعنی یہ تو صرف ایک واہمہ ہے۔

ھوالاول والاخر والظاھر والباطن۔

اول و آخر خدا ظاہر و باطن خدا غائب و حاضر خدا سامع و باصر خدا
صورت و معنی خدا گیتی و عقبیٰ خدا بندہ و مولیٰ خدا اولیٰ و اُخریٰ خدا

یہ رباعی کا مضمون ہمہ اوست کو ظاہر کرتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ سوائے ذات وصفات باری تعالیٰ کے کوئی شئے یہاں وجود نہیں رکھتی ہر شئے کا وجود وہمی و خیالی ہے۔ اُسے ہم ایک'' وجود بے شہود'' اور ''نمود بے بود '' کہیں گے یہ امکان بھی کوئی وجود حقیقی نہیں رکھتا اسی لئے ''نمود بے بود'' ہے یاد رکھ کہ خدائے ذوالجلال کے جمال جہاں آرا کو دیکھنا اور ایک لمحہ کیلئے وجود مجازی سے آزاد ہونا اور مطلوب حقیقی سے ملنا تمام مرادات دنیوی کے حصول سے زیادہ بہتر ہے اور عاقبت کی تمام سعادتوں سے زیادہ لطیف ہے۔ جس کو خدا مل گیا اس کو سب کچھ مل گیا اور جس کو خدا نہ ملا اس کو کچھ نہ ملا۔

آگے چل کر حضرت فرماتے ہیں کہ اے بندے کب تک تو حیرانی و پریشانی میں سرگردانی میں مبتلا رہے گا۔ کیا تو نے نہیں سنا جس نے مجھے ڈھونڈا اس نے مجھے پالیا۔ جس نے مجھے نہ ڈھونڈا میں اسے نہ ملا۔ طلب اور یافت ''ڈھونڈنا'' اور ''پاجانا'' دونوں جوڑواں بچوں کی طرح ہیں یعنی ساتھ ساتھ ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے من طلب وجد وجد یعنی جس نے کسی کو طلب کیا اور اس کے لئے جدو جہد کی اس نے پالیا۔ اسی کو علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے ملاحظہ ہو۔

ہو نہ مایوس ریاضت کا صلہ ملتا ہے
لوگ سچ کہتے ہیں ڈھونڈنے سے خدا ملتا ہے

آخر میں قدوۃ السالکین حضرت سید شاہ ابوالحسن قربؔی قادری ونقشبندی قدس سرہٗ کے چند اشعار ایک صوفیانہ غزل سے انتخاب کر کے برادران طریقت کی خدمت میں پیش کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

خود پرستی اور خودی برقع ہے وجہ اللہ کا — تو کچھ ایسا جہد کر برقع ترا اُوٹ جائے کاش
تم وجہ اللہ کا سِرّ عاشق و معشوق ہے — ہے وہی کیا بُت پرست و کیا بُت و کیا بُت تراش
کیا مئے و ساقی و کیا جام و صراحی ہے وہی — مست رہ اس مئے سوں قربؔی بس یہی وجہ معاش

حضرت سید شاہ قربی علیہ الرحمہ والرضوان نے مندرجہٗ بالا اشعار میں بہت خوب ارشاد فرمایا ہے کہ بندہ ہمیشہ اپنی وہمی خودی کو پیش نظر رکھتے ہوئے خود پرستی میں مبتلا ہونا ہی وجہ اللہ یعنی جمالِ الٰہی کے مشاہدہ نہ کرسکنے کا سبب بن گیا ہے۔ وہی ایک برقع اور پردہ دیدار الٰہی کے لئے بڑا حجاب بن گیا ہے۔اسی حقیقت کو شاہ کمالؔ علیہ الرحمہ نے بھی ایک شعر میں فرمایا ہے۔

تھا وہم غیر میرا مجھ کو حجاب یا رب　　　ورنہ جمال تیرا ہے بے حجاب یارب

لہٰذا ارشاد فرماتے ہیں کہ اے سالکِ راہ طریقت اگر تو جمال الٰہی کا مشاہدہ کرنا چاہتا ہے تو اس راہ میں بڑی جدو جہد کرکے اس برقع کو پردے کو اُٹھادے کاش یہ پردہ اُٹھ جائے تو مشاہدہ آسان ہوجائیگا۔اس لئے صوفیاء کرام میں یہ مقولہ بہت مشہور ہے کہ جس کو مراقبہ کرنا آگیا اسے مشاہدہ کرنا آسان ہوگیا۔ چنانچہ اس آیت کریمہ کو مدنظر رکھ کر مراقبہ میں مشغول ہونا چاہئے ’’فاینما تولو فتم وجھم اللہ ‘‘یعنی جس طرف بھی تم رخ کرو جلوہ ذات تمہارے سامنے ہے۔

دوسرے شعر میں حضرت علیہ الرحمہ صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ عاشق ومعشوق میں ثم وجہ اللہ کا سِرّ موجود ہے کسی نے یہاں کیا خوب کہا ہے۔

میانِ عاشق و معشوق رمزایست　　　کراماً کاتبین راہم خبر نیست

فرماتے ہیں کہ ہر طرف جمال الٰہی چھایا ہوا ہے بت پرست میں بت تراش میں اسی کا جلوہ موجود ہے اور ہر شئے اس کی تصویر جمال ہے۔

مقطع کے شعر میں کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں کہ مئے ساقی‘ جام اور صراحی یہ سب کیا ہیں اسی کی ہستی مطلق کا پتہ دے رہے ہیں سوائے اس کی ذات وجود مطلق کے کون ومکاں میں کسی دوسرے کا وجود نہیں ہے۔اے قربیؔ تو بھی اس جہان عشق میں پہنچکر عشق کی مئے سے مست ومخمور ہوجا اور اسی مقام میں سب غیریت ودوئی کے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ جلوۂ حق کے دیدار سے مست ومخمور ہونے کو ہی وجہ معاش بنالے۔اس شغل میں میں مشغول ہونا ہی بہت بڑی نعمت ہے۔

اس پر اس مضمون کو ختم کر کے برادران شریعت وطریقت ۔سے مودبانہ گذارش کرتا ہوں کہ جو بھی کوتاہیاں تحریر کرنے میں ہوئی ہیں درگذر کر کے معاف کریں ۔اللہ رب العزت اپنے خاص فضل وکرم سے اور اس کے پیارے حبیب اکرم ﷺ کے طفیل وصدقے سے ہم کو اس کے مخلص بندے بنالے اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے آمین یارب العالمین مجرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

اب حضرت سید شاہ کمال الدین حسینی قادری چشتی شمع خاندان چشت جامئی دکن قدس سرہ کی غزل ''مخزن العرفان'' سے منتخب کر کے پیش خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ان اشعار کی مختصر تشریح بھی برادران طریقت کی خدمت میں تحریر میں لانا مناسب سمجھتا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔

غزل

معرفت کے ملک کی فرمانروائی بس مجھے
عالمِ اسرار کی کشوء کشائی بس مجھے

عینیت سے مست ہوں اور غیریت سے ہوشیار
دمبدم یہ میکشی اور پارسائی بس مجھے

برزخ جامع ہوں میں مرآت ذووجہین ہوں
نیں ہے تنہا بندگی تنہا خدائی بس مجھے

غیب میں ہے ابتدائی قابلیت ذات کی
اور شہادت میں صفت بے انتہائی بس مجھے

خارجی آئینہ نیں درکار چہرہ آپنا
دیکھنے کو اپنے تک کی صفائی بس مجھے

قال مطلق میں ترے ہے حال مطلق کا مواد
ہے شریعت میں حقیقت کی رسائی بس مجھے

گرچہ ہوں تاریک ظلمت سے عدم کے ماہ وش
نیّر ہستی کی ساری روشنائی بس مجھے

سلطنت کی آرزو رکھیں بدل اہل جہاں
شاہِ ملک جاں ترے در کی گدائی بس مجھے

کیوں نہ ہو امر قضا کا محو تسلیم و رضا
نیں ملامت اُطلبو ربّا سوائی بس مجھے

تیرے اسمائی صراط مستقیم اوپر ہیں سب
پر صراط مستقیم انبیائی بس مجھے

مکھ دکھا صورت پرستوں کا لجاویں دل تباں
اہل معنی کے سخن سے دلربائی بس مجھے

جام جسم میں دیکھنا عکس جہاں کیا منفعت
صورتِ شہ میز بہر حق نمائی بس مجھے

دوستانِ نو کی صحبت کو بقا نیں اے کمالؔ
یار دیرینہ سے اپنے آشنائی بس مجھے

پہلے مطلع کے شعر میں فرماتے ہیں کہ اللہ کے فضل وکرم سے اور نبی کریم کے فیض مقدس کے وسیلے سے مجھے جو معرفت کے ملک کی بادشاہت اور فرمانروائی کی شان وشوکت ملی ہے بہت بڑی نعمت ہے مجھے یہ سلطنت سرمدی بس ہے جہاں اسرار شہنشاہی کھلتے جاتے ہیں جس سے ہمیشہ میں لطف اندوز ہوتا ہوں دوسرے شعر میں فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ سے نسبت عینیت حقیقی کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تو مست ومخمور ہوجاتا ہوں اور ساتھ ساتھ غیریت حقیقی کی طرف متوجہ ہوکر ہوشیار رہتا ہوں اس طرح مجھے دم بدم میکشی اور پارسائی کی حالت میں ثابت قدمی حاصل ہوگئی اور یہ حالت میرے لئے بس ہے۔ کیونکہ مستی میں ہوشیاری اور ہوشیاری میں مستی دونوں کو جمع کرنا اہل طریقت کے نزدیک کمال درجے کا حال ہے جو جامع شریعت وطریقت ہے۔

تیسرے شعر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ میں دو ذات کے چہروں کو دکھانے والا عجیب آئینہ ہوں اور برزخ جامع ہوں۔ جب میں ذات وجود مطلق کی طرف رُخ کرتا ہوں تو گُم ہوجاتا ہوں اور جب میری ذات عدم کی طرف رخ کرتا ہوں تو پردۂ حائل ہوجاتا ہے اور جمال وجود مطلق پوشیدہ ہوجاتا ہے۔ چونکہ میری ذات اللہ کے وجود سے قائم ہے یعنی نسبت ہست نما ہوی ہے میری بندگی تنہا نہیں ہوسکتی۔ یہاں ایک وجود دو ذات کی نسبت کو بہت تفصیلی کے ساتھ شیخ کامل سے معلوم کرلینا بہت ضروری ہے۔ کسی عارف نے اس ضمن میں بہت خوب کہا ہے

خدا بندہ میں اور بندہ خدا میں عجب نسبت ہے بندے اور خدا میں

البتہ خدائی تنہا ہوسکتی ہے کیونکہ اس کے وجود کے سوا کسی دوسرے کو وجود نہیں ہے۔

جب بندے کی ذات خدا کی ذات سے فنا ہوجاتی ہے بندگی کی حالت فراموش ہوجاتی ہے۔

اس لئے فرماتے ہیں کہ مقام قرب میں یعنی ''جہان عشق'' میں تنہا خدائی مجھ میں ظاہر ہوتی ہے۔ یہ قرب و وصل کی نعمت جو مجھے حاصل ہوئی وہ کافی ہے۔

چوتھے شعر میں فرماتے ہیں کہ ذات کی ابتدائی قابلیت غیب میں پوشیدہ تھی اور جب میری ذات اس کے وجود مطلق سے شہادت میں آگئی ہے یعنی عالم شہادت میں میری ذات ''نمود بے بود'' ہوگئی ہے اور حقیقت میں خدا کا وجود ہی میری صورت سے ظاہر ہوا ہے یعنی ''وجود بے شہود'' یا تو نمود بے بود کی شان سے ظاہر ہوا ہے۔ اسی حقیقت کو حضرت شاہ کمالؔ نے بہت خوب اجاگر کیا ہے اس شعر میں ملاحظہ ہو۔

ہم نیں سو ہے نہ ہوویں وہ ہے سونیں نہ ہوئے

اس نیں کو ہے دکھانا تیرا ہے داب یارب

اور دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیں تو اس کی شرح سمجھنے میں بہت آسانی ہوگی۔

ظاہر بصورت ہمہ اعیاں وجود ہے نظارہ کرا گر تجھے چشم شہود ہے

جب بندہ خدا کے بے انتہا صفات سے متصف ہو جاتا ہے تو وہ صفت بے انتہائی کی دولت کو پالیتا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے **تخلقو باخلاق الله** جس کا مطلب صوفیاء کرام نے **واتصفو بصفات الله** کیا ہے یعنی خدا کے اوصاف سے متصف ہو جاؤ۔اس لئے حضرت شاہ کمال علیہ الرحمہ نے اس شعر میں بطور شکر یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل و کرم سے اس کے صفت بے انتہائی کا مظہر بنا دیا ہے اس کی یہ نوازش اور بندہ نوازی میرے لئے کافی ہے۔

پانچواں شعر بہت عام فہم ہے فرماتے ہیں کہ عام طور سے لوگوں کو اپنا چہرہ دیکھنے کے لئے خارجی آئینہ کی ضرورت پڑتی ہے لیکن میرے لئے اس کی ضرورت نہیں ہے ایک ادنیٰ ناخن کی صفائی ہی میں اپنا چہرہ دیکھ لیتا ہوں۔مجھے اپنے ناسوت میں اپنا ملکوت یعنی مثالی صورت کا دیکھنا میرے لیئے آسان ہو گیا ہے۔میری مثالی صورت دیکھنے کے لئے مجھے خارجی آئینے کی ضرورتے نہیں ہے۔

چھٹویں شعر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے قال مطلق میں عارف کے لئے حال مطلق کا پورا مواد موجود ہے۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ قال صحیح سے حال صحیح پیدا ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ یہ بھی مجھ پر اللہ کا بڑا فضل و کرم ہے کہ شریعت مطہرہ میں قائم رہ کر حقیقت تک کی رسائی حاصل ہوگئی ہے یہ دولت مجھے بس ہے۔صوفیائے کرام کی تحقیق کے مطابق شریعت میں طریقت، طریقت میں حقیقت اور حقیقت میں معرفت اور بعض صوفیاء نے طریقت میں معرفت اور معرفت میں حقیقت کی راہ کا کھلنا بیان فرمایا ہے کامل شریعت وہی ہے جس میں طریقت معرفت و حقیقت کے اسرار منکشف ہوتے ہیں۔اس لئے حضرت نے بہت خوب فرمایا ہے کہ مجھے بھی شریعت مطہرہ میں حقیقت کی رسائی حاصل ہوگئی ہے۔یہ میرے لئے بس ہے۔کسی دوسری جگہ حضرت نے ارشاد فرما دیا ہے کہ۔

استقامت بشرع مصطفوی ہے کرامت بزرگ کشف کلاں

ساتویں شعر میں فرماتے ہیں کہ اگرچہ میں عدم کی نسبت رکھتے ہوئے تاریک وظلمت میں ہوں لیکن اے خوبصورت روشن چہرے والو یہ جان لو کہ جب میری وابستگی نیرّ ہستی کی طرف ہو جاتی ہے یعنی جب میں خدائے پاک کی نیر

ہستی کی طرف متوجہ ہوجاتا ہوں تو اس کی ساری روشنائی اور نورانیت سے منور ہوجاتا ہوں اور بے انتہا مسرور بھی ہوجاتا ہوں۔ جیسا کہ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ نے فرمایا ہے۔

قطرۂ نوری سراپا نور باش بگذر ازخود دائماً مسرور باش

آٹھویں شعر میں فرماتے ہیں کہ اگر دنیا والے سلطنت کی آرزو دل میں رکھیں تو مجھے اس کی پروانہیں اہل دنیا اور اہل جہاں کو یہ آرزو دل میں ہوتو ہو اس سے مجھے کچھ غرض نہیں ہے۔ مجھے تو شاہ ملک جان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در کی گدائی ہی بس ہے۔ یعنی میرے آقا کے در کی غلامی ہی میرے لئے سب کچھ ہے۔

نویں شعر میں فرماتے ہیں کہ نادانی سے مجھے ملامت کرنے والوں کی ملامتسے بھی رنج وغم نہیں ہوتا۔ اللہ رب العزت کی طلب کے سوا مجھے دوسری طلب نہیں ہے۔ قضائے الٰہی سے جو بھی امر سرزد ہوتا ہے اسی کے موافقت میں محو تسلیم و رضا میں قائم رہتا ہوں یہ توفیق جو مجھے ملی ہے میرے لئے بس ہے۔

دسویں شعر میں فرماتے ہیں کہ یہ حقیقت ہے کہ عام طور پر سب لوگ اللہ تعالیٰ کے صفاتی اور اسمائی صراط مستقیم پر چل رہے ہیں لیکن مجھے انبیائی طریق جو صراط مستقیم ہے جس پر چل کر بندہ خدا تک پہنچ جاتا ہے اس راہ مستقیم پر چلنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے بخشی ہے یہ دولت سرمدی مجھے بس ہے۔

خلافِ پیمبر سے رہ گذید کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

گیارھویں شعر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ صورت پرستوں کو حسین جمیل چہرے والے ظاہری ومجازی حسن و جمال دکھا کر ان کا دل موہ لیتے ہیں لیکن مجھے اہل معنی کے سخن سے ہی معشوق حقیقی کی طرف وابستگی ہوجاتی ہے۔ یہ دلربائی کی دولت مجھے جو حاصل ہوئی ہے وہ میرے لئے بس ہے۔

بارھویں شعر میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جمشید کے جام میں جہاں بھر کے مختلف عکوس کے دیکھنے سے کیا فائدہ۔ مجھے تو میرے پیر ومرشد حضرت سید محمد حسینی شہ میر اولیاء کی صورت ہی بہر حق نمائی یعنی مشاہدۂ جمال الٰہی کیلئے بس ہے۔

تیرھویں شعر میں ارشاد فرماتے ہیں جو مقطع کا شعر ہے۔ اے کمالؔ یہ دنیا میں نئے نئے دوستوں کی صحبت سے کیا غرض ان کو تو بقا نہیں ہے وہ سب اس دنیا سے گذر جانے والے ہیں ہمیشہ باقی رہنے والی ذات یار دیرینہ کی ہے اس سے آشنائی ہی تیرے لئے کافی ہے۔

مولانائے روم کے حالات زندگی

از نواز خان

متعلم دارالعلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور۔

آپ کا نام محمد اور لقب جلال الدین تھا عرف میں مولانائے رومی کے نام سے مشہور ہوئے ۶۰۴ھ میں بمقام بلخ پیدا ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں تھے انکے والد کا نام بہاء الدین ابن حسین بلخی ہے۔

۶۱۰ھ میں مولانا کے والد شیخ بہاء الدین بلخ چھوڑ کر نیشا پور گئے حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ ملنے آئے اس وقت مولان کی عمر چھ سال کی تھی اور اپنے والد کے ہمراہ تھے حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ نے اپنی مثنوی اسرار نامہ تبرکاً ہدیہ دیا اور مولانا بہاء الدین سے فرمایا کہ اس جوہر قابل سے غافل نہ رہنا یہ ایک دن غلغلہ بلند کرے گا۔

مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی ۱۸ سال کی عمر میں مولانا کی شادی ہوئی جب آپکی عمر ۲۵ سال کی ہوئی اس وقت آپ کے والد کا انتقال ہوا اسکے بعد مولانا اپنے علوم کی تکمیل کے لئے شام کا سفر کیا اور کچھ سال دمشق میں تحصیل علوم وفنون کرتے رہے تمام مذاہب سے واقف تھے علم کلام اور علم فقہ اور اختلافیات میں خاص ملکہ رکھتے تھے فلسفہ و حکمت وتصوف میں ان کا کوئی نظیر نہیں تھا۔ تحصیل علوم کے بعد مولانا کی عمر تعلیم وتدریس میں گذرنے لگی۔

مولانا کی زندگی میں خاص انقلاب حضرت شمس تبریزؒ کی ملاقات سے شروع ہوتا ہے۔ جب سے مولانا نے حضرت شمس تبریزؒ سے ملاقات کی اکثر اوقات انہی کی صحبت میں رہنے لگے مولانا کی حالت میں نمایاں تغیر پیدا ہوا اور مولانا کے سینہ میں عشق حق کی آگ داخل ہوئی۔ سماع سے احتراز رکھتے تھے درس وتدریس وعظ و پند کے اشغال چھوڑ دئے حضرت شمس تبریزؒ کی صحبت سے دم بھر کے لئے جدا نہیں ہوتے تھے تمام شہر میں ایک شورش مچ گئی۔ شمس تبریزؒ فتنہ کے خوف سے دمشق چل دئے مولانا کو بے حد صدمہ ہوا کچھ عرصہ کے بعد مولانا کی بے چینی دیکھ کر لوگ جا کر شمس تبریزؒ کو واپس لائے لیکن تھوڑے دنوں رہ کر پھر شمس تبریزؒ کہیں غائب ہوگئے اور باوجود تلاش کے ان کا پتہ نہ چلا بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ حضرت شمس تبریز کو کسی نے شہید کرڈالا۔

شمس تبریزؒ کی غیبت کے بعد مولانا کی سخت بے چینی ہوی اور آپ ہر وقت بے چین و بے قرار رہتے حضرت

شمس تبریزؒ کے بعد مولانا تنہا اکیلے ہو گئے تو پھر حضرت صلاح الدین زرکوب کی صحبت ملی صلاح الدین نو سال تک مولانا کی صحبت میں رہے اور صلاح الدینؒ کے انتقال کے بعد مولانا نے اپنے مرید خاص حسام الدین چلپیؒ کو اپنا ہمدم و ہمراز بنالیا اور پھر جب تک زندہ رہے ان سے اپنے دل کو تسلی دیتے رہے۔

مولانا کی تصانیف میں مولانا کے ملفوظات میں ایک مجموعہ ہے جس کا نام فیہ مافیہ ہے اور پچاش ہزار اشعار کا ایک دیوان ہے اور مثنوی شریف ہے اور اسی کتاب سے مولانا کا نام زندہ ہے۔

۶۷۲ھ میں قونیہ میں بڑے زور کر زلزلہ آیا اور چالیس دن تک اسکے جھٹکے محسوس ہوتے رہے مولانا نے فرمایا کہ زمین بھوکی ہے لقمہ تر چاہتی ہے چند ہی روز کے بعد مولانا علیل ہوے۔ بہت علاج کیا گیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا بالآخر ۶۷۲ھ جمادی الثانی بروز یک شنبہ بوقت غروب آفتاب مولانا نے وفات فرمائی مولانا نے دو فرزند چھوڑے ایک علاء الدین محمد دوسرے سلطان ولی مولانا کی وصیت کے مطابق حضرت حسام الدین چلپی مولانا کے خلیفہ بنائے گئے قاضی سراج الدین نے مولانا کی نماز جنازہ پڑھائی۔

فصیح ادھونی ایک ممتاز شاعر

محمد یوسف شماسؔ۔ ادھونی

آپ کی پیدائش شہر ادھونی ہیں ۱۹۰۵ عیسوی میں آپ کا خاندان دور قدیم سے آدھونی کے نوابوں کے دربار میں داروغہ کے منصب پر فائز رہا۔

آپ نے دور طفلی ہی سے اردو فارسی اور عربی زبانوں میں مہارت حاصل کی ۔آپ کے اساتذہ میں مولوی حافظ قادر صاحب آزادؔ۔ آزادؔ صاحب کے خاندان کا تعلق دور قدیم کے حفاظ میں شمار ہوتا ہے۔ آپ نے قرآن خوانی کے علاوہ تفسیر۔ فقہ۔ اور علم عروض آزاد صاحب سے سیکھا۔ شہر ادھونی کے مایہ ناز عالم و فاضل اور فارسی زبان وادب کے ممتاز استاذ اور امام وخطیب اور مصنف حضرت علامہ منشی عبدالصمد قریشی سابق امام وخطیب مسجد اعظم خواجہ ادھونی سے اکتساب علم فرمایا۔

ان کے بعد فصیح صاحب نے شیخ الشیوخ سید محبوب پیر حسینی چشتی قادری معصومی نور اللہ مرقدہ سے عربی فارسی، فقہ، تفسیر، فلسفہ، تصوف وغیرہ کی تعلیم حاصل کی ۔ سید محبوب پیر حسینی، ''خاندان معصومیہ سلسلہ کی اس دور کی مشہور کڑی تھی۔ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ علم وفضل میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ ہر سال آپ کا عرس شریف بڑے تزک واحتشام سے شہر ادھونی میں منایا جاتا ہے۔

آپ نے بیعت سید خواجہ نظامی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر کی۔ حلقۂ نظامیہ کے آپ فعال کارکن رہے۔ اپنے مرشد حق کے عشق میں روز وشب گرفتار رہے۔ اس دور میں ناظم جماعت نظامیہ ادھونی، حافظ دادا میاں مرحوم تھے، اور آپ نے نوجوان فصیحؔ میں ادبی صلاحیتیں پا کر شعر وسخن کی طرف مائل کیا۔ سب سے پہلے اس نوجوان سے جو شعر وارد ہوا

اُسے مشکل سے دبا بیٹھا ہوں   منہ کو آتا ہے کلیجہ میرا

اس دور میں شہر ادھونی علاقہ رائل سیما کا ادبی مرکز بنا ہوا تھا۔ بہت علمائے کرام۔ صوفی۔ ادیب وشعرائے کرام اس شہر میں بستے تھے۔ علمائے کرام میں سید ولی ہاشمی، سید خطیب مصلح الدین سعدی ہاشمی، عبدالصمد قریشی، نورالحق قریشی، بشیرالحق قریشی، شمس الحق قریشی، سید محبوب پیر حسینی لنگفیدؒ، قاضی قادری محی الدین وغیرہم تھے۔ صوفیا میں حاجی عبدالکریم توقیر صاحبؒ، اساتذہ شعرائے کرام میں عبدالکریم قابلؔ، جناب شیخ احمد نیرؔ، سید احمد قادریؔ وغیرہ تھے۔

عبدالقادر صاحب آزؔاد، سید عبداللطیف صاحب لطیفیہ[۲]، اشرفی وغیرہ تھے۔

ادھونی میں روز وشب شعر وسخن کی محفلیں گرم ہوئیں۔ 1950 کے دہے تک اساتذہ اور شعرائے کرام کی تعدا پچاس سے زائد عبور کرچکی تھی۔ افسوس کہ بہت سے شعراء کے حالات اور کلام حالات کی نذر ہو چکے ہیں۔

جناب فصیح نظامی کا دیوان ''برق سخن'' ۱۹۵۷ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے۔ جسے سرکار کسمنڈوی، مہتمم دارالاشاعت تعمیر وادب نے قدیم لکھنوء سے شائع کیا۔ سرورق دیدہ زیب ہے۔ دیوان طباعت میں خوبصورت ہے۔ سرورق سرشار کا یہ شعر زینت بنا ہوا ہے۔

یہاں کے پھول بھی چھبتے ہیں خار کی صورت — یہ احتیاط گذر وادی محبت سے

دیوان جملہ ۱۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسوسات غزلیات کو خوبصورت عنوانات دئے گئے ہیں، غزلیات کے بعد دیگر موضوعات ہیں۔ آخر میں قطعات، نظمیں، مسدس، تقابل، اختر وفصیح، سیمابؔ وفصیح، جگر وفصیح، دو تہنیتیں اور آخر میں اپنے مرشد شمس العلماء مصور فطرت، سید خواجہ حسن نظامیؒ نوراللہ مرقدہ کی شان اقدس میں دردناک مرشد لکھا ہے۔

کلام میں پاکیزگیٔ خیالات، تصوف، خوبصورت الفاظ کی بندش، صاف ستھری زبان، بلند افکار، الفاظ کی خوبصورت نشست، دلکش استعارے۔ رنگ وتغزل، صحیح خدمات کا حاشیہ، مضامین اسرار الٰہیہ ومعرفت کا خزینہ اور آپ کے جذبۂ دل کی عکاسی کرتا ہے۔

جناب خواجہ حسن ثانی نظامی کے فرمودات عالیہ ہیں آپ کے ارشاد گرامی ہے کہ اردو آج کل دہلی اور لکھنوء کی جاگیر نہیں رہی اور اب اسے دہلی لکھنو کے معیار پر رکھنا کسی طرح مناسب نہیں۔ غزلیات کے لئے آپ کے وضع کردہ چند خوبصورت عنوانات مندرجۂ ذیل ہیں۔ شائد بہت کم اردو کے شعراء نے اس قسم کے عنوانات معنون کئے ہیں۔

بندشیں، تصور کامل، سجدۂ شوق، غیرت بہار، سرور شباب، باغ ارم، معراج، شوق، جمال رنگ وبو، ذوق نمک پاشی۔ اللہ کی ندامت، سجدہ گاہِ عالم۔ نقاضائے جنون، مقام عشق، جلوہ رخسار، تماشائے جمال، وجود بالوجود۔

نمونۂ کلام

بـــــنـــــدشیـــــں

نہ امیدی نے کوئی نقش جمانے نہ دیا — دل کو مرکز ترے جلوؤں کا بنانے نہ دیا

واہ رے رعب ترے حُسنِ جہاں آراء کا — دل سے دل آنکھ سے آنکھ اس نے ملانے نہ دیا
اس قدر حشر میں شرمندۂ اعمال ہوا — شرمساری نے مجھے سر کو اٹھانے نہ دیا

لاعلمیاں

روح کی طرح نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا — تو قریب رگ جاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
اک تری یادیں بھولا ہوں دو عالم کی بہار — تو یہاں تھا کہ وہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

نشانِ منزل

آہ کی شرگرمیوں سے جو دھواں بنتا گیا — رفتہ رفتہ وہ زمیں سے آسماں بنتا گیا
سربلندی کا شرف حاصل ہوا سر کو فصیح — سجدہ گاہِ شوق سنگ آستاں بنتا گیا

غیرت بہار

خزاں کا دور گیا موسم بہار آیا — حبیب اہل چمن جان انتظار آیا
تری گلی کی بہشت آفرینیاں توبہ — ہزار بار گیا اور ہزار بار آیا

سرورِ شباب

نگاہ حسن جلوہ نقاب میں دیکھا — تمام رات وہی ہم نے خواب میں دیکھا
فصیح عارض جاناں سے اسکو کیا نسبت — نہ بُو نہ رنگِ گل ماہتاب میں دیکھا

مرقع تصویر

بے قلم اب کام کرتی ہے نظر تحریر کا — پہلے آنکھوں نے لیا تھا زائچہ تصویر کا
دیکھیئے حسنِ تصور کی کرشمہ سازیاں — رنگ آنکھوں میں اُبھر آیا تری تصویر کا

تنظیم آشیاں

قدم قدم پہ جوڑ کیا ہے کارواں اپنا — مقام عشق کا دیتا ہے امتحان اپنا

کرے گی برق ہی تنظیم آشیاں شائد
مآل کار سے غافل ہے باغباں اپنا

عقدۂ مشکل

ذرے کو اک نگاہ میں کامل بنادیا
ہراہرو کو رہبرِ منزل بنادیا

چشم کرم نواز سلامت رہے فصیح
اس نے ہمارا عزدۂ مشکل بنادیا

دردِ سر

جھلملاتا ہے چراغ زندگی
ہائے کیا وقت سحر ہونے لگا

کس نے الٹی ہے زمانے کی بساط
ہر طرف اک شورو سر ہونے لگا

خرابِ عشق

غمی غمی نہ ہوئی اور خوشی نہ ہوئی
خدا کا شکر ہے پامال زندگی نہ ہوئی

اٹھا سکا نہ کبھی سر جھکا کے قدموں پر
ادا نماز ہوئی ختم بندگی نہ ہوئی

شرابِ تلخ

شرابِ عشق جاناں کیفیت انگیز ہے ساقی
کہ ہر زخم جگر اب تک تبسم ریز ہے ساقی

گھٹائیں جھومتی ہیں میکدہ کی سمت آ آ کر
یہاں کا ذرّہ ذرّہ آج نغمہ ریز ہے ساقی

تصویرِ خواجہؒ

رگ و پے میں سرایت کرگئی تنویر خواجہؒ کی
نظر کے سامنے پھرتی ہے اب تصویر خواجہؒ کی

نزاکت اس کی میرے دل سے پوچھیں پوچھنے والے
نگاہِ شوق نے کھینچی ہے جو تصویر خواجہؒ کی

ذوقِ تماشا

دکھا دوں میں اگر جوہر فغاں کے ابھی چھکے چھڑادوں آسماں کے
دہائی خضر منزل کی دہائی قدم اکھڑے ہیں اہل کارواں کے

مقام مرشد

کہاں ہے مرشد کامل کہاں ہے ہماری زیست کا حاصل کہاں ہے
وہاں وہ دل سے باتیں کررہیں ہیں یہاں میں ڈھونڈتا ہو دل کہاں ہے

جناب داروغہ فصیح صاحب کو پانچ لڑکیاں اور ایک لڑکا تھا۔ ۱۹۷۲ء میں یہ حافظِ دکن سُوئے خلد بریں روانہ ہوگئے۔ اور دیگر کلام تقریباً دو دیوان پر مشتمل تھا۔ حالات کی نذر ہوگیا۔

آپ ادھونی کے کاٹن مارکٹ میں بڑے تاجر تھے۔ بڑے ملنسار وار فیاض تھے۔ آخران اشعار پر یہ مضمون ختم کیئے دیتا ہوں۔

کہیں کڈپہ کی گرمی میں ادھونی کی چٹانوں پر
کہیں کرنول میں اردو کی بُلبل مسکراتی ہے
کہیں تروچی کی ندیوں سے یہ اردو تھم گئی لیکن
اسی ویلور سے اردو نیا پھر گیت گاتی ہے
یہ ویرانہ دکن کا اصل میں زرخیز ہے شناس
یہ اردو اس جگہ بھی فصلِ گل اکثر کھلائی ہے

پانی کے طبی فوائد

ڈاکٹر محمد نعمان باشاہ قریشی ویلور یم۔اے۔(اردو) مدراس یونیورسٹی

پانی کو عربی میں ماء فارسی میں آب، انگریزی میں Water کہتے ہیں۔ اور یہ دنیا میں موجود اور عام چیزوں میں سے ایک چیز ہے اور بہت ہی معروف اور مشہور چیز ہے اور اسے ہر کوئی جانتا ہے نہ صرف انسان بلکہ چرند، پرند، درند سب جانتے ہیں۔ اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور یہ ساری مخلوقات کی زندگی کے لئے ایک لازمی اور ضروری ہے بلکہ اسی پر زندگی کا انحصار ہے اگر وہ نہ ہو تو انسان اور حیوان سب کے سب مر جائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت ہے اور یہ دنیا کی اولین نعمتوں میں سے ہے جب اللہ نے دنیا بنانا چاہا تو اس وقت جن جن چیزوں کو پیدا کیا ان میں سے ایک چیز پانی بھی ہے۔ زمین بنانے سے پہلے اللہ نے پانی کو پیدا کیا، اور وہ آسمان کی طرح ہر طرف پھیلا ہوا تھا، ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ پانی کے بطن سے اللہ نے زمین کو نمایاں کیا اس کی شکل یہ رہی کہ آج جس جگہ پر بیت اللہ شریف ہے اس جگہ پر پانی غلاظت کی شکل اختیار کر گیا۔ موجیں اس سے ٹکراتی چلی گئیں۔ جھاگ کی کیفیت بنتی چلی گئی۔ زمین ایک بالشت کی شکل میں ابھری، پھر وہ اس قدر پھیلری چلی گئی جس قدر اللہ کو منظور تھا۔

اور اللہ نے اپنے فضل و کرم سے پانی کو ہر جگہ موجود رکھا ہے اسے حاصل کرنے پر طاقت ور مخلوق اور کمزور مخلوق سب کو قدرت دی ہے اور زمین کے تین حصے زیر آب ہیں۔ اور صرف ایک حصہ خشک ہے اور اسی خشک حصہ میں ساری مخلوقات رہتی ہیں۔ زمین کے اس مختصر خشک حصہ میں بھی اندر پانی کا بہت بڑا ذخیرہ ہے اور اسکے اوپر بھی ندیاں، نالے، نہریں اور تالاب کی شکل میں جابجا پانی ہے اور انسان اور حیوان آسانی کے ساتھ پانی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ موجودہ زمانے میں سائنسی اور صنعتی ایجادات نے انسان کو زیر زمین موجود پانی سے بھی فائدہ اٹھانے کی صورتیں پیدا کر دی ہے۔ انسانی زندگی کے ہر دور میں پانی عام طور پر فطری اور بے قیمت سستے طریقہ پر دستیاب رہا۔ لیکن موجودہ زمانہ میں مشینی زندگی نے اسکی ارزانی کو گرانی میں بدل دیا ہے اور وہ خرید و فروخت کی چیز بن گیا ہے جسکا تصور بھی اگلے انسانوں نے نہیں کیا تھا اب پچھلے انسان ساری دنیا میں پانی خرید کر پی رہے ہیں۔

پانی ہر جگہ الگ الگ ہوتا ہے کسی جگہ کا پانی میٹھا ہوتا ہے تو کسی جگہ کا پانی کڑوا ہوتا ہے اور کسی جگہ کا پانی پھیکا تو کسی

جگہ کا پانی نمکین ہوتا ہے کسی جگہ کے پانی میں لذت ہوتی ہے تو کسی جگہ کا پانی بے لذت رہتا ہے اور یہ مختلف پانی بھی اپنے اپنے اندر الگ الگ خاصیتیں رکھتا ہے اور ان میں نقصانات اور فوائد دونوں ہیں موجودہ زمانے میں پانی میں موجود مفید اور مضر اثرات اور جراثیم وغیرہ کا مشاہدہ اور مطالعہ خوردبین آلات کے ذریعہ کیا جا رہا ہے۔

ہمارے حکماء اور اطباء نے پانی کے مختلف اور متعدد فوائد شمار کئے ہیں۔ پانی کی مختلف حالتوں کے اعتبار سے اسکی تاثیرات ہوتی ہے۔ٹھنڈا پانی پیا جائے تو اسکی تاثیرات اور ہیں اور گرم پانی پیا جائے تو اسکی تاثیرات اور ہوتی ہیں۔

بخار میں ٹھنڈے پانی کا استعمال مفید ہوتا ہے۔ بسا اوقات صرف ٹھنڈا پانی پی لینے سے بخار کا درجہ حرارت کم ہوجاتا ہے۔مریض کی پیشانی پر کپڑے کی پٹی رکھ کر ٹھنڈا پانی وقفہ وقفہ سے چھڑکنے پر درجہ حرارت میں کمی واقع ہوتی ہے۔

پتھری ایک ایسی چیز ہے جس آدمی میں ایک بار پیدا ہوجائے تو دوبارہ پیدا ہونے کا امکان رہتا ہے اسکے لئے دواؤں کے ساتھ ایک علاج یہ بھی ہے کہ آدمی کثرت سے پانی پیتا رہے تو پتھر پیدا نہ ہوگی اور رات میں سوتے وقت پانی پی کر سو جانے سے بھی پتھری پیدا نہیں ہوگی۔ اگر پتھری کا مریض اپنے کھانے کے درمیان میں پانی پیتا رہا کرے تو بھی پتھری پیدا نہیں ہوگی۔

حکیم احتشام الحق قریشی کا کہنا ہے کہ مریض میں درج ذیل حالات میں سے کوئی حالت پائی جائے تو اسکا علاج ٹھنڈے پانی سے نہ کیا جائے۔

(۱) معدہ اور جگر ضعیف ہوں (۲) معدہ اور جگر میں سردی کا غلبہ ہو (۳) پیٹ کے اعضاء میں ورم ہو
(۴) مریض کے جسم میں کہیں درد ہو (۵) مریض میں خون کی کمی ہو (۶) مریض کی حالت عزیز یا ناقص ہو
(۷) مریض ٹھنڈا پانی پینے کا عادی نہ ہو ایسے مریض میں ٹھنڈا پانی تشنج اور ہچکی کا سبب ہوتا ہے۔(۸) مریض کا جسم لاغر ہو۔

پھل اور سبزی کھا کر فوراً پانی پی لینا فساد ہضم اور اسکے امراض پیدا کرتا ہے مذکورہ بالا غلطی اگر بار بار کی جاتی رہے تو مرض آکلہ پیدا ہوجاتا ہے۔ پیاس کے بغیر، کھانے سے پہلے، کھانے کے درمیان، کھانے کے فوراً بعد، ریاضت اور محنت ومشقت کے بعد، سونے کے درمیان، سوکر اٹھنے کے بعد نہار منہ، جماع کے بعد، کمر سخت کس کر بندھی ہوئی حالت میں اور پیٹ کے بل لیٹے ہوئے ان تمام حالتوں میں بہت بہت سا ٹھنڈا پینے سے یہ بیماریاں پیدا ہونا ممکن ہے۔ضعف اعصاب، ضعف معدہ، ضعف جگر، بھول ذہن کی کندی، نزلہ، خون کی کمی، بخار، مرگی، رعشہ، فالج اور چہرہ، ہاتھ، پاؤں خصوصاً آنکھوں کے نیچے ہلکا ورم۔

گرم ملک، گرم موسم، گرم مزاج اور وبائی بخار کے زمانے میں پانی پینے پر کوئی پابندی نہیں۔

گرم پانی کے فائدے بھی بہت ہیں پانی کو گرم کر کے ٹھنڈا کر لیں پھر استعمال کریں تو بہت مفید ہے اس میں موجود جراثیم وغیرہ ختم ہو جاتے ہیں۔

گرم پانی پینے سے دست ہو سکتے ہیں اور خالی پیٹ پینے سے قولنج تحلیل ہونے کا امکان ہے۔

تشنج : لغوی معنی کھینچنا سمٹنا اینٹھنا

اصطلاح طب میں ایک مرض ہے جس میں پٹھے اور عضلے کسی آفت کے سبب اپنے مبادی کی طرف کھینچتے اور سمٹتے ہیں جس سے عضو ماؤف ایک طرف کھینچ جاتا ہے۔

Eolampsia, Spasm, Cramp, Convulsion

آکلہ : گوشت خورہ ۔ ساخت کو گلانے یا کھانے والا زخم

وہ زخم جو کسی عضو کی ساخت کو کھاتا اور گلاتا چلا جائے۔

اعصاب : جمع ہے عصب ۔ پٹھے۔Nerves

یہ ایک قسم کی باریک یا موٹی تاریں سی ہیں جو دماغ یا حرام مغز سے یا عصبی عقود سے نکل کر تمام جسم میں پھیلی ہوئی ہیں۔ مبداء کے لحاظ سے اعصاب دو قسم کے ہیں۔

(۱) اعصاب دماغیہ جو دماغ سے نکلتے ہیں

(۲) اعصاب نخاعیہ جو نخاع یا حرام مغز سے نکلتے ہیں۔

اور فعل کے لحاظ سے بھی اعصاب دو قسم کے ہیں۔

(۱) اعصاب حس یا اعصاب محسّہ

(۲) اعصاب حرکت یا اعصاب محرّکہ

نزلہ : لغوی معنی اُترنا ۔ اصطلاحی معنی فضلات دماغی کا حلق کی طرف اُترنا یا گرنا۔

رعشہ : لرزنا۔ کانپنا ۔ اصطلاح طب میں یہ ایک عصبی بیماری ہے جو اعضاء مرکبہ میں قوۃ محرکہ کے ضعف سے واقع ہوتی ہے اس میں حرکات ارادیہ، حرکات غیر ارادیہ کے ساتھ مل جاتی ہیں۔ اور عضو بے اختیار لرزتا ہے، کانپتا ہے۔

فالج : لغوی معنی دوٹکڑے کرنے والا اصطلاح طب میں اُدھرنگ

ایک مرض ہے جس میں بقول جمہور اطباء بدن کا نصف دایاں یا بایاں حصہ طول میں علاوہ سر کے مسترخی ہوجاتا ہے یعنی اس کی حس وحرکت ناقص یا زائل ہوجاتی ہے۔

قولنج : آنتوں کا درد۔ سُول ۔ یہ ایک سخت وشدید مرض ہے جو امعاء غلاظ، و بڑی اور موٹی آنتوں، بالخصوص ردود قولون میں سدہ پڑنے یا اس میں غلیظ ریح کے محتبس ہونے سے پیدا ہوتا ہے اس میں مریض کو پاخانہ نہیں آتا اور وہ شدت درد سے تڑپتا اور بے چین ہوتا ہے اور کبھی شدت درد سے ہلاک ہوجاتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

منظوم تفسیر سورۂ اخلاص

جناب سید سیف الدین لطیف آرکاٹیؒ

بول اے مشرک[1] زباں سے قُل ھُوَاللّٰہُ اَحَدُ — کیجئے تصدیق دل میں ہے وہ اَللّٰہُ الصَّمَدُ

لَمْ یَلِدْ ہے ذات اس کی اور وَلَمْ یُولَدْ ہے وہ — لَمْ یَکُنْ لَہٗ صاف کہہ اور بول کُفُوًا اَحَدُ

سورۂ توحید کے معنی یہی لاریب ہے — وہ نہیں زانیدہ[2] کس کا اور نہیں کس کا ولد[3]

نا اسے مادر[4] پدر[5] ہے نہ اسے فرزند[6] و زن[7]! — خویش[8] و خواہر[9] سے منزہ[10] اس کی ہے ذاتِ احد[11]

احدیت[12] میں اس کی کوی کیوں کر رقم زن ہوسکے — ایک ایسا ہے نہیں ہے جس کو امکان عدد

جب تلک تو معنیٔ توحید سے آگہہ نہیں! — حرف[13] تیرے شرک کا ہرگز نہ ہوگا تجھ سے رد

کام رکھ منقول[14] سے معقول[15] کا تابع نہو! — بن گئے مشرک بہت اس راہ میں اہل خرد

ورد میں دائم تو رکھ قرآن و تفسیر و حدیث — ہے یہ تیرے حشر میں ہادی و حامی و مدد

کیوں نہ ہو رشکِ سحرِ صبح قیامت تک لطیفؔ — نورِ توحید الٰہی سے تری کنج لحد[16]!

ا۔شاعر کے نزدیک مخاطب سورۃ کا مشرک ہے۔ ۲۔جننے والا۔ ۳۔نسل بچہ ۴۔ماں۔ ۵۔باپ۔ ۶۔بیٹا۔ ۷۔بی بی۔ ۸۔قرابت دار۔ ۹۔بہن۔ ۱۰۔پاک۔ ۱۱۔اکلوتی ہستی۔ ۱۲۔اکلوتا ہونا۔ ۱۳۔عیب۔ ۱۴۔مذہبی کتاب۔ ۱۵۔منطق وفلسفہ اور یونانی الٰہیات (یونانی فلسفۂ الٰہیات سراپا شرک ہے۔) ۱۶۔قبر کا کونا۔

پیش کش : وائی۔ سید الیاس ایم۔اے۔بی۔ایڈ، ایم۔فل۔ ویلور۔

ھُوَ السَّمِیعُ البَصِیر

علامہ آمر کلیمی شاہ نوری

تمہیں سننے والے تمہیں کو سناؤں　　تمہارے سوا کون میری سنے گا
اگر تم نہ پوچھو تو پھر کون پوچھے　　پکاروں کسے کون میری سنے گا
زمیں تنگ اور آسماں ہے ستمگر　　فضا ہر طرف ہے مکدر مکدر
نگاہِ کرم سے اگر تم نہ دیکھو　　تمہارے سوا کون میری سنے گا
زمیں درد والی سما درد والا　　عناصر کا یہ انگرکھا[1] درد والا
سبھی مبتلائے الم ہی الم ہیں　　تو تم ہی کہو کون میری سنے گا
جہاں کو مبارک جہاں کے سہارے　　مگر بے سہاروں کا تم ہو سہارا
تمہاری قسم میں تمہیں کو سناؤں　　تمہارے سوا کون میری سنے گا
میں کچھ بھی نہیں تھا، میں بھی نہیں ہوں　　میں کچھ بھی نہیں ہوں، میں کچھ بھی نہیں ہوں
تمہیں نے دیا سب تمہیں دینے والے　　تمہارے سوا کون میری سنے گا
یوں فضا نوری نے دل کو سنبھالا　　کہا اے[2] کلیمی ترا ساتھ دوں گا

تو میرا ہے ہرگز نہیں چھوڑ دوں گا
خدا سے کہوں گا وہ میری سنے گا

[1] انگرکھا:- فرہنگِ آصفیہ میں اسکا تلفظ کاف فارسی کے سکون اور رائے مہملہ کے فتح کے ساتھ بتایا گیا ہے، اگرچیکہ فیروز اللغات میں اس سے مختلف درج ہے۔ حضرت مصنف نے اول الذکر تلفظ اختیار کیا ہے۔

[2] یہاں حضرت مصنف دامت برکاتہم کا تخلص آمر کی بجائے کلیمی ہے۔

ارمغان حجاز

زادھا اللہ شرفا واجلالا

از قلم رشحات رقم شفاء الملک حضرت مولانا حکیم سید افسر باشاہ صاحب قاسمی حضرت مکان ویلور

نوٹ : اپنے اس سفر حج میں پہلے مدینہ میں مسجد نبوی ﷺ کے اندر پھر وہاں سے باہر کے جو تاثرات پیش آئے اور آثار قدیمہ دیکھنے کی سعادت حاصل ہوئی انہیں قلمبند کرنے کی ہمت کر رہا ہوں۔ اور وہاں سے مکہ معظّمہ زادہا اللہ شرفا واجلالا آنے کی سعادت حاصل ہوئی تو ادھر کے مناظر و واقعات بھی بطور یادداشت جمع ہو گئے تو یہ بھی عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ افسرؔ عفی عنہ۔

عنایت کرم اور بخشش ہوجاری — کہ آیا ہوں در پر میں بن کر سُوالی
کہاں میں کہاں خاکِ دربارِ عالی — اُدھر سے ہوئی ہے بڑی مہربانی
ہٹی جبکہ نظروں سے روضہ کی جالی — دھڑکتا ہوا دل تھا آنسو تھے جاری
پہنچتا ہے در پر گناہوں سے خالی — گُنہ کا تصور بھی ہوتا ہے بھاری
یہ خاکِ مدینہ بھی سرمہ ہے بھاری — جو ملتا ہے قسمت سے قسمت ہو عالی
اِدھر سے ہماری ہوئی آہ وزاری — اُدھر سے انہوں نے توجہ بڑھادی
مدینہ میں آقا کی شانِ جمالی — کہ رحمت برستی ہے ہردم نرالی
نہیں ہوسکے گا یہ ہم سے مثالی — صحابہؓ کی مشہور ہے جان نثاری
ابوبکرؓ رہتے تھے ہر وقت ساتھی — وہ غاروں پہاڑوں میں ہم راز ساتھی

نعت لکھ کے خدمت میں پہنچا تھا عاصی
یہ سن کر انہوں نے بہت سی دعا دی

مدینے سے رخصت ہوئی جب ہماری
بڑی اضطراری ہوئی اشکباری

صنادید کہنہ کی تاریخ دُھرادی
وہ منظر دکھایا اُحد کی پہاڑی

صحابہؓ کے دل کی وہ دھڑکن سُنا دی
حُدے خوانیوں کی وہ آواز سنادی

بقیع و مساجد اورشارع غفاریؓ
تھی آنکھوں میں گھومی بدر کی لڑائی

بدر میں صحابہؓ کی آرام کاری
یوں محسوس ہوتا ہے، ہے سانس جاری

کریں کیا جو منہ سے بھلا تم صفائی؟
خدا خود ہوا ہے صحابہؓ سے راضی

ہر اک ذرہ ذرہ بھی ہوتا ہے عالی
یہ دربارِ عالی ہے دربارِ عالی

تخلّف میں تینوں کی جب آئی باری
نبیؐ نے تو اُن سے توجّہ ہٹالی

وحی کے ذریعہ جب آئی رہائی
نبیؐ نے بھی رحمت سے کردی خلاصی

ستونِ حنانہ کی یہ آہ وزاری
اصحابِ صُفہ کی وہ مہماں نوازی

ہر اک نقشہ نظروں میں گھوما مثالی
حکومت نے اب وہ نشانی مٹادی

خلوص و محبت کے ہوتے تھے عادی
اُخوّت میں اُن کا نہیں کوئی ثانی

یقیناً رہے ہیں وہ خندق کے غازی
انہوں نے تو جیتی تھی دشمن سے بازی

نعت شریف

سید سراج الدین منیر حیدرآبادی

اب یہ سوچا ہے کہ خود اپنا مقدر لکھوں
مِدحَتِ نور کروں نعت پیمبر لکھوں

طاہر و پاک و مُطہر و مُطہر لکھوں
آپؐ کی شان میں تحریر معطر لکھوں

سید کل کی عنایات کا دفتر لکھوں
یعنی سرکار کے دربار کا منظر لکھوں

مظہر ذات لکھوں نور کا پیکر لکھوں
سیدکون و مکاں خواجۂ محشر لکھوں

قبلۂ اہل وفا کعبۂ ارباب صفا
حُسن قرآن مبیں نور کا مصدر لکھوں

منشۂ ربّ بھی مشیت بھی صدائے کن بھی
محو حیرت ہوں کہ کیا آپؐ کو سرور لکھوں

حسن اخلاق و محبت و مروت کی قسم
کم ہے گر آپؐ کو رحمت کا سمندر لکھوں

آپؐ کی چشم کرم جب سے ہوئی ہے مجھ پر
کُھل گئے مجھ پہ مری ذات کے جوہر لکھوں

کیا کہوں تم سے منیر آل نبیؐ کے غم میں
زخم سینے پہ ابھرآئے بہتر ۷۲ لکھوں

پیشکش: علی احمد قادری کلیم، حیدرآباد

حضرت مکان

علیم صبا نویدیؔ

کتنی یادیں تجھ سے اے حضرت مکاں وابستہ ہیں
تجھ سے انوار زمیں و آسماں وابستہ ہیں

قربیؔ و محویؔ و ذوقیؔ جیسے انجم نور بار
اس احاطے ہی سے سب تابندگاں وابستہ ہیں

دھوم ہے اقطاب کے اس خانوادے کی بہت
اس کے سر سے اولیاء کے سائباں وابستہ ہیں

حافظ و سعدیؔ کے جیسے قربیؔ و ذوقیؔ بھی تھے
ان کی خوشبو سے گلستاں بوستاں وابستہ ہیں

جا پہنچتی رہتی ہے ہے رحمت اس مکاں کو روز وشب
اس گھرانے سے ضیائی امتحاں وابستہ ہیں

ہے یہاں رشدوہدایت سلسلہ در سلسلہ
صاحبانِ علم و عرفان ہی یہاں وابستہ ہیں

کیوں نہ چمکیں حضرت باقرؔ بھی مثل آفتاب
اس اُفق سے مہر و ماہِ ضوفشاں وابستہ ہیں

آج پھر آنے لگی ہے حضرت باقرؔ کی یاد
ذہن سے تیرے صباؔ کرو بیاں وابستہ ہیں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پیش کش : حضرت سید ممد گیسو دراز قادری عرف محسن، حیدر آباد۔

سر زمین عراق

محمد یوسف شماس، ادھونی

اے نجف اشرف علیؓ کے جسد اطہر کی قسم
جو پڑھا قرآن تیرے پر اسی تسر کی قسم

تھی بنا نو شیرواں کی وہ حسین بغداد ہے
حوصلوں سے پر ہا اک مرد دلاور کی قسم

شہر بابل میں خلیل اللہؑ نے توڑے بتاں
کا سر اصنام کعبہ دست حیدرؓ کی قسم

چور تھی اس کی خداء خاتمہ نمرود کا
ناک میں داخل ہوء معذور مچھر کی قسم

عشرہ میں شامل ہیں روضہ انکا بصرہ کے قریں
اور زبیر با صفا کی جانی سرور کی قسم

داستاں دہرا رہا ہے کربلا کا ریگزار
سُر خرو کربلا کے شہدائے بہتر کی قسم

کعبہ و طیبہ واقعی بعد یہ بغداد بھی
سب ائمہ اولیاء کے شہر اطہر کی قسم

ہیں امامِ بو حنیفہؒ سب اماموں کے امام
غوث اعظم اولیاء کے میر و محور کی قسم

طارق و خالد وایوبی کی زندہ داستاں
غازیوں کے بازوئے جُرأت کی خنجر کی قسم

علم وحکمت کی ضیا ہارون سے مامون سے
اہل فن اہل ہنر کے سارے دفتر کی قسم

فرقہ بندی نے یہ بخشی آج یہ ذلت تجھے
وقت ہے اب بھی سنبھل جا صبح محشر کی قسم

کر د اور شیعہ وسنی۹ اپنے سرورؐ ایک ہی
مختلف شاخیں مگر اک شجر اطہر کی قسم

کالے سونے کے یہ سارق ہیں یہ شیطان غرب کے
یہ پھر دکھا بیت شجاعت کے وہ جوہر کی قسم

پھر سے صقیل کر تو زنگ آلود شمشیر خودی
تجھکو دندان نبیؐ کے پاک گوہر کی قسم

چھوڑ دے عرب وعجم کا نسل و رنگ کا امتیاز
یاد کہ عشق بلالؓ تجھکو داور کی قسم

میں نہیں نوحہ کناں شماسؔ تاراجی پہ اب
زندہ ہے جذبہ مرا شبیر و شبر کی قسم

نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

سید محمد حنیف غازیؔ

راستہ کی رکاوٹ ہٹا دیجئے
یا نبی! اک جھلک ہی دکھا دیجئے

جام ایسا کوئی اک پلا دیجئے — لذتوں کا تصور بھلا دیجئے
جسکی خوشبو سے میں مست و بیخود رہوں — شاخ طیبہ وہ دل میں لگا دیجئے
میرا سینہ بھی آقا مدینہ بنے — اپنے جلوؤں سے یہ جگمگا دیجئے
کیفیت دل کی غیروں پہ ظاہر نہ ہو — چپکے چپکے مرا مدعا، دیجئے
اے خدا دولت ِ عشقِ سرکار دے — اور جنونِ خدا مصطفیٰ دیجئے
دل کی تختی سے اک مصطفیٰ کے سوا — نقشہائے رنگارنگ مٹا دیجئے
کیوں نہ دہلیز پہ جہل دم توڑ دے — کنکریوں کو ، کلمہ پڑھا دیجئے
مبتلا آپکا ہوں تو پھر آپ ہی — درد کی انتہا یا دوا دیجئے
ان کے کوچہ میں ان کی رضا کے لئے — جان و دل، دین ودنیا لٹا دیجئے
کملی والے کا بس نام لیوا ہوں میں — اے خدا! اب سزا یا جزا دیجئے
حُور و غلماں نہ خُلدِ بریں سے غرض — آپ کا ہوں، یہ مژدہ سنا دیجئے
جشنِ میلاد میں عاشقوں کے سوا — کوئی گستاخ ہوتو اٹھا دیجئے

اک کرم اور آقا یہ غازیؔ پہ ہو
اپنا عرفانِ حق کا پتا دیجئے

عقیدت نامہ

علیم صبا نویدی

منظوم نذرانۂ عقیدت بہ یادِ شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت

مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر قادریؒ

بہ موقعہ سالانہ فاتحہ سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور۔

بتاریخ 11 مئی 2011ء بعد نمازِ عصر

سب کو یادِ حضرت باقر نے غمگین کردیا — بوئے عہد رفتگاں سے سب کا دامن بھردیا
آپ کی چاہت سے سب کے دل منوّر ہیں ابھی — قربتوں کے نور سے سینے معطّر ہیں ابھی
واقعی اوصاف تھے موصوف کے آفاق گیر — آپ تھے حضرت مکاں ویلور کی روشن لکیر
آپ ہی کے فیض سے ذروں کو تابانی ملی — آپ کی نظر کریمانہ سے روشن تھے سبھی
آپ کی روشن خیالی آپ کا روشن ضمیر — گلشنِ حضرت مکاں میں آج بھی ہے بے نظیر
آپ کا وصف جمالی، ذہن و دل میں نقش گر — آپ کے پاکیزہ جذبوں کی تجلّی معتبر
آپ کے کردار آئینہ صفت اور بے مثال — واقعی تھا نور پر ور آپ کا جاہ و جمال
آپ سے چمکا بہت اسلاف کا نوری خیال — درس گاہِ علم کا قائم رہا دینی جمال
آپ قربیؔ، ذوقیؔ و محویؔ کے تھے نورِ نظر — آپ ہی کے نیکیاں چاروں طرف ہیں جلوہ گر
ایسے لگتا ہے کہ حضرت آج بھی موجود ہیں — روح قدسی کے نظارے اب بھی لامحدود ہیں
واصلِ حق کے لئے کرنا دعا سنت بھی ہے — رحمتِ ربِ دو عالم روح پر رحمت بھی ہے
رحمتوں کی اس فضا میں ہاتھ اٹھاتا ہوں صباؔ — سب کہیں آمین، جب کہ مغفرت کی ہے دعا

(پیش کش۔ **مولوی جمیل احمد شریف لطیفی، یم اے۔**

مولانا نور عالم کی رحلت

مدتوں روتے رہیں گے شام و سحر

مولوی حافظ ڈاکٹر بشیر الحق قریشی

کائنات اور کائنات میں موجود ہر چیز زوال وفنا کی جانب رواں دواں ہے۔اس سے انسان مستثنیٰ نہیں۔حالاں کہ اسی کے وجود سے تصویر کائنات میں رنگ وحسن ہے۔ایسی عظیم ہستی جو مقصود کائنات ہے۔اسکی زندگی اور موت انحصار ایک سانس کی آمد ورفت پر ہے۔انسان اپنی بے پناہ قدرت وطاقت، عقل وفہم اور علم وحکمت کے باوجود اس بات سے بے خبر ہے کہ اسکی چلنے والی سانسوں میں سے کونسی سانس آخری ہے جسکے باعث وہ موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔خانوادہ بخاریہ کے قابل فخر فرد فرید مولوی مفتی الحاج سید شاہ نور عالم بخاری کامل جامعہ نظامیہ حیدرآباد المتخلص نور کڑپوی کی زندگی میں ۸ فروری ۲۰۱۱ء روز منگل کی دوپہر کے وقت کے لمحات بھی اسی نوعیت کے حامل ثابت ہوئے، وہ اپنے تایہ زاد بھائی اور حقیقی بہنوئی جناب سید شاہ سراج بخاری کے ساتھ اپنے گھر سے مدینہ انجنیر نگ کالج کڑپہ جارہے تھے۔جو دراصل ایک ایسی منزل کی طرف پہنچ رہے تھے جہاں پہنچ کر کوئی واپس نہیں لوٹا۔چشم زدن میں یہ منزل ان کی نگاہوں کے سامنے آپہنچی۔ان کی کار ایک لاری سے ٹکرا گئی، اور وہ زمین پر آگرے، کار کے پرخچے اڑ گئے۔ان کا جسم صحیح وسالم تھا شہ رگ کٹ گئی۔ان کی زبان سے کلمہ طیبہ جاری ہوا اور انہوں نے آخری سانس لی۔

اس حادثہ فاجعہ کی خبر آناً فاناً سارے شہر میں پھیل گئی، ہر کوئی دم بخود رہ گیا ان کے گھر والوں نے سنا تو سب پر سکتہ طاری ہوگیا اور ہوش وحواس اڑ گئے۔ان کے والد ماجد حضرت مولانا ابوالمکارم سید شاہ مصطفیٰ حسین بخاری لطیفی مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ بخاریہ کڈپہ اپنے سینہ میں رنج وغم کا طوفان لے ہوئے حادثہ کی جگہ پر پہنچے، اپنے جوان سال اکلوتے سعید وصالح فرزند دلبند گوشہ جگر کو ابدی نیند سوتے دیکھا تو انا للله وانا الیہ راجعون پڑھا اور ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب امنڈ پڑا اور انکی زبان سے کوئی ایسا جملہ نہیں نکلا جو اللہ کے قضاوقدر کے منافی ہو، کرب میں ڈوبی ہوئی ان کی آواز ابھری۔میں سمجھا تھا کہ تم مجھے کندھا دوگے۔

اس دلسوز اور روح فرسا حادثہ سے اپنوں اور بے گانوں سب کی آنکھ اور دل دونوں رو پڑے، اس صورت حال کی عکاسی کسی شاعر کے اس شعر سے ہوتی ہے۔

مرنا وہ مرنا جسے، بیگانہ بھی روئے   مرے ایک گھر آدمی، گھر گھر ماتم ہوئے

راقم الحروف کو مولانا نور عالم کے انتقال پر ملال کی افسوس ناک ناقابل یقین خبر وحشت بعد نماز مغرب ملی تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اچانک یہ موت کیسی؟ میں نے اپنے رفیق محترم ڈاکٹر راہی فدائی سے فون پر بات چیت کی تو انہوں نے کہا، واقعہ صحیح ہے میں بھی اس وقت حیدرآباد سے کڈپہ کے لئے نکل رہا ہوں۔

دوسرے دن روز چہارشنبہ راقم الحروف اور استاذ محترم مولانا پی، محمد ابوبکر ملیباری صاحب اور رفیق محترم مولانا سید

محبوب باشاہ عدروس بذریعہ کار کڈپہ روانہ ہوئے۔ خانوادہ بخاریہ پہنچے۔ ھدیٰ انگلش میڈیم اسکول کے ہال میں مولانا نور عالم کا جسم زجاجی ایرکولر صندوق میں دیدار عام کے لئے رکھا ہوا تھا۔ اس منظر سے میری آنکھیں بھر آئیں۔ ان کے معصوم بچپن اوران کی بے داغ جوانی کے مناظر ذہن کے پردے پر گھومنے لگے۔ ان کی موت نے میرے ذہن کو اس حدیث کی جانب منتقل کیا یرفع العلم، قیامت کے قریب علم اٹھالیا جائیگا۔ میرے قلب میں حدیث کا یہ مفہوم آیا۔ رفع علم کی صورت یہی ہے جسکا مشاہدہ آج ہرکسی کی آنکھیں کررہی ہیں۔

نور عالم علمی اور عملی اعتبار سے ایک ممتاز اور قابل ستائش عالم دین تھے۔ اللہ نے ان کے اندر بڑے جوہر پنہاں رکھے تھے وہ اس اسم با مسمیٰ تھے، ظاہری شکل وصورت بھی نورانی تھی اور باطنی کیفیات بھی نورانی تھیں جن کا ظہور اخلاق کریمانہ اور عادات شریفانہ کی صورت میں ہوتا رہا۔ مرحوم ہرایک کے ساتھ بلا اختلاف وامتیاز مذہب ومسلک حسن اخلاق سے پیش آتے تھے جس کا نتیجہ تھا کہ مختلف مکاتیب فکر کے خواص وعوام کے ساتھ ان کے اچھے تعلقات اور روابط تھے۔ اور ہرایک دل میں ان کی محبت والفت تھی جسکا مشاہدہ ان کی نماز جنازہ میں شریک لوگوں سے ہوا جس میں مختلف سیاسی، سماجی تنظیموں اور علمی وادبی اور دینی وعصری تعلیم گاہوں اور مختلف مسلکوں سے وابستہ لوگوں کی کثرت تھی۔

نور عالم نے جامعہ نظامیہ حیدرآباد سے علوم شرعیہ کی تکمیل کی اور اپنے والد ماجد سے سلوک کی منزلیں طئے کیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد دعوت واصلاح کے کام میں مشغول ہوگئے۔ بہادر خان مسجد کڈپہ میں خطیب جمعہ کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کے خطبات میں اصلاحی پہلو غالب تھا۔ مصلیان اور اراکین مسجد آپ کے مخلصانہ رویہ اور عاجزانہ طریقہ سے بے حد مسرور اور مطمئن تھے۔ آپ کی وفات پر ذمہ داران مسجد کی جانب سے جو تعزیت نامہ پیش کیا گیا ہے، اسکی روشنی میں نور عالم کی شخصیت کے بعض گوشے نمایاں ہوتے ہیں۔ اسکا مختصر اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔

''صاحب موصوف کی رحلت سے مسجد ھذا کو جو نقصان ہوا جسکی تلافی ناممکن ہے، آپ بغیر معاوضہ کے تقریباً ساڑھے چار سال بحیثیت خطیب زرین خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ فرشتہ صفت اور خداترس انسان تھے۔ آپ بڑے سخی اور متقی تھے۔ اپنے دشمنوں اور نقادوں کو بھی سینے لگاتے تھے، صاحب موصوف کے جنازے میں مشائخ اور علمائے کرام کے علاوہ کئی ہزار لوگ شامل تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا یہ لوگوں کے دلوں پر حکومت کررہے تھے۔''

نور عالم کے اندر تحقیقی اور تصنیفی ذوق بھی موجود تھا، انہوں نے بیعت وارادت کے موضوع پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے جسکا مسودہ راقم الحروف کی نظر سے گذرا الحمدللہ انہوں نے کتاب وسنت اور صوفیہ کے ارشادات کی روشنی میں بڑے اچھے اسلوب اور دلنشیں پیرایہ میں مواد ترتیب دیا ہے۔ آخر میں مراجع ومصادر کی فہرست بھی لکھی ہے جسکے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اس موضوع پر بہت ساری کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اگر یہ کتاب شائع ہوجائے تو ان کی اس تحریر سے لوگ مستفیض ہوں گے اور

مرحوم کے لئے نفع رساں علم کی صورت ہوگی **علم ینتفع بہ۔**

نورعالم ایک بہترین شاعر بھی تھے، شعر وسخن میں ان کا مذاق بہت ہی پاک وصاف، ستھرا نکھرا اور شفاف ہے۔ان کے کلام کا زیادہ تر حصہ صنف نعت پر مشتمل اور ہر شعر تاثیر میں ڈوبا ہوا ہے۔یہ اثر آفرینی نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کا فیضان ہے۔ان کی فاتحہ اربعین بتاریخ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ مطابق مارچ ۲۰۱۱ء کے موقع پر انجمن ترقی اردو ضلعی شاخ کڈپہ نے ان کی نعتوں کا ایک مختصر مجموعہ ''دیدہ تر'' کے نام سے شائع کیا ہے۔

انجمن ترقی اردو کے سکریٹری جناب سید ہدایت صاحب نے دیدہ تر کے شروع میں لکھا ہے۔

عاشق رسول مولانا مولوی مفتی سید شاہ نورعالم بخاری برسوں سے مسلسل نعتیہ کلام لکھتے رہے اور عوام کے سامنے پیش کرتے رہے۔لیکن ان کی یہ خواہش ادھوری رہ گئی کہ وہ اپنے نعتیہ کلام کو کتابی صورت میں پیش کریں زندگی نے مہلت نہ دی اور وہ رب حقیقی سے جا ملے۔آپ کی اس خواہش کو انجمن ترقی اردو ضلع کڈپہ پائے تکمیل تک پہنچا رہی ہے۔انشاءاللہ بہت جلد مکمل نعتوں کا مجموعہ انجمن ترقی اردو کڈپہ کی جانب سے شائع کیا جائے گا۔(ص ۳)

غرض نورعالم کی علمی صلاحیت اور تحریری وتقریری قابلیت کو دیکھتے ہوئے ہر صاحب علم آدمی بخوبی یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ یہ ستارہ کامل بن سکتا تھا اگر ان کی عمر وفا کی ہوتی تو وہ اپنی بڑھتی عمر کے ساتھ ساتھ علم وادب کے میدانوں میں آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے ہوئے اور نور کی ذات، نورعالم ثابت ہوتی **وما ذلک علی اللہ بعزیز۔**

نورعالم کی تین ساڑھے تین دہے کی زندگی بھی کوئی زندگی ہے جس میں صادر ہونے والی علمی دینی خدمات کا جائزہ لیا جائے اس مختصر سی زندگی میں انہوں نے جو بھی علمی خدمات انجام دی ہے وہ اپنی جگہ وقیع مفید اور تاریخی حیثیت رکھتی ہیں۔

اس مقام پر اس حقیقت کا اظہار شاید بے محل نہ ہوگا کہ مرحوم کی جوان سالی اور کم عمری کے باعث اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی ذات گرامی سے دانستہ یا غیر دانستہ طور پر کسی کو تکلیف پہنچی ہو۔کیونکہ وہ انسان تھے فرشتہ تو نہیں۔لہٰذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ دنیا سے جانے والے آدمی کی نیکیوں اور خوبیوں کا اظہار کرے اور اسکی لغزشوں کو نوک زبان پر نہ لائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں ہدایت دی ہے۔**اذکروا محاسن موتاکم و کفوا عن مساویھم۔**

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ان کے والدین کریمین اور ان کی بہنوں اور ان کی اہلیہ محترمہ اور ان کی دو ننھی ننھی معصوم بیٹیوں کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔آمین

بجاہ سید المرسلین ﷺ

ماہنامہ اللطیف ویلور



دارالعلوم لطیفیہ کا ایک منظر

دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور